آپ کی اپنی اسی مسجد میں پورا رمضان المبارک روزانہ بعد نماز ....

مندرجہ ذیل عنوانات کے مطابق درس ہوا کرے گا۔

جس میں آپ کا شرکت کرنا ان شاءاللہ العزیز علمی وعملی اور روحانی اعتبار سے بہت مفید رہے گا۔

عناوین 36 / روزہ فہم ماہ رمضان کورس [1445ھ]

	عنوان درس		عنوان درس
27 شعبان	استقبالِ رمضان	16	توبہ کی اہمیت، فضائل وطریقہ کار
28	روزے کا ہم سے مطالبہ	17	اعتکاف کے فضائل
29	بچوں اور عورتوں کے لیے روزے کے احکام	18 / جمعہ	عورتوں کے لیے اعتکاف کے احکام
30	سحری اور افطار کی دعائیں	19	مردوں کے لیے اعتکاف کے احکام
یکم رمضان	رمضان المبارک کے فضائل	20	طاق راتوں ولیلۃ القدر کی اہمیت وفضیلت
2	روزے کے آداب + نظام الاوقات کی ترتیب	21	لیلۃ القدر میں اللہ کی رحمت سے محروم لوگوں کی تفصیل [اول]
3	روزے کے مفسدات، قضاء اور کفارے کے احکامات	22	لیلۃ القدر میں اللہ کی رحمت سے محروم لوگوں کی تفصیل [دوم]
4 / جمعہ	روزے کے مکروہات	23	نوافل کی اقسام، فضائل واحکام
5	سحری کے فضائل واحکام	24	دعوت وتبلیغ کی اہمیت وفضیلت
6	افطاری کے فضائل، آداب، ومنکرات	25 / جمعہ	والدین کے اولاد پر اور اولاد کے والدین پر حقوق
7	تراویح کے فضائل واحکام	26	شوہر کے بیوی پر اور بیوی کے شوہر پر حقوق
8	رمضان اور قرآن پاک	27	جمعۃ الوداع اور قضائے عمری کی شرعی حیثیت
9	رمضان اور دعا + دعا کے آداب	28	صدقۃ الفطر کے فضائل واحکام
10	رمضان اور انفاق فی سبیل اللہ	29	عید الفطر کی سنتیں + فضائل واحکام
11 / جمعہ	صلاۃ التسبیح کے فضائل واحکام	30	چاندرات کے فضائل واحکام
12	تہجد کے فضائل ومسائل	یکم شوال	یوم العید
13	زکوٰۃ کے فضائل واحکام	2 / جمعہ	شوال کے چھ روزوں کے فضائل واحکام
14	درمیان رمضان میں دوبارہ چستی کی ضرورت	3	رمضان کے بعد کی زندگی
15	رمضان میں چار کاموں کے کرنے کی وصیت نبوی ﷺ		

الداعی الی الخیر: مفتی محمد راشد ڈسکوی عفا اللہ عنہ

دار الافتاء جامع مسجد اشتیاق، عقب جالندھریاں والا قبرستان، جاملکے روڈ، ڈسکہ، سیالکوٹ: 0300-7798967

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆☆☆ ………… استقبالِ رمضان ………… ☆☆☆

ان شاء اللہ دو تین دن بعد رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہونے والا ہے، سال کے بارہ اسلامی مہینوں میں رمضان کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق کو مضبوط کرنے کا مہینہ ہے۔ اس مہینے میں کی جانے والی ہر عبادت اور نیکی کے ہر کام کا مرکزی نقطہ یہی ہے کہ اپنے رب سے کمزور پڑتا ہوا تعلق نئے سرے سے استوار کیا جائے۔ اپنے اعمال میں بہتری لا کر اپنے خالق کو راضی کیا جائے۔ اپنے گناہوں کی معافی طلب کر کے اپنے مالک کی ناراضگی سے بچا جائے۔ اس کی خاطر بھوکہ پیاسا رہ کر اس سے اپنی محبت کا ثبوت دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اسے عظمتوں اور برکتوں والا مہینہ بنایا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ گیارہ ماہ انسان دنیا کے دھندوں اور مال کمانے کے چکر میں لگا رہتا ہے، جس سے اس کے دل پر غفلت کے پردے پڑ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ مہینہ عطا کیا ہے تا کہ انسان اپنے اندر کی ان غفلتوں کو دور کر کے اپنی پیدائش کے اصلی مقصد ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ [الذاریات: ٥٦] ترجمہ: میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ کی طرف متوجہ ہو جائے۔

جناب نبی اکرم ﷺ باوجودیکہ معصوم تھے، لیکن رمضان المبارک کے لیے آنجناب کا انتظار، شوق، ولولہ، عبادات میں والہانہ اضافہ، رمضان المبارک شروع ہونے سے قبل ہی آپ کا اپنے اصحاب کو جمع کر کے رمضان المبارک کی اہمیت، فضیلت اور اسے گزارنے کی ترغیب دینا، ہمیں سبق دیتا ہے اور نصیحت کرتا ہے کہ ہم بھی اس طرف متوجہ ہوں، اس بات کی بہت زیادہ ضرورت ہے کہ ہم میں رجوع الی اللہ کی کیفیت بھرپور طریقے سے پیدا ہو، اور ہم اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کو مزید مضبوط کریں، اُس کے سامنے عاجزی و آہ و زاری کرتے ہوئے اسے منانے اور راضی کرنے کی جستجو میں لگیں، تا کہ اُس کا غصہ ٹھنڈا ہو، اور وہ ہمیں دنیوی اور اخروی آزمائشوں سے محفوظ رکھے۔

………((استقبالِ رمضان کا طریقہ))………

رمضان المبارک کا اصل استقبال یہ ہے کہ اپنی مصروفیات کو کم سے کم کر لیا جائے اور اپنے آپ کو عبادت کے لیے فارغ کر لیا جائے۔ ہم نیت کر لیں کہ آج تک گذشتہ سالوں کے رمضان المبارک میں اللہ کے ساتھ جتنی لو لگا سکے ہیں اس بار اس سے کہیں بڑھ کر کوشش کرنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خوب سے خوب قرب حال کرنا ہے، اور ایسی محنت کرنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق میں اضافہ ہو جائے، ہم ان بابرکت لمحات کو اس طرح استعمال کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائیں اور ہمیں کل آخرت میں اپنے مہمان خانے جنت الفردوس میں یقینی داخل کرنے کا فیصلہ فرما لیں۔ ہمارا یہ ماہ مبارک اچھے سے اچھا بن جائے اس کے لیے ہم سب کو چند باتوں کی خصوصی طور پر رعایت کرنا ہوگی جو ذیل میں ذکر کی جا رہی ہیں:

………((حصولِ تقویٰ کا عزم))………

[1] …… اللہ تعالیٰ نے روزوں کی فرضیت سے مقصود تقویٰ کا حصول قرار دیا ہے، جیسا کہ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر: ، میں ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [البقرہ: ١٨٣]، ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے، جس طرح تم سے پہلے انبیا کے پیروؤں پر فرض کیے گئے تھے، اس سے توقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوگی''۔ اس مہینہ میں روزہ کے مقصدِ اصلی ''تقویٰ'' اختیار کرنے کا پکا عزم کیا جائے، اور ابھی سے اپنے تمام گناہوں سے سچے دل سے توبہ و استغفار کیا جائے۔ اور یہ عہد کیا جائے کہ یہ پورا مہینہ بالخصوص اور اس کے بعد کی جتنی بھی زندگی باقی ہے بالعموم گناہوں سے بچتے ہوئے گزاروں گا۔ یہی تقویٰ حاصل کرنے کا راستہ ہے۔

((رمضان کی عظمت وبرکت کا احساس دل میں پیدا کریں))

[2] ...... چونکہ رمضان المبارک کا مہینہ بے حد عزتوں، عظمتوں اور برکتوں والا ہے، اس لیے اس کی عظمت، مرتبت، برکت اور قدر و منزلت کا احساس دل ودماغ میں بٹھا لینا چاہیے، تاکہ اس ماہ کے آنے پر ہم میں غفلت، سستی اور بے توجہی باقی نہ ہو، ایسا نہ ہو کہ یہ قیمتی دولت ہاتھوں سے نکل جائے اور ہم اس کے بعد ہاتھ ملتے رہ جائیں۔

رمضان کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "هٰـذَا شَهْـرٌ مُبَـارَكٌ" یہ برکت والا مہینہ ہے۔ برکت کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان اپنے اندر وہ برکتیں اور رحمتیں رکھتا ہے جن کی وجہ سے روزمرہ کے کام بلکہ بہت سے اضافی کام کرنا نہایت آسان ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کو اپنی خاص رحمت اور برکت کا ذریعہ بنایا ہے۔ عام طور پر پانچ نمازیں ادا کرنا بھی ایک مشکل امر محسوس ہوتا ہے۔ جب کہ رمضان میں ان کے علاوہ اضافی قیام اللیل بھی کسی مشقت کے بغیر ہو جاتا ہے۔ عام دنوں میں ایک، دو صفحہ یا ایک ربع تلاوت بھی روزانہ مشکل سے ہوتی ہے جبکہ رمضان میں ایک سے تین تک قرآن مجید آسانی سے مکمل کیے جا سکتے ہیں۔ سحری کے وقت کھانا عام دنوں میں ایک ناقابل فہم تصور ہے مگر رمضان میں یہ سب خود بخود منظّم ہوتا چلا جاتا ہے۔ بندے اور رب کا وہ تعلق جو کمزور تھا رمضان آتے ہی اس میں ایک تازگی اور فرحت پیدا ہو جاتی ہے۔ بندۂ مومن کچھ کرنے اور کچھ پا لینے کے عجیب سے نشے سے دوچار ہو جاتا ہے۔ یہ سب کیا ہے؟ یہ وہ برکت ہے جس کی خوشخبری نبی اکرم ﷺ نے اس حدیث مبارکہ میں بیان فرمائی: "قَـدْ جَـاءَ كُمْ رَمَضَانُ، شَهْرٌ مُبَارَكٌ، اِفْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ، تُفْتَحُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَنّةِ وَ تُغْلَقُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَحِيْمِ وَ تُـغَلُّ فِيْهِ الشَّيَاطِيْنُ، فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّن أَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ". [سنن النسائي، الرقم: ٢١٠٦] ترجمہ: "تحقیق تمہارے پاس رمضان آیا ہے۔ یہ برکتوں والا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کیے ہیں۔ اس میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیے جاتے ہیں۔ اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو اس کی بھلائی سے محروم رہا وہ محروم ہی رہا"۔

ماہ رمضان کی برکتوں سے اسی وقت فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے جب وقت کی بہتر سے بہتر منصوبہ بندی کریں، کھانے پینے کی عادات کو رمضان کے لیے مقرر کردہ سحری وافطاری کے اوقات کے ساتھ مشروط کریں۔ فرض نمازوں کی حفاظت کے ساتھ ساتھ نوافل اور خاص طور پر نماز تراویح، اشراق، چاشت کی نمازوں کا اہتمام کریں۔ رمضان میں آنے والے جمعوں کی ادائیگی کا بھی خاص اہتمام کریں۔ قرآن مجید کا ایک نسخہ ہر وقت اپنے ہمراہ رکھیں اور جو موقع میسر ہو تلاوت کریں۔ کتنا خوبصورت ہوگا وہ نظارہ جب ہر طرف قرآن کھولے افراد تلاوت میں مصروف نظر آئیں گے؟ ان بابرکت گھڑیوں کا اس سے بہتر مصرف کیا ہو سکتا ہے۔

((رزقِ حلال کے حصول کا اہتمام))

[3] ...... حلال رزق کے حصول کا اہتمام اس طریقے سے کیا جائے کہ ہماری کمائی میں حرام کا ایک پیسہ بھی شامل نہ ہونے پائے، یاد رکھیں کہ اگر ایسا نہ ہوا، یعنی: دن بھر روزہ رکھ کر بھوک و پیاس کی مشقت کو برداشت کیا اور رات میں حرام مال سے افطار کیا تو اس نے احادیث مبارکہ کی روشنی میں اپنے روزے کے اجر کو بالکل ضائع کر دیا؛

سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مَـنْ لَـمْ يَـدَعْ قَـوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِه، فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ أَنْ يَّدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ". [صحيح البخاري، الرقم: ١٩٠٣] ترجمہ: "جو شخص روزہ رکھنے کے باوجود جھوٹ بولنا نہ چھوڑے اور اس کے مطابق اپنا عمل بنانا نہ چھوڑے تو ایسے بندے کے بھوکا پیاسا رہنے کی اللہ کو کوئی ضرورت نہیں"۔ لہٰذا بالخصوص اس ایک مہینہ میں اور بالعموم سارا سال ہی حرام روزی سے ضرور بچنے کی ترتیب بنائی جائے۔

چنانچہ جن لوگوں کا ذریعہ آمدنی بالکل حرام ہے، جیسے: سودی اداروں (بینک، انشورنس وغیرہ) میں ملازمت کرنے والے، اُنہیں چاہیے کہ وہ کوئی اورحلال ذریعہ معاش تلاش کریں، یا کم از کم اِس ایک مہینہ کے لیے کسی سے کچھ رقم قرض لے لیں، جس سے رمضان کی ضروریات پوری کریں اور آئندہ کے لیے پکا عزم کرلیں کہ میں ضرور حلال ذریعہ آمدنی اختیار کروں گا۔

((قرآن کریم کو تجوید سے سیکھنے کا اہتمام))

[4] ......رمضان المبارک اور قرآن مجید؛ دونوں کا آپس میں بہت زیادہ جوڑ ہے، جناب نبی اکرم ﷺ اس مبارک مہینے میں خاص طور سے اپنی تلاوت کلام مجید بہت زیادہ بڑھا دیتے تھے، اہم بھی اس کی نیت کرلیں، اور اگر قرآن مجید پڑھنا نہیں جانتے یا صحیح طرح تجوید کے ساتھ پڑھنے پر قدرت نہیں ہے تو ابھی سے قرآن کریم کو تجوید کے ساتھ پڑھنے اور سیکھنے کا اہتمام کیا جائے، اس کے لیے ابھی سے کسی اچھے قاری یا حافظ صاحب کا انتخاب کرکے روزانہ اُن سے سیکھنے کی ترتیب بنائی جائے۔

((گھروں سے خرافات کو نکالنے کا اہتمام))

[5] ...... گھروں سے جتنی بھی خرافات والی چیزیں ٹی وی، ڈش، کیبل وغیرہ آلات معصیت ہیں، یہ سب اشیاء ایمان اور اعمال کے ڈاکو ہیں، ان سب کو گھر سے نکال باہر کریں، یہ قدم ہمیشہ کے لیے، اسی پر پختہ رہنے کے عزم سے اُٹھائیں، ورنہ اس ایک مہینہ کے لیے تو ضرور ہی بند کردیں، ٹی وی چینلوں پر رمضان نشریات وغیرہ دیکھنے میں وقت ضائع نہ کریں، یہ باطل کی سازش ہے کہ وہ ہمیں مسجد و مدرسہ کے پاکیزہ اور نورانی ماحول سے دور کرتے ہوئے معصیت، فحاشی وعریانی اور لہو ولعب کے ان شیطانی آلات سے منسلک کردے۔ ہم باطل کی اس سازش کو پوری بیدار مغزی کے ساتھ سمجھیں اور اپنے آپ کو اس سے بچائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ موبائل فون وغیرہ کا استعمال بھی ضرورت کے بقدر کرلیں، اور اپنے ان قیمتی اوقات کو قرآن کریم کی تلاوت، نوافل اور تسبیحات اور مستند علماء کرام کے مشورے سے اہم دینی کتب کا انتخاب کرکے اُن کے مطالعہ میں صرف کریں۔

((ضروری خریداریاں پہلے ہی مکمل کرلی جائیں))

[6] ...... رمضان المبارک کی مہینے بھر کی ضروریات اور عید وغیرہ کے لیے ضروری خریداری اس ماہ مبارک کی آمد سے پہلے ہی مکمل کرلیں، تاکہ رمضان کے بابرکت لمحات بازار کی نحوستوں میں خرچ نہ ہوں۔

((کاروباری حضرات ذخیرہ اندوزی سے بچیں))

[7] ...... عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ کاروباری حضرات رمضان المبارک شروع ہونے سے قبل ہی اپنے پاس رمضان میں زیادہ فروخت ہونے اشیاء کا اسٹاک ذخیرہ کرنے لگتے ہیں، تاکہ رمضان میں مہنگے داموں انہیں فروخت کیا جاسکے، یاد رکھیں یہ امور کئی وجوہات کی بنا پر جائز نہیں ہیں، اس لیے اپنے آپ کو کسی بھی شئے کی ذخیرہ اندوزی سے بچائیں، رزق ومعاش کی تنگی کے ان موجودہ اَحوال میں اپنے مسلمان بھائیوں کی مجبوریوں سے فائدہ نہ اٹھاتے ہوئے اُن کی خیرخواہی اور آسانی کے لیے عام ریٹ پر ہی چیزیں فروخت کریں، رمضان کی وجہ سے چیزوں کی قیمتوں میں ہرگز اضافہ نہ کریں۔

((اپنے گھر کا مالی بجٹ مکمل کریں))

[8] ...... رمضان المبارک کی آمد سے پہلے ہی اپنے گھر کا مالی بجٹ مرتب کریں، جملہ اخراجات کی تفصیل لکھیں اور پھر اس میں جتنی کمی کرنا ممکن ہو کرلیں، اور پھر اپنے اعزہ واقارب اور اڑوس پڑوس میں بسنے والے سفید پوش مسلمان بھائیوں کی مدد کریں۔

((رمضان سے قبل ہی گھروں کے کام سمیٹ لیے جائیں))

[9] ...... عورتوں کو چاہیے کہ گھر کے جملہ امور صفائی ستھرائی، سحری وافطاری کے لیے ممکنہ اشیاء کا پیشگی انتظام، جو رمضان المبارک سے پہلے سر انجام دینا ممکن ہو، انہیں ابھی سے نمٹا دیں تاکہ عورتوں کو بھی سحری وافطاری اور رمضان کے دیگر اوقات میں زیادہ سے زیادہ عبادت کے لیے فرصت کے لمحات میسر آسکیں۔

((ابھی سے تکبیر اولیٰ کا چلہ مکمل کرنے کا عزم اور ترتیب))

[10] ...... ایک بڑی فضیلت جو ہم اکثر مساجد میں تبلیغی جماعت والوں کے حلقۂ تعلیم میں سنتے رہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص چالیس دن اخلاص کے ساتھ ایسے طریقے سے نماز پڑھے کہ اس کی تکبیر اُولی فوت نہ تو اُسے دو پروانے ملتے ہیں، ایک نفاق سے بری ہونے کا اور دوسرا جہنم سے چھٹکارے کا''۔عن أنس قال: قال رسول اللهﷺ: "مَنْ صَلَّى لِلّٰهِ أَرْبَعِينَ يَوْمًا فِي جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيرَةَ الْأُولَى كُتِبَ لَهُ بَرَائَتَانِ: بَرَائَةٌ مِنَ النَّارِ وَبَرَائَةٌ مِنَ النِّفَاقِ''.[سنن الترمذي الرقم: ٢٤١]۔

چالیس دن کی اس ترتیب کو پورا کرنے کا آسان موقع ہم کو میسر ہو رہا ہے، تین دن یہ باقی ہیں، تیس دن رمضان کے اور سات دن اس کے بعد کے، اس طرح تکبیر اولی کے چالیس دن بآسانی مکمل ہو سکتے ہیں، ہمت کر کے اس بار یہ چلہ پورا کر لیا جائے تو کیا ہی کہنے۔ در پردہ اس حدیث مبارکہ میں ایمان پر خاتمے کی بشارت ہے، کیا ہی اچھا ہو کہ اس بار ہم اس رمضان المبارک کو اس طرح بھی قیمتی بنالیں۔

((حضرت شیخ الحدیثؒ کی فضائل اعمال کا گھروں اور مساجد میں مکمل مطالعہ))

[11] ...... ابھی سے فضائل رمضان (مؤلف حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ) کا مکمل مطالعہ بھی کر لیں اور اپنے اہلِ خانہ سے اس کا مذاکرہ بھی کر لیں، اور اس کے ساتھ ساتھ مسائل رمضان بھی جان لیں، کیونکہ جس طرح روزہ رکھنا فرض ہے اسی طرح اس روزہ کو فاسد ہونے سے بچانے کا علم حاصل کرنا بھی فرض ہے۔

((بخشش سے محروم کر دینے والے گناہوں سے اجتناب))

[12] ...... ایک بہت ہی زیادہ اہم کام یہ ہے کہ اپنے آپ کو ان گناہوں سے دور کرنا ہے جن کی وجہ سے اس عظیم الشان رحمتوں، برکتوں اور مغفرتوں والے مہینے میں بھی مغفرت نہیں ہوتی، اور وہ چار گناہ ہیں، 1: والدین کی نافرمانی، 2: قطع تعلقی، 3: دلوں کا کینہ و بغض، 4: شراب کا پینا، ابھی سے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ کہیں ان بیماریوں میں سے کوئی بیماری میرے اندر تو موجود نہیں، اگر ہے تو خدارا اپنے آپ کو اس سے نکال لیں۔

اور اگر اپنے کسی عزیز یا دوست کے اندر ایسی کسی بیماری پائے جانے کا علم ہو تو اس کے سامنے بھی ہاتھ جوڑیں کہ وہ بھی ان گناہوں سے نکل آئے، یقیناً ہمارا یہ فعل اس کے اوپر بہت بڑا احسان ہوگا۔

((سفید پوش غرباء کے ہاں راشن پہنچانے کا بندوبست))

[13] ...... رمضان المبارک میں غرباء پر خرچ کرنے کے لیے اصحاب ثروت کو ترغیب دے کر اس طرف متوجہ کریں، ان کے ذمہ یہ کام ہو کہ محلے بھر میں ایسے سفید پوش ضرورت مند، مستحقین جو دوسرے کے سامنے اپنا ہاتھ نہیں پھیلاتے، کی تلاش کر کے اُن کی فہرست بنالیں، اور پھر اُن کے گھر مہینے بھر کا راشن رمضان شروع ہونے سے قبل ہی یا زیادہ سے زیادہ پہلے روزے کو ہی پہنچا دیں، ایسے افراد بسہولت روزے رکھیں گے تو ان کے روزے رکھنے کا اجر بھی ان خرچ کرنے والوں کو ملے گا، اور ساتھ ساتھ غرباء کے اوپر خرچ کرنے کے فضائل بھی حاصل ہوں گے۔

((رمضان کا چاند دیکھنے کا اہتمام))

[14] ...... انتیسویں (29) شعبان کو سورج غروب ہونے کے بعد چاند دیکھنے کا اہتمام کیا جائے؛ کیوں کہ چاند کی تاریخ یاد رکھنا فرضِ کفایہ ہے اور خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے اہتمام کی وجہ سے شعبان کا چاند دیکھنے اور اس کی تاریخیں یاد رکھنے کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔

☆☆☆............☆☆............☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆☆☆............روزہ: ہم سے کیا چاہتا ہے؟............☆☆☆

قابل صد احترم عزیزو، دوستو اور بزرگو! چونکہ ماہ رمضان ہر سال آتا ہے، اس لیے سوچنا یہ ہے کہ ہمارا یہ رمضان عادتاً گذرتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ؟؟!! طبعی اَمر یہ ہے کہ بار بار ملنے والی نعمت عادتاً استعمال ہونے لگ جاتی ہے، اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ نیت کا اور روزے کے مقصد کا استحضار رہے، جناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَاناً وَاحتِسَاباً غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ"(صحيح مسلم: ٧٦٠).

ترجمہ: جس نے رمضان کے روزے اللہ پر یقین کرتے ہوئے رکھے اور اس کو اجر وثواب کی اُمید میں تو اُس کے سب گناہ معاف ہوجائیں گے۔

اس حدیث مبارکہ میں روزے رکھنے کی نیت کا بیان ہے کہ روزہ رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو راضی رکھنے اور اجر وثواب حاصل کرنے کی نیت ہونی چاہیے۔

اور قرآن پاک کی آیت مبارکہ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ، لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ.[البقرة: ١٨٣]﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے کہ تم سے پہلی امتوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

یعنی: اگر تم روزے رکھو گے اور روزے کی پابندیوں پر عمل کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اندر تقویٰ پیدا کردیں گے۔

تو نتیجہ یہ نکلا کہ روزہ ہم سے چاہتا ہے کہ ہماری زندگی تقوی والی بن جائے۔ تقویٰ کا عام مفہوم یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والی زندگی چھوڑ دیں، گناہوں سے نکل جائیں، ہمارا سرکش نفس نفسِ مطمئنہ بن جائے اور اللہ تعالیٰ راضی ہوکر ہمیں جنت میں داخلہ نصیب فرمادے۔ یہ بہت بڑی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ہم جنت میں داخل ہوجائیں، دلیل یہ ہے کہ اللہ نے ہمیں یہ مبارک مہینہ عطا فرمایا ہے، اس بہانے سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے فرائض کو ستر گنا بڑھادیا، نوافل اور سنن کو اجر میں فرائض کے برابر کردیا، ہماری دعاؤں کی قبولیت کے وعدے کرلیے، گناہوں کی مغفرت، رحمتوں اور برکتوں کا نزول، جہنم کے دروازے بند، جنت کے دروازے کھلے، یہ سب کچھ بتلا رہا ہے کہ اللہ ہمیں نوازنا چاہتے ہیں۔

رمضان کو"شھر اللہ" کہا گیا ہے، مراد اس سے یہ ہے کہ اس مہینہ میں اللہ کا خصوصی قرب حاصل کیا جاسکتا ہے، اس قرب کا حصول دو طریقے سے ممکن ہے: ایک، ممنوعات ومحرمات سے بچنا، اور دوسرا، عبادت میں مصروفیت۔

پہلی چیز پرہیز کہلاتی ہے اور دوسری چیز دوا، دوا سے زیادہ پرہیز کی اہمیت ہوتی ہے، ایک شخص دوا چھی سے اچھی استعمال کرتا رہے، لیکن پرہیز نہ کرے تو کیا ہوگا؟؟ یقیناً: اُسے دوا کا نفع تو درکنار، نقصان ضرور ہوجائے گا۔

تو پرہیز ہے، گناہوں سے بچنا، اس لیے اگر ہم نے اپنے آپ کو گناہوں سے نہ بچایا تو پھر جناب نبی اکرم ﷺ کی زبان سے نکلی ہوئی وعیدوں کے مستحق بھی ہم ہی بنیں گے، اور وہ وعیدیں ہیں بھی بہت سخت، ملاحظہ ہو:

"فَإِنَّ الشَّقِيَّ مَنْ حُرِمَ فِيْهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ". (الطبراني) ترجمہ: بے شک حقیقی محروم تو وہ شخص ہے جو اس مہینے میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم ہوگیا۔

"بَـعُدَ مَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ، قُلْتُ : آمِيْن". (المستدرك) ترجمہ:اللہ کی رحمت سے دور ہوجائے وہ شخص جو اس مہینے کو پائے اور اس کے باوجود اس کی مغفرت نہ ہو سکے۔

"اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ مَا لَمْ يَخْرُقْهَا". (النسائی) ترجمہ:روزہ ڈھال ہے جب تک کہ اسے پھاڑ نہ ڈالے۔

"رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الْجُوْعُ، وَرُبَّ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا السَّحَرُ". (ابن ماجه) ترجمہ:بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ انہیں (روزے کے ثمرات میں) سوائے بھوکا رہنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا، اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ انہیں سوائے رات جاگنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

یہ سب کچھ کیوں ہے؟ اس لیے کہ انہوں نے پرہیز نہیں کیا، گناہ نہیں چھوڑے، اللہ کی نافرمانیاں نہیں چھوڑیں، اِس لیے اِس قسم کی محرومیوں سے بچنے کے لیے ضروری ہے، کہ ہم گناہوں سے پرہیز کریں۔

کرنا کیا پڑے گا؟ فقط یہ کہ اس تربیتی کورس میں کامیاب ہوجائیں اور بقیہ زندگی اسی حاصل ہونے والی تربیت کے زیر اثر گذار لیں، صبح سے شام تک جس طرح کھانے پینے اور جماع سے رکنا ہے، اِسی طرح جسمانی اَعضاء سے سرزد ہونے والے ظاہری اور باطنی گناہوں سے رکنے والے بن جائیں۔ ہماری آنکھ؛ وہ دیکھے جو اللہ چاہتے ہیں، ہمارا کان؛ وہ سنے جو اللہ چاہتے ہیں، ہماری زبان؛ وہ بول نکالے جو اللہ کی مرضی والا ہو، ہمارے ہاتھ اور پاؤں کا استعمال بھی اللہ کی مرضیات کے مطابق ہو، اسی طرح جو لقمہ بھی پیٹ میں جائے وہ حلال ہو حرام نہ ہو۔

اِسی طرح باطنی اَمراض؛ جھوٹ، غیبت، چغلی، حسد، تکبر وغیرہ سے بچنا بھی ضروری ہے، تبھی یہ روزہ ہمیں حقیقی فائدہ دے سکے گا، ورنہ یاد رکھیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے: "بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو سوائے بھوکا پیاسا رہنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا"۔ اس حدیث مبارکہ کا مصداق وہی لوگ ہیں جو روزہ تو رکھتے ہیں، لیکن اپنے آپ کو گناہوں سے دور نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں روزے کے مقاصد پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے، اور روزے کے جو حقیقی انعامات ہیں ان کا وافر حصہ ہمیں نصیب فرمائے، آمین ثم آمین

☆☆☆............☆☆............☆☆☆

رمضان المبارک کے روزوں سے مقصودِ اصلی چونکہ حصول تقوی ہے،

اس لیے تقوی سے متعلق سب سے جامع بحث "موسوعة نضرة النعيم في مكارم أخلاق الرسول الكريم صلی اللہ علیہ وسلم" میں موجود ہے، مذکورہ کتاب سے متعلقہ حصہ الگ کرکے اس فائل کے ساتھ لف کیا جارہا ہے،

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اولا: تقویٰ کا لغوی واصطلاحی معنی۔ قرآن مجید میں تقوی کے معنی۔ تقوی والوں کے لیے قرآنی بشارتیں، متقی لوگوں کی صفات، اس کے بعد قرآن میں تقوی چھ معنی میں استعمال ہوا ہے، ان چھ معانی: [1] بمعنى تنزية القلب عن المعاصى، [2] بمعنى الخوف والخشية، [3] بمعنى الطاعة، [4] بمعنى العبادة، [5] بمعنى التوحيد والإيمان، [6] بمعنى الإخلاص، کے بارے میں الگ الگ (کل:158) قرآنی آیات۔ اس کے بعد متقی لوگوں کا جزاء کا بیان۔

اور پھر تقوی سے متعلق (47) احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور آخر میں تقوی سے متعلق (8) آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کا بیان ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆☆☆ بچوں سے بھی روزہ رکھوائیں ☆☆☆

﴿يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ . [التحريم: ٦]﴾ ترجمہ: ”اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو، اور اپنے اہل وعیال کو اُس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے“۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ”كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، اَلْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا، وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، قَالَ: وَحَسِبْتُ أَنْ قَدْ قَالَ: وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ“.[صحيح البخاري، الرقم: ٨٩٣] ترجمہ: ”کہ تم میں سے ہر ایک نگراں ہے اور اس کے ماتحتوں کے متعلق اس سے سوال ہوگا۔ امام نگراں ہے اور اس سے سوال اس کی رعایا کے بارے میں ہوگا۔ انسان اپنے گھر کا نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ خادم اپنے آقا کے مال کا نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ انسان اپنے باپ کے مال کا نگراں ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہوگا اور تم میں سے ہر شخص نگراں ہے اور سب سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔

قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت مبارکہ اور حدیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے رکھتے ہوئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ہر کلمہ گو نے اپنے اپنے تعلق اور واسطہ والوں کی درجہ بدرجہ فکر کرنی ہے کہ وہ سب کے سب بھی پورے دین پر چلنے والے بن جائیں، وہ سب بھی اپنی آخرت ہو سامنے رکھ کر زندگی کی ترتیب بنانے والے بن جائیں، چنانچہ حالیہ تقاضے کے مطابق ہم نے اپنے بیوی بچوں اور ماتحتوں کی بھی فکر کرنی ہے کہ وہ سب بھی اس آنے والے ماہِ مبارک میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے بن جائیں، روزہ بھی رکھیں اور جو روزے سے مقصود ہے، یعنی: تقویٰ کا حصول، اس کی فکر اور بھاگ دوڑ میں بھی لگنے والے ہو جائیں، چنانچہ ذیل میں بچوں اور عورتوں سے متعلق روزوں کے جو احکامات ہیں مختصر انداز میں ذکر کیے جائیں گے:

روزے کی فرضیت کا تعلق بلوغت سے ہے، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، لڑکے اور لڑکی پر بالغ ہونے کے بعد نماز ادا کرنا اور روزہ رکھنا فرض ہو جاتا ہے، بالغ ہونے کی علامت یہ ہے کہ لڑکے کو احتلام یا انزال ہو جائے اور لڑکی کو حیض آ جائے، یا وہ حاملہ ہو جائے، اگر بلوغت کی کوئی علامت نہ پائی جائے تو پندرہ سال کی عمر ہونے پر انہیں بالغ تسلیم کیا جائے گا اور ان پر نماز اور روزہ رکھنا فرض ہوگا۔

البتہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کو اس بات کی تاکید کی ہے کہ جب بچہ/ بچی سات سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز کا حکم دیا جائے، اور دس سال کے ہونے پر نماز نہ پڑھنے پر سرزنش کرنے کا حکم دیا ہے۔

اسی طرح بالغ ہونے سے پہلے بھی اگر اندازہ ہو جائے کہ بچے میں روزہ رکھنے کی طاقت پیدا ہو چکی ہے، اور روزہ رکھنے سے اس کو کوئی ضرر یا شدید تکلیف لاحق نہیں ہوگی، تو سمجھا بجھا کر اس کو روزہ رکھوانے کی کوشش کی جائے گی، اور جب وہ دس سال کا ہو جائے تو اس کی تحمل و برداشت کے موافق روزہ رکھنے کی تاکید کی جائے گی، تاکہ اس کی عادت بن جائے اور بالغ ہونے کے بعد اس کے لیے روزہ رکھنے میں دشواری نہ ہو۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ حکایت صحابہ میں لکھتے ہیں: (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے) کمسن اور نوعمر بچوں میں جو دین کا (اور اپنے آپ کو دین پر قربان کر دینے کا) جذبہ تھا وہ حقیقت میں ان کے بڑوں کی پرورش کا ثمرہ تھا، (ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے) اگر ماں باپ اور دوسرے اولیاء (سرپرست) اولاد کو شفقت میں کھو دینے اور ضائع کر دینے کی بجائے شروع ہی سے ان کی دینی حالت کی خبر گیری اور اس پر تنبیہ

رکھیں تو دین کے امور بچوں کے دلوں میں جگہ پکڑیں اور بڑی عمر میں جا کر وہ چیزیں ان کے لیے بمنزلۂ عادت کے ہو جائیں۔ لیکن ہم لوگ اس کے برخلاف بچے کی ہر بری بات پر بچہ سمجھ کر چشم پوشی کرتے ہیں بلکہ زیادہ محبت کا جوش ہوتا ہے تو اس پر خوش ہوتے ہیں اور دین میں جتنی کوتاہی دیکھتے ہیں اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلی دیتے ہیں کہ بڑے ہو کر سب درست ہو جاوے گا۔ حالانکہ بڑے ہو کر وہی عادات پکتی ہیں جن کا شروع میں بیج بویا جا چکا ہے آپ چاہتے ہیں کہ بیج چنے کا ڈالا جائے اور اس سے گیہوں پیدا ہو، یہ مشکل ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ بچے میں اچھی عادتیں پیدا ہوں، دین کا اہتمام ہو، دین پر عمل کرنے والا ہو تو بچپن ہی سے اس کو دین کے اہتمام کا عادی بنائیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بچپن ہی سے اپنی اولاد کی نگہداشت فرماتے تھے اور دینی امور کا اہتمام کراتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص پکڑ کر لایا گیا جس نے رمضان میں شراب پی رکھی تھی اور روزہ سے نہیں تھا۔ حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا: ''وَيْلَكَ وَصِبْيَانُنَا صِيَامٌ، فَضَرَبَهُ''. [صحيح البخاري، الرقم: ۱۹۶۰] تیرا ناس ہو، ہمارے تو بچے بھی روزہ دار ہیں۔ یعنی: تو اتنا بڑا ہو کر بھی روزہ نہیں رکھتا، اُس کو اسّی کوڑے شراب کی سزا میں مارے، اور مدینہ منورہ سے نکل جانے کا حکم فرما کر ملک شام کو چلتا کر دیا۔

حضرت رُبَیِّع بنت مُعَوِّذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''أَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ غَدَاةَ عَاشُورَاءَ إِلٰى قُرَى الْأَنْصَارِ، مَنْ أَصْبَحَ مُفْطِرًا فَلْيُتِمَّ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ، وَمَنْ أَصْبَحَ صَائِمًا فَلْيَصُمْ، قَالَتْ: فَكُنَّا نَصُومُهُ بَعْدُ، وَنُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا، وَنَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ، فَإِذَا بَكٰى أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ، أَعْطَيْنَاهُ ذَاكَ حَتّٰى يَكُونَ عِنْدَ الْإِفْطَارِ''. [صحيح البخارى، الرقم: ۱۹۶۰] '' کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اعلان کرایا کہ آج عاشورہ کا دن ہے، سب کے سب روزہ رکھیں۔ ہم لوگ اس کے بعد سے ہمیشہ روزہ رکھتے رہے، اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے، جب وہ بھوک کی وجہ سے رونے لگتے تو روئی کے گالے کے کھلونے بنا کر ان کو بہلایا کرتے تھے اور افطار کے وقت تک اسی طرح اُن کو کھیل میں لگائے رکھتے تھے۔

بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ مائیں دودھ پیتے بچوں کو دودھ نہیں پلاتی تھیں، اگرچہ اُس وقت قویٰ نہایت قوی تھے، اور اب بہت ضعیف، وہ لوگ اور وہ بچے اس کے متحمل تھے، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ جتنے کا اب تحمل ہے، وہی کہاں کیا جاتا ہے، تحمل کا دیکھنا تو نہایت ضروری ہے، مگر اب جس کا تحمل ہو اس میں کوتاہی یقیناً نامناسب ہے۔

بچوں کو روزہ کی عادت ڈالنے کے لیے مندرجہ ذیل تدابیر اختیار کرنا فائدہ مند رہے گا:

[1] دس سال اور اس سے بڑی عمر کے بچوں کو سحری میں ضرور اٹھائیں، اور اپنے ساتھ سحری میں شریک کریں۔

[2] تمام نمازوں میں اور بالخصوص تراویح میں باپ انہیں سمجھا کر مسجد میں اپنے ہمراہ لے کر جائے۔

[3] افطاری کے وقت انہیں اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھائیں، اور اس وقت روزہ کھلنے تک اُنہیں کچھ بھی نہ کھانے دیں اور نہ پینے دیں۔

[4] جس دن وہ پہلا روزہ رکھیں، اُس دن اُن کی حوصلہ افزائی کے لیے افطار پارٹی کا نام دے کر کوئی ہلکا پھلکا گھر کے افراد میں ہی ایک ماحول بنائیں۔ بچے کی تعریف کریں، اُس کو شاباش دیں، ہر کسی کے سامنے بچے کی موجودگی میں اُس کے روزہ رکھنے کا تذکرہ کریں۔

[5] بچہ روزہ نہ بھی رکھے تب بھی دن کے جتنے حصے میں روزہ رکھنے کی قدرت ہو بغیر کھائے پیے وقت گزروائیں۔

[6] بچے کو روزہ نہ رکھنے کی صورت میں جب کھانے پینے کی حاجت ہو تو اُسے اس کا عادی بنائیں کہ وہ سب کے سامنے نہ کھائے پیے۔

[7] روزانہ خود تلاوت قرآن پاک کرتے وقت بچوں کو اپنے ساتھ بٹھا کر تلاوت قرآن کا عادی بنائیں۔

[8] روزہ رکھنے کی صورت میں دن میں اُس کے سونے کی ترتیب ضرور بنائیں۔

[9] بچوں میں روزے رکھنے کا مقابلہ کروایا جائے، اور روزے رکھنے والوں کو مناسب انعام بھی دیا جائے۔

[10] اگر بچہ روزہ رکھ کر توڑ دے تو اس پر کوئی قضا یا کفارہ نہیں ہے۔ وغیرہ وغیرہ

☆☆☆............عورتوں کا روزہ............☆☆☆

بالغ بچی پر بھی رمضان کے روزے فرض ہیں، جس کا اہتمام کرنا خود اس پر بھی اور اس کے والدین پر بھی ضروری ہے، اور جو نابالغ بچی ہو اُس کو بھی سابقہ تفصیلات کے مطابق روزہ رکھنے کی عادت ڈالنے کی کوشش کی جائے۔ رمضان المبارک کے روزوں سے متعلق عورتوں کے کچھ خاص مسائل ہیں، جو ذیل میں ذکر کیے جا رہے ہیں، جن مسائل کا سمجھنا دشوار ہو یا مزید کوئی بات قابل استفسار ہو وہ اپنے محرم مردوں کے ذریعے معتمد مفتیان کرام سے دریافت کر لی جائے۔

[1] ماہ رمضان میں جب کسی عورت کے ''مخصوص ایام'' شروع ہو جائیں تو اُن دنوں میں رمضان کا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے، بعد میں اُن دنوں کی قضاء کرنا لازم ہے، جب تک وہ قضاء نہ کر لے، وہ روزے اس کے ذمے باقی رہیں گے، صرف توبہ و استغفار سے معاف نہیں ہوں گے۔ اُن روزوں کی قضاء میں عورتوں میں بہت سستی دیکھنے میں آتی ہے، یہ قابلِ افسوس امر ہے، اِس کے سدباب کی ضرورت ہے، موت سے قبل ہی اِس کی فکر کرنا اور ترتیب بنانا ضروری ہے۔

[2] عورتوں کا رمضان کے روزے رکھنے کی غرض سے ایسی ادویات کا استعمال کرنا، جن سے ماہواری رک جاتی ہے، جسمانی اعتبار سے اُن کے انتہائی نقصان دہ ہونے کی وجہ سے درست نہیں ہے، لیکن اِس کے باوجود اگر کوئی عورت وہ ادویات استعمال کر لے اور اُس کو ماہواری نہ آئے اور وہ روزے رکھ لے تو یہ رکھے جانے والے روزے درست ہیں۔

[3] اگر کسی عورت کو روزے کی حالت میں دن کے کسی بھی حصے میں ماہواری شروع ہو جائے تو وہ روزہ فاسد ہو جائے گا، اِس کے بعد کھانے پینے کی اجازت ہوگی، اور اِس روزے کی قضاء بھی بعد میں لازم ہوگی۔

[4] رمضان کے کسی دن کے کسی بھی حصے میں ماہواری سے پاکی ہو گئی تو غروبِ آفتاب تک روزے داروں کی مشابہت اختیار کرنا، یعنی: کچھ بھی کھائے پیے بغیر رہنا واجب ہے، (لیکن بہتر یہ ہے کہ کسی کے سامنے نہ کھائے پیے) اور اُس دن کے روزے کی قضاء بھی لازم ہوگی۔

[5] ماہواری تین دن سے کم، یا دس دن سے زیادہ ہو تو اُن دنوں میں روزہ رکھنا لازم ہے۔

[6] حاملہ عورتوں کے لیے روزہ رکھنے میں اُصول یہ ہے کہ اگر اُس کو غالب گمان ہو کہ روزہ رکھنے سے خود اُس کی یا بچے کی جان کو نقصان پہنچے گا تو روزہ نہ رکھنے کی گنجائش ہے۔ بعد میں قضاء کرنا لازم ہوگی۔

[7] حاملہ عورت نے روزہ رکھا ہوا تھا لیکن کوئی ایسی بات پیش آ گئی کہ جس سے اپنی جان یا بچے کی جان جانے کا غالب اندیشہ ہو تو روزہ توڑ دینا درست ہے، بعد میں صرف قضاء لازم ہوگی۔

[8] کسی کا دودھ پیتا بچہ ہو، اور اُسے دودھ پلانے میں حد درجہ مشقت ہو، اور ایسی کمزوری پیدا ہو جاتی ہو کہ روزہ رکھنا ناممکن یا بہت زیادہ دشوار ہو جانے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں بھی روزہ نہ رکھنے کی گنجائش ہے، بعد میں اُن کی صرف قضاء کرنا لازم ہوگا۔

[9] اگر کسی عورت کا شوہر سخت مزاج ہو اور سالن وغیرہ میں نمک کی کمی و بیشی پر وہ جھگڑا کرتا ہو تو ایسی عورت کے لیے سالن پکانے ہوتے معمولی سا نمک چکھ کر تھوک دینا درست ہے، اِس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

[10] روزے کی حالت میں سرمہ، سرخی، پاؤڈر وغیرہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

[11] عورتیں روزے کی حالت میں گھر کے کام وکاج کے ساتھ بہت سے خیر کے کاموں کو کر سکتی ہیں، مثلا: سحری بنانے کے لیے جب

اُٹھیں تو پہلے حسب توفیق دو، چار، چھ یا آٹھ رکعت پڑھ لے، کچھ تلاوت قرآن مجید کرلے، دعا کرلے، پھر کھانا پکانا کرتے ہوئے اپنی زبان کو ذکر اِلٰہی میں مشغول رکھے۔ دن بھر کے نوافل کا اہتمام کرے، رات کی اِفطاری کے کاموں کو اِس طرح سمیٹ لے کہ غروب آفتاب سے بیس پچیس منٹ قبل فارغ ہو جائے، اُس وقت گھر کے سب اَفراد مل کر دعا میں مشغول ہو جائیں، اِفطاری کے بعد بروقت کاموں سے فارغ ہو کر تراویح کی تیاری کریں، اور جلد تراویح ادا کر کے سونے کی ترتیب بنائیں تا کہ سحری میں جلد اُٹھنا ممکن ہو سکے۔

☆☆☆............☆☆............☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆☆☆............سحری اورافطاری کی دعائیں............☆☆☆

روزہ رکھنے کی نیت

”وَبِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ“.

یہ دعا فقط روزے کی نیت کے استحضار کے لیے ہے، ورنہ اصالۃً روزے کی نیت دل کا فعل ہے، یعنی: اگر دل میں روزہ رکھنے کا ارادہ ہے تو روزہ صحیح ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے، البتہ اگر کوئی شخص زبان سے یہ الفاظ بھی کہنا چاہے تو اس میں بھی شرعاً کوئی حرج نہیں۔

[1] روزہ کھولنے سے پہلے کی دعا

” اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ“۔[سنن أبي داؤد]

ترجمہ: اے اللہ! آپ کے لیے ہی میں نے روزہ رکھا، اور آپ کے رزق پر ہی میں روزہ کھولتا ہوں۔

اس دعا کے پہلے جملے میں روزے میں اخلاص کی تاکید ہے اور دوسرے جملے میں نعمت رزق کا شکریہ ادا کرنے کی ترغیب ہے۔

نوٹ: اس دعا میں جو ”وَبِكَ آمَنْتُ“ اور ”وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ“ کے الفاظ کیلنڈروں میں لکھے ہوئے ملتے ہیں وہ احادیث مبارکہ سے ثابت نہیں۔[مرقاۃ المفاتیح]، البتہ اگر کوئی سنت کی نیت کیے بغیر ان کلمات کو بھی پڑھ لیتا ہے تو معنی درست ہونے کی وجہ سے جائز ہے۔

[2] روزہ کھولنے کے بعد کی دعا

”ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ“.[سنن أبي داؤد]

ترجمہ: پیاس جاتی رہی، رگیں تر وتازہ ہوگئیں، اور اللہ نے چاہا تو اجر ثابت ہوگا۔

یعنی: سارا دن پیاس اور خشکی کی جو تکلیف اٹھائی وہ افطار کرتے ہی الحمد للہ ختم ہوگئی ہے، تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس روزے کا اجر بھی ان شاء اللہ ضرور دے دیں گے۔

[3] اگر کسی کے پاس روزہ افطار کیا جائے تو وہاں یہ دعا پڑھیں

” أَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ، وَأَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ، وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ“۔[سنن أبي داؤد]

ترجمہ: روزے داروں نے آپ کے ہاں روزہ افطار کیا، اور نیک لوگوں نے آپ کا کھانا کھایا، اور فرشتوں نے آپ کے لیے دعائے مغفرت کی۔

نوٹ: افطار کے وقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے دعاؤں کی قبولیت کا وعدہ ہے، اس لیے افطار سے قبل اپنی دنیوی واخروی حاجات کے لیے، اپنے والدین اور عزیز واقارب کے لیے اور پوری امت مسلمہ کے لیے خوب دعائیں کرنی چاہییں، اس کے ساتھ ساتھ اوپر ذکر کردہ دعائیں بھی مانگ لیں۔

اور اگر ممکن ہو تو ادعیہ ماثورہ پر مشتمل مجموعے، مثلا: الحزب الاعظم، یا مناجات مقبول کی دعائیں بھی اس موقع پر پڑھ لی جائیں۔

☆☆☆............☆☆............☆☆☆

مفتی محمد راشد ڈسکوی غفرلہ، (0300-7798967) مفتی محمد اُویس حفظہ اللہ، (0323-3693369)
دار الافتاء جامع مسجد اشتیاق، جاکے روڈ، ڈسکہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆☆☆...........((رمضان کے روزوں کے فضائل))...........☆☆☆

...........((روزہ گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہے))...........

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ صَامَ رَمَضَانَ، إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ". [صحيح البخاري،الرقم: 38]ترجمہ:"جس شخص نے ایمان اور احتساب (اللہ کو راضی کرنے کے جذبے کے ساتھ اور ثواب کی اُمید پر) کے ساتھ رمضان کا روزہ رکھا تو اس کے پچھلے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں"۔

اس حدیث مبارکہ میں روزہ رکھنے اور رمضان المبارک میں قیام کرنے کے ساتھ ایمان اور احتساب کی شرط لگائی گئی ہے، یعنی: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ سب چیزوں پر کامل ایمان رکھتے ہوئے محض اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے جذبے کے ساتھ روزہ رکھنے پر یہ اجر ملے گا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ". (سنن النسائي، الرقم: 2208)ترجمہ:"جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوجاتا ہے، جس طرح ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو"۔

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ". [صحيح البخاري،الرقم: 1901] ترجمہ:"جو کوئی شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور حصول ثواب کی نیت سے عبادت میں کھڑا ہو اس کے تمام اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے"۔

...........((روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں))...........

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: فَرْحَةٌ حِينَ يُفْطِرُ، وَفَرْحَةٌ حِينَ يَلْقَى رَبَّهُ". (صحيح البخاري، الرقم: 1805) ترجمہ:"روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک افطار کے وقت اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملاقات کے وقت"۔ یعنی: ایک خوشی ہر روزے دار کو اس وقت میسر ہوتی ہے، جب وہ کڑے دن کی بھوک اور پیاس کے بعد لذتِ طعام سے آسودہ ہوتا ہے۔ دوسری خوشی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اس وقت نصیب ہوگی جب عالمِ اخروی میں اسے دیدارِ الٰہی کی نعمتِ عظمیٰ سے نوازا جائے گا۔

...........((روزے کا اجر وثواب))...........

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ، اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ إِلَى مَا شَاءَ اللَّهُ، يَقُولُ اللَّهُ: إِلَّا الصَّوْمَ؛ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي! بِهِ". (سنن ابن ماجه، الرقم: 1638)ترجمہ:"آدم کے بیٹے کے نیک عمل کا اجر، جتنا اللہ چاہے بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ روزہ اس سے مستثنیٰ ہے، کیونکہ وہ میرے لیے ہے۔ اور میں ہی اس کی جزا دوں گا"۔

...........((روزے کے اتنے زیادہ اجروثواب کی وجوہات))...........

دیگر عبادات کی بہ نسبت روزے کی اس قدر فضیلت ملنے کی کئی وجوہات علماء کرام نے اپنی اپنی کتب میں تحریر فرمائیں ہیں، جن کا خلاصہ ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

[☆] ایک وجہ یہ ہے کہ روزہ لوگوں سے پوشیدہ ہوتا ہے، اس کی بقاء وعدمِ بقاء کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہوسکتا۔ بخلاف دیگر عبادات کے، کہ ان

کا حال تو لوگوں کو بھی معلوم ہوسکتا ہے۔اس لحاظ سے روزہ خالص اللہ کے لیے ہی ہوا۔حدیث کے الفاظ "فَإِنَّهُ لِي" سے اسی چیز کی طرف اشارہ ہے۔

[☆] دوسری وجہ یہ ہے کہ روزے میں بھوک، پیاس اور دیگر خواہشاتِ نفسانی پر صبر کرنا پڑتا ہے جبکہ دوسری عبادتوں میں اس قدر مشقت اور نفس کشی نہیں ہے۔

[☆] ایک وجہ یہ بھی ہے کہ روزہ میں ریا کاری کا عمل دخل نہیں ہوتا، جبکہ دوسری ظاہری عبادات، مثلا: نماز، زکوٰۃ، قربانی، حج، صدقہ وغیرہ میں ریا کاری کا دخل ہوسکتا ہے۔

[☆] ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کھانے پینے سے استغناء اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی صفات میں سے ہے۔روزہ دار اللہ تعالیٰ کی اس صفت کو اپنے اندر پیدا کر کے مقربِ الٰہی بن جاتا ہے۔

((روزہ گناہوں سے ڈھال ہے))

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ مِنَ النَّارِ كَجُنَّةِ أَحَدِكُمْ مِنَ الْقِتَالِ". (سنن النسائي، الرقم: 2231) ترجمہ: "روزہ جہنم کی آگ سے ڈھال ہے جیسے تم سے کسی شخص کے پاس لڑائی کی ڈھال ہو"۔

صاحبِ نہایہ لکھتے ہیں کہ روزہ کے ڈھال ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ روزہ دار کو موذی شہوات سے باز رکھتا ہے۔امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روزہ کے ڈھال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی مشروعیت کے لحاظ سے سترہ اور حفاظت کا سامان ہے۔پس روزہ دار کا فرض ہے کہ وہ اپنے روزے کو ایسی چیزوں سے بچائے جو اسے فاسد کر دیتی ہیں اور اس کے ثواب کو کم کر دیتی ہیں۔اور یہ بھی صحیح ہے کہ روزہ کو اس کے فائدہ کے لحاظ سے ڈھال قرار دیا جائے کہ وہ شہواتِ نفس کو ضعف کر دیتا ہے۔قاضی عیاضؒ نے "اکمال المعلم" میں فرمایا ہے کہ "جنۃ" کا معنی ہے کہ روزہ گناہوں اور آگ سے حفاظت کا سبب ہے۔

((روزہ دار کے منہ کی بو مشک سے بھی بہتر ہے))

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَخُلْفَةُ فَمِ الصَّائِمِ، أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ". (صحيح مسلم،الرقم: 1151) ترجمہ: "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے۔روزہ دار کے منہ کی ہوا اللہ کے نزدیک قیامت کے دن مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ بہتر ہے"۔

((روزہ دار کے لیے جنت کے دروازوں کا کھلنا اور جہنم کے دروازوں کا بند ہونا))

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ". (صحيح البخاري، الرقم: 1800) ترجمہ: "جب رمضان داخل ہوجاتا ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے"۔

((روزہ دار کے لیے جنت کا ایک دروازہ "الریان" مخصوص ہے))

حضرت سہل بن سعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ، يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُونَ يَوْمَ القِيَامَةِ، لاَ يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، يُقَالُ: أَيْنَ الصَّائِمُونَ؟ فَيَقُومُونَ؛ لاَ يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، فَإِذَا دَخَلُوا أُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ". (صحيح البخاري، الرقم: 1797) ترجمہ: "جنت میں ایک دروازہ ہے، جس کا نام "ریان" ہے۔روز قیامت اس میں

روزہ دار داخل ہوں گے، ان کے علاوہ کوئی دوسرا اس میں سے داخل نہیں ہوگا، اس دن کہا جائے گا کہ روزے دار کہاں ہیں؟ تو روزے رکھنے والے کھڑے ہوں گے، ان کے علاوہ کوئی بھی جنت میں اس مخصوص دروازے سے داخل نہ ہو سکے گا، جب وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے تو پھر اس دروازے کو بند کر دیا جائے گا، اور اور اس دروازے سے داخل نہ ہو سکے گا"۔

((رمضان کا ایک روزہ سارے زمانے کے روزوں کے برابر))

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ وَلَا مَرَضٍ، لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهِ وَإِنْ صَامَهُ". (سنن الترمذي، الرقم: ٧٢٣)

ترجمہ: "جس نے بغیر کسی شرعی رخصت اور بغیر کسی بیماری کے رمضان کا کوئی روزہ نہیں رکھا تو پورے سال کا روزہ بھی اس (کے اجر) کو پورا نہیں کر پائے گا چاہے وہ پورے سال روزے سے رہے"۔

((رمضان میں امت محمد ﷺ کو پانچ خصوصی انعامات))

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "أُعْطِيَتْ أُمَّتِي خَمْسَ خِصَالٍ فِي رَمَضَانَ، لَمْ تُعْطَهَا أُمَّةٌ قَبْلَهُمْ: [1] خُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ، [2] وَتَسْتَغْفِرُ لَهُمُ الْمَلَائِكَةُ حَتَّى يُفْطِرُوا، [3] وَيُزَيِّنُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ كُلَّ يَوْمٍ جَنَّتَهُ، ثُمَّ يَقُولُ: "يُوشِكُ عِبَادِي الصَّالِحُونَ أَنْ يُلْقُوا عَنْهُمُ الْمَئُونَةَ وَالْأَذٰى وَيَصِيرُوا إِلَيْكِ، [4] وَيُصَفَّدُ فِيهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِينِ، فَلَا يَخْلُصُوا إِلَى مَا كَانُوا يَخْلُصُونَ إِلَيْهِ فِي غَيْرِهِ، [5] وَيُغْفَرُ لَهُمْ فِي آخِرِ لَيْلَةٍ". قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَهِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنَّ الْعَامِلَ إِنَّمَا يُوَفَّى أَجْرَهُ إِذَا قَضَى عَمَلَهُ". (مسند أحمد: الرقم: 7917) ترجمہ: میری امت کو رمضان میں پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو اس سے پہلے کسی امت کو نہیں دی گئیں، روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے، افطار تک فرشتے ان کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ روزانہ جنت کو مزین فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ عنقریب میرے نیک بندے اپنے اوپر سے محنت وتکلیف کو اتار پھینکیں گے اور تیرے پاس آئیں گے، اس مہینے میں سرکش شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ لہٰذا غیر رمضان میں انہیں جو آزادی حاصل ہوتی ہے وہ اس مہینے میں نہیں ہوتی، اور ماہ رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی بخشش کر دی جاتی ہے، کسی نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا یہی شب قدر ہے؟ فرمایا: نہیں، البتہ بات یہ ہے کہ جب مزدور اپنی مزدوری پوری کر لے تو اُسے اس کی تنخواہ پوری پوری دے دی جاتی ہے۔

[نوٹ] مذکورہ فضائل بہت مختصر ذکر کیے ہیں، اس بارے میں حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کی بہترین کتاب "فضائل رمضان" کا مطالعہ ضرور کر لیا جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆☆☆…………روزے کے آداب + نظام الاوقات…………☆☆☆

کوئی بھی تاجر یا ملازم اپنے سیزن کے زمانے کو اپنے کسی بھی دیگر کاموں میں خرچ کرنا گوارا نہیں کرتا، تو ہم ایمان والوں کے لیے تو رمضان کا مبارک مہینہ بڑا بھرپور سیزن ہے، اس سیزن میں اللہ کی رحمتوں، برکتوں، مغفرتوں اور اس کی رضامندی کے حصول جیسے منافع سے خوب حصہ وصول کرنا ہی ہمارے پیشِ نظر ہونا چاہیے۔

اس لیے مشائخ نے روزے کے کچھ ایسے آداب بتلائے ہیں کہ اگر روزہ ان آداب کے ساتھ رکھا جائے گا تو یقیناً اس کے پورے ثمرات ہمارا مقدر بنیں گے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی صاحب رحمہ اللہ نے ان آداب کو اپنی مایہ ناز تصنیف ''فضائل رمضان'' میں تفصیلاً ذکر کر کیا ہے، ان کا خلاصہ ذیل میں پیش کیا جارہا ہے۔ اگر بالتفصیل وہاں بھی دیکھ لیا جائے تو نفع والی اور بہت ساری باتیں سامنے آئیں گی، ان شاء اللہ

''مشائخ نے روزہ کے آداب میں چھ اُمور تحریر فرمائے ہیں کہ روزہ دار کو اُن کا اہتمام ضروری ہے،

پہلی چیز: نگاہ کی حفاظت کہ کسی بے محل جگہ پر نہ پڑے، یعنی: ہر اُس چیز کی طرف دیکھنے سے بچنا جو اللہ کی یاد سے غافل کر دے، اسی طرح کسی لہو ولعب وغیرہ ناجائز جگہ پر بھی نہ پڑے۔

دوسری چیز: زبان کی حفاظت ہے۔ یعنی: جھوٹ، چغل خوری، بے کار بات، غیبت، بدگوئی، بدکلامی، جھگڑا وغیرہ سے بچنا سب چیزیں اس میں داخل ہیں۔

تیسری چیز: جس کا روزہ دار کو اہتمام ضروری ہے وہ کان کی حفاظت ہے، ہر مکروہ چیز سے، جس کا کہنا اور زبان سے نکالنا ناجائز ہے، اُس کی طرف کان لگانا اور سننا بھی ناجائز ہے۔

چوتھی چیز: باقی اعضاءِ بدن: مثلاً: ہاتھ کا ناجائز چیز کے پکڑنے سے، پاؤں کا ناجائز چیز کی طرف چلنے سے روکنا، اور اسی طرح دوسرے اعضاءِ بدن کا۔ اسی طرح پیٹ کا افطار کے وقت مشتبہ چیز سے محفوظ رکھنا۔

پانچویں چیز: افطار کے وقت حلال مال سے بھی اتنا زیادہ نہ کھانا کہ پیٹ خوب بھر جائے، اس لیے کہ روزہ کی غرض زیادہ کھانے سے فوت ہو جاتی ہے۔ مگر ہم لوگوں کا حال یہ ہے کہ افطار کے وقت تلافی مافات میں اور سحر کے وقت حفظِ ما تقدم میں اتنی زیادہ مقدار کھالیتے ہیں کہ بغیر رمضان کے اور بغیر روزہ کی حالت کے بھی اتنی مقدار کھانے کی نوبت بھی نہیں آتی۔

چھٹی چیز: جس کا لحاظ روزہ دار کے لیے مشائخ ضروری فرماتے ہیں یہ ہے کہ روزہ مکمل ہونے کے بعد اس سے ڈرتے رہنا بھی ضروری ہے کہ نامعلوم یہ روزہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قابلِ قبول ہے یا نہیں، اور اسی طرح ہر عبادت کے ختم پر بھی اپنے عمل کے نقص کو دیکھتے ہوئے اللہ سے ڈرنا چاہیے کہ نامعلوم اس عمل کے دوران کوئی ایسی کوتاہی نہ ہوگئی ہو جس کی وجہ سے یہ عمل منہ پر مار دیا جائے۔ اور اللہ کی رحمت کی طرف دیکھتے ہوئے قبولیت کی اُمید رکھنی چاہیے۔

یہ چھ چیزیں تو عام صلحاء کے لیے ضروری بتلائی جاتی ہیں۔ خواص اور مقربین کے لیے اِن کے ساتھ ایک ساتویں چیز کا بھی اضافہ کرتے ہیں کہ دل کو اللہ کے سوا کسی چیز کی طرف بھی متوجہ نہ ہونے دیں۔

مفسرین کرام کے بقول ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ﴾ میں آدمی کے ہر جزو پر روزہ فرض کیا گیا ہے، پس زبان کا روزہ جھوٹ وغیرہ سے بچنا ہے، اور کان کا روزہ ناجائز چیزوں کے سننے سے احتراز، آنکھ کا روزہ لہو ولعب کی چیزوں اور نامحارم کو دیکھنے سے احتراز ہے اور ایسے ہی باقی اعضاء، حتیٰ کہ نفس کا روزہ حرص و شہوتوں سے بچنا، دل کا روزہ حبِ دنیا سے خالی رکھنا، روح کا روزہ آخرت کی لذتوں سے بھی احتراز اور سِرِّ خاص کا روزہ غیر اللہ کے وجود سے بھی احتراز ہے''۔

ان آداب کو مدنظر رکھتے ہوئے روزہ گذارنے کی ترتیب بنانے کی کوشش کی جائے تو ان شاء اللہ کامل فائدہ ہوگا، اس کے لیے سارے دن کی

ترتیب حسب سہولت بنالی جائے، مثلاً:

سحری میں

سحری کے لیے جب اٹھیں تو جتنا وقت کھانے کے درکار ہوتا ہے اس سے آدھ گھنٹہ یا کم از کم پندرہ بیس منٹ پہلے بیدار ہو جائیں، حسب توفیق چار، چھ، آٹھ نوافل؛ تہجد کے پڑھ لیے جائیں، یہ وقت بھی چونکہ دعاؤں کی قبولیت کا بہت ہی خاص وقت ہے، اِس لیے اس وقت بھی اللہ تعالیٰ سے خوب مانگا جائے۔

نماز فجر کے بعد

سحری کرنے کے بعد مسجد تشریف لے جائیں، نماز سے قبل سنّتیں ادا کر کے قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف رہیں، اس کے بعد نماز کی ادائیگی، اور اُس کے بعد پھر اشراق تک تسبیحات، صبح وشام کی مسنون دعائیں، سورہ یٰسین، منزل، اور ایک پارہ قرآن پاک کا کم از کم روزانہ پڑھنے کا معمول بنائیں، اور پھر اِشراق کے نوافل ادا کر کے گھر جا کر حسب ضرورت آرام کر لیا جائے۔

دس، گیارہ بجے جب اُٹھیں اور زوال سے پہلے کا وقت ہو تو اُس وقت چاشت کے چار نوافل ادا کر لیے جائیں۔

نماز ظہر کے بعد

ظہر کی نماز کے بعد اگر یومیہ تلاوت کچھ باقی ہو تو وہ مکمل کی جائے، اس کے بعد گھر جا کر اہلِ خانہ کے ساتھ کم از کم آدھا گھنٹہ فضائلِ رمضان، دیگر کتبِ فضائل اور سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم وسیرتِ صحابہ وصحابیات کی تعلیم، اور کچھ مسنون دعاؤں اور سنتِ زندگی کا سیکھنا وسکھانا، کیا جائے۔

نماز عصر کے بعد

عصر کی نماز کے بعد کا وقت ذکر واذکار اور شام کی مسنون دعاؤں میں گذاریں، پھر مغرب سے قبل کم از کم پندرہ منٹ دسترخوان پر بیٹھ کر ہاتھ اُٹھا کر اپنے لیے، اپنے گھر والوں کے لیے اور پوری اُمتِ مسلمہ کے لیے خوب دعائیں کی جائیں۔

نماز مغرب کے بعد

مختصر افطاری کر کے جلد نماز کے لیے مسجد کی طرف روانہ ہو جائیں، تا کہ تکبیرِ اُولیٰ کے ساتھ نماز ادا کی جا سکے، نماز کے بعد ہمت کر کے اوّابین کے چھ نوافل چاہے مختصر ہی ہوں، ادا کر لیے جائیں، اسی وقت میں، یا حسبِ منشا کھانا کھانے کے بعد رات کے مسنون اعمال بشمول رات کو پڑھی جانے والی مخصوص سورتیں اور دعائیں وغیرہ پڑھ کر نماز عشاء کی تیاری میں لگ جانا چاہیے۔

نماز عشاء کے بعد

عشاء کی نماز اور تراویح کے لیے محلے کی ایسی مسجد کا انتخاب کرنا چاہیے جہاں تراویح میں پورا قرآن پاک تجوید کے ساتھ سنایا جاتا ہو، تا کہ رمضان المبارک کی اس خاص عبادت کا صحیح لطف اور حقیقی نفع ہمیں حاصل ہو۔ اگر یہ نعمت محلے کی اپنی مسجد میں ہی میسر ہو تو الحمد للہ، ورنہ قریب کی کہیں اور مسجد میں جانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

تراویح کے بعد

تراویح کے بعد گھر آ کر مسنون دعائیں اور اعمال پورا کرتے ہوئے جلد سونے کی ترتیب بنائی جائے، تا کہ صبح سحری میں جلد اٹھنا آسان ہو سکے۔ دن بھر کی خانگی مصروفیات میں گھر کی عورتیں اور کاروباری مصروفیات میں ہمارے مرد حضرات اس تریب کو حسب وسعت اپنے عمل میں لا کر رمضان المبارک سے خاطر خواہ نفع اٹھا سکتے ہیں، ان شاء اللہ العزیز

☆☆☆ ☆☆ ☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روزے کے مفسدات؛ قضاء وکفارہ کے اَحکام

روزے کی تکمیل میں سے یہ بات ہے کہ ہمارا روزہ اُن تمام کاموں سے خالی ہو جس کی وجہ سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، پھر ایسے کاموں کی دو قسمیں ہیں، **ایک وہ** جن کی وجہ سے صرف قضاء لازم ہوتی ہے **اور دوسری قسم** کے وہ کام ہیں جن کی وجہ سے قضاء اور کفارہ یعنی: اکسٹھ روزے [60+1] لازم ہوتے ہیں، ذیل میں دونوں کی مختصر تفصیل تحریر کی جاتی ہے:

((وہ چیزیں جن سے قضاء اور کفارہ دونوں لازم آتے ہیں))

جان بوجھ کر کوئی ایسی چیز کھا، یا پی لی جائے جو دواء یا غذا کے طور پر استعمال ہوتی ہو، یعنی: اُس کے استعمال سے کسی قسم کا جسمانی نفع یا لذّت حاصل ہوتی ہو، نیز اُس کے استعمال سے سلیم الطبع انسان کی طبیعت نفرت نہ کرتی ہو اگرچہ وہ بہت ہی تھوڑی ہو، حتیٰ کہ ایک تل کے برابر بھی ہو تو اُس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا وکفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں۔

[☆] بیوی سے صحبت کرنے سے بھی روزہ فاسد ہو جاتا ہے، چاہے انزال ہوا ہو یا نہ، اِس سے قضاء وکفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں۔

[☆] لواطت کا بھی یہی حکم ہے۔ ان سے متعلق جو بھی صورت (اللہ نہ کرے کہ) پیش آجائے، اس کا حکم مفتیانِ کرام سے معلوم کر لیا جائے۔

((وہ چیزیں جن سے صرف قضاء لازم ہوتی ہے))

[☆] غلطی سے (نہ کہ بھولے سے) کوئی چیز منہ میں گئی اور کھا پی لے (جیسے: وضو یا غسل کرتے ہوئے پانی منہ میں گیا اور اس نے نگل لیا)۔

[☆] کوئی زبردستی پانی پلا دے یا حلق میں کوئی چیز ڈال دے۔

[☆] کسی اَز حد مجبوری، بیماری وغیرہ کی وجہ سے کچھ کھا پی لے۔

[☆] کوئی ایسی چیز کھا لینا جس کو غذا یا دوا کے طور پر نہ کھایا جاتا ہو، (جیسے: منہ سے خون نکلا اور اس کو نگل لیا، آنکھ سے آنسو نکل کر منہ میں چلے گئے)۔

[☆] کسی چیز کو عام مروجہ طریقے کے خلاف استعمال کرنا، (جیسے: کچے چاول کھا لینا، یا خشک آٹا پھانک لینا)۔

[☆] منہ کے علاوہ کسی اور راستے سے کوئی چیز پیٹ میں لے جانا، (جیسے: ناک کے راستے کوئی دوا اندر لے جانا، یا حقنہ کروانا)۔

[☆] زبردستی جماع کر لینا، یعنی: جس سے زبردستی جماع کیا گیا اس پر صرف قضاء لازم ہوگی، اور جو جماع کرنے والا مرد ہے اس پر قضاء وکفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

[☆] جان بوجھ کر منہ بھر کر قے کرنا، (ڈاکٹر مریض سے قے کروائے تو بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے)۔

[☆] جہاں روزہ ٹوٹنے میں شک ہو، اگرچہ حقیقت میں روزہ نہ ٹوٹا ہو تو عمداً کھانے پینے سے صرف قضا لازم ہوگی، کفارہ نہیں، (مثلاً: کسی کو احتلام ہوا اس نے سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا ہے اور اس نے کچھ کھا پی لیا تو اس سے بھی صرف قضا لازم ہوگی)۔

((متفرق مسائل))

((نوٹ: یہ سب مسائل بطورِ نمونہ لکھے گئے ہیں، پیش آمدہ مسائل کا حل مفتیانِ کرام کو بتا کر دریافت کر لیا جائے۔))

[☆] اگر کسی کا روزہ اتفاقاً ٹوٹ گیا ہو تو بقیہ سارا دن اُسے بغیر کھائے پیے رہنا واجب ہے۔

[☆] اگر کوئی اپنی سستی یا کسی عذر کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکا تو اسے لوگوں کے سامنے کھانا پینا جائز نہیں ہے، یہ دہرا گناہ ہوگا۔

[☆] روزہ کی حالت میں آنکھ میں دوائی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن جدید میڈیکل سائنس کی تحقیق کے مطابق آنکھ میں ڈالی گئی دوائی کا ذائقہ چوں کہ حلق میں محسوس ہوتا ہے، اس لیے احتیاط کے پیشِ نظر روزے کی حالت میں (بغیر کسی مجبوری کے) آنکھ میں دوائی ڈالنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

[☆] روزہ کی حالت میں کان میں دوا ڈالنے یا پانی چلا جانے سے قدیم فقہاء کرام کے قول کے مطابق روزہ فاسد ہو جاتا ہے، اور اسی قول کو اختیار کرنے میں احتیاط ہے، البتہ جدید تحقیقات کی روشنی میں اگر تو کان کا پردہ پھٹا ہوا ہو اور دوا یا پانی حلق تک پہنچ جائے تو روزہ فاسد ہوگا، بصورتِ دیگر کان میں پانی، دوا یا تیل چلا جانے کی صورت میں روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

[☆] ناک میں دوائی یا تیل ڈالنے، پانی کی بھاپ لینے، یا دمے کے مریض کا انہیلر کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

[☆] روزہ کی حالت میں منہ میں بلا عذر دوائی لگانا مکروہ ہے اور اگر کسی نے منہ میں دوائی لگائی اور وہ تھوک میں مل کر حلق میں چلی گئی تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

((شیخ فانی سے متعلق مسائل))

[☆] شیخ فانی ایک فقہی اصطلاح ہے، جو ایسے بوڑھے مرد یا بوڑھی عورت کے لیے استعمال ہوتی ہے جو عمر کے ایسے حصے میں پہنچ گئے ہوں کہ روز بروز اُن کی کمزوری میں اضافہ ہی ہوتا جا تا ہو، ایسا شخص جب روزہ رکھنے سے عاجز ہو یعنی نہ اب رکھ سکتا ہو، نہ آئندہ اس میں اتنی طاقت آنے کی امید ہو کہ وہ روزہ رکھ سکے تو اُسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور ہر روزے کے بدلے فدیہ دینے کا حکم ہے۔

[☆] اگر کوئی شیخ فانی گرمیوں میں گرمی کی شدت کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتا مگر سردیوں میں روزہ رکھنے کی قدرت رکھتا ہے اس کے لیے ماہِ رمضان کے روزے نہ رکھنا اور اُن روزوں کی سردیوں میں قضاء کرنا لازم ہے، اِس صورت میں روزوں کا فدیہ قابلِ قبول نہیں ہوگا۔

[☆] اگر کوئی شیخ فانی روزے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اور اُس نے اپنے روزوں کا فدیہ ادا کر دیا، لیکن عرصہ گزرنے کے بعد اُس کی طاقت بحال ہو گئی تو اب اس کا فدیہ صدقہ شمار ہوگا اور اُس پر اپنے قضا شدہ روزوں کی قضا کرنا لازم ہوگا۔

((روزے کے فدیہ سے متعلق کچھ تفصیل))

[☆] ایک روزے کا فدیہ؛ ایک صدقہ فطر کے برابر ہے، جس کی کم از کم مقدار: پونے دو کلو گندم یا اُس کی قیمت ہے، جو کسی مستحق زکوٰۃ غریب کو مالک بنا کر دینا لازم ہے۔ (گندم کی قیمت ہر علاقے والے اپنے ہاں معلوم کر کے حساب کر لیں۔)

[☆] فدیہ صرف اُس صورت میں دیا جا سکتا ہے جب یہ یقین ہو جائے کہ روزہ رکھنے کی نہ اب طاقت ہے اور نہ آئندہ طاقت بحال ہونے کی کوئی اُمید ہے۔

[☆] انسان کے ذمے اگر قضا روزے ہوں تو اس پر واجب ہے کہ وہ اپنے ورثا کو اُن روزں کا فدیہ ادا کرنے کی وصیت کرے۔

[☆] اگر انسان وصیت نہیں کرتا تو اُس کے روزوں کا فدیہ اُس کے ورثا خود سے بھی ادا کر سکتے ہیں اور میت کی طرف سے روزوں کا فدیہ ادا کرنا میت کے حقوق میں سے ایک حق بھی ہے۔

((روزے کے کفارہ سے متعلق کچھ تفصیل))

[☆] کفارہ صرف رمضان کا روزہ توڑنے پر لازم آتا ہے، نفل یا قضا روزہ توڑنے کا کوئی کفارہ نہیں ہوتا، اس کی صرف قضا لازم ہوتی ہے۔

[☆] روزے کا کفارہ یہ ہے کہ دو ماہ کے لگاتار روزے رکھے، یا روزے رکھنے کی استطاعت نہ ہونے کی صورت میں ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلائے، یا ہر مسکین کو صدقہ فطر کے مقدار غلہ، یا اس کی قیمت دے۔

[☆] اگر میاں بیوی نے روزہ کی حالت میں صحبت کی تو دونوں پر الگ الگ ''قضاء + کفارہ'' لازم ہوگا۔

☆☆☆............☆☆............☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆☆☆............((روزے کے مکروہات))............☆☆☆

بعض کام ایسے ہیں جس کی وجہ سے روزہ تو نہیں ٹوٹتا لیکن اُن کی وجہ سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے،اور بعض حالتوں میں یہ مکروہ آگے بڑھ کر فساد میں بھی بدل جاتا ہے،اس لیے اپنے روزے کی حفاظت کے لیے مکروہات سے بچنا بھی ضروری ہے،ذیل میں روزے کے مکروہات کی کچھ مثالیں ذکر کی جاتی ہیں،ان کے علاوہ جو بھی صورت درپیش ہو اس کا حکم مفتیان کرام سے رابطہ کر کے پوچھ لیا جائے:

[☆] منہ میں تھوک جمع کر کے نگلنا روزہ کی حالت میں مکروہ ہے اگرچہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

[☆] بلا عذر کسی چیز کے چکھنے اور چبانے سے روزہ میں کراہت آجاتی ہے۔ یہ کراہت اُس وقت ہے جب بغیر عذر کے ایسا کیا جائے لیکن اگر کوئی عذر ہو،مثلاً: کسی عورت کا شوہر بدمزاج ہے اور کھانا خراب ہونے پر اس کے غصہ ہونے کا اندیشہ ہے تو اسے کھانے کا نمک زبان پر رکھ کر چکھنے کی اجازت ہوگی اور ایسی صورت میں روزہ مکروہ نہ ہوگا،اسی طرح اگر چھوٹے بچہ کو روٹی چبا کر کھلانے کی ضرورت ہو اور روزہ دار عورت کے علاوہ وہاں کوئی اس ضرورت کو پورا کرنے والا نہ ہو تو وہ اسے چبا کر دے سکتی ہے لیکن یہ خیال رہے کہ چکھنے یا چبانے میں کوئی حصہ حلق کے نیچے نہ اترے،ورنہ روزہ جاتا رہے گا۔

[☆] روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ کرنا یا کوئی منجن دانتوں میں ملنا یا عورت کا اس طرح ہونٹ پر سرخی لگانا کہ اس کے پیٹ میں چلے جانے کا اندیشہ ہو مکروہ ہے۔

[☆] روزہ میں بیوی سے دل لگی کرنا مکروہ ہے جب کہ جماع یا انزال کا خوف ہو۔

[☆] ہر ایسا کام جس سے اس قدر ضعف کا اندیشہ ہو کہ روزہ توڑنا پڑ جائے مکروہ ہے۔

[☆] روزہ کی حالت میں ہر گناہ کا کام خواہ قولی ہو یا فعلی؛ روزہ کو مکروہ بنا دیتا ہے۔

[☆] ناک میں پانی چڑھانے اور کلی کرنے میں مبالغہ کرنے سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔

............((وہ اعذار جن کی وجہ سے روزہ توڑ دینا جائز ہے))............

[☆] اچانک کوئی ایسی صورت پیش آجائے کہ اگر روزہ نہ توڑے گا تو جان خطرہ میں پڑ جائے گی،یا اچانک ایسا بیمار پڑ جائے کہ اگر روزہ نہ توڑے گا تو جان پر بن جائے گی،یا بیماری بڑھ جائے گی تو روزہ توڑ دینا جائز ہے،البتہ صحت یاب ہونے کے بعد قضا کرنا لازم ہوگا۔ جیسے: اچانک پیٹ میں ایسا درد اٹھا کہ بے تاب ہو گیا،یا کسی زہریلے سانپ وغیرہ نے کاٹ لیا تو دوائی پی لینا اور روزہ توڑ دینا درست ہے،البتہ ایسی صورت میں اگر انجکشن سے علاج کرنا ممکن ہو تو ایسی صورت میں حتی الوسع روزہ توڑنے سے بچا جائے،اور انجکشن سے علاج کروایا جائے۔

[☆] حاملہ عورت کو اگر کوئی ایسی بات پیش آگئی کہ اس کی وجہ سے اپنی جان کا یا بچہ کی جان کا خطرہ پیدا ہو گیا تو اس عورت کے لیے روزہ توڑ دینا درست ہے،بعد میں یہ بھی اس روزے کی قضا کرے گی۔

[☆] اگر دودھ پلانے والی عورت کو اندیشہ ہو کہ روزہ رکھنے کی وجہ سے شیر خوار بچہ ہلاک ہو جائے گا یا عورت بوجہ ضعف کے ہلاک ہو جائے گی،تو اس صورت میں رمضان میں روزہ نہ رکھے اور بعد میں قضاء کر لے۔

☆ کسی عمل کی وجہ سے بے حد بھوک یا پیاس لگ گئی اور اتنا بے تاب ہو گیا کہ اب جان کا خوف ہے تو روزہ توڑ دینا درست ہے لیکن اگر خود قصداً اس نے اتنا کام کیا جس کی وجہ سے ایسی حالت ہو گئی تو گنہگار رہو گا۔

((وہ کام جن کے کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا))

بھول کر کھانے، پینے اور بیوی سے صحبت کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

☆ روزے کی حالت میں خون ٹیسٹ کرانے سے روزہ فاسد نہ ہوگا۔

☆ دل کے امراض میں جو گولی زبان کے نیچے رکھی جاتی ہے اور وہ وہیں جذب ہو کر ختم ہو جاتی ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن اگر اس گولی کے اجزاء لعاب کے ساتھ مل کر حلق کے راستہ سے اندر چلے جائیں تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

☆ اگر روزہ کے دوران انجکشن لگوایا، تو اس سے روزہ پر کوئی فرق نہیں پڑا (لیکن اگر ایسا انجکشن ہو کہ دو دوا براہِ راست دماغ یا معدہ تک پہنچتی ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا)۔

☆ روزے کی حالت میں گلوکوز چڑھوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا؛ لیکن بلا عذر ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

☆ روزہ کی حالت میں ڈائلیسس (گردہ کی دھلائی کے) عمل سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

☆ روزہ میں اگر مصنوعی آکسیجن کے ذریعہ سانس لیا جائے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا؛ کیوں کہ آکسیجن محض ایک صاف ستھری ہوا ہے۔

☆ بعض ہومیو پیتھک دوائیں صرف سونگھی جاتی ہیں، ان کو کھایا پیا نہیں جاتا، اور سونگھنے کے ساتھ ان کا کوئی جزء بدن کے اندر منتقل نہیں ہوتا؛ لہٰذا ایسی دواؤں کے سونگھنے سے یا خارجی استعمال سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

☆ اگر معدے وغیرہ کے ٹیسٹ کے لیے حلق یا ناک کے راستہ سے دوربین والی نلکی ڈالی گئی جس میں کوئی دواء یا چکناہٹ شامل تھی تو اس کے اندر داخل ہونے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

☆ حلق میں مکھی وغیرہ چلے جانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

☆ خود بخود قے (الٹی) آ جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، چاہے تھوڑی آئے یا زیادہ۔

☆ تھوڑی سی قے آئی پھر خود ہی حلق میں لوٹ گئی یا قصداً اسے نگل لیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا؛ البتہ اگر منہ بھر کر قے ہوئی تھی تو اسے قصداً لوٹانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

☆ دانت سے خون نکل کر منہ میں ہی رہا اور تھوک دیا، یعنی: پیٹ میں نہیں گیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

☆ حالتِ جنابت میں سحری کھانے کے بعد صبح صادق کے بعد غسل کرنے سے روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی۔

☆ اگر کوئی غذا چنے کی مقدار سے کم دانت میں پھنسی رہ جائے پھر منہ سے نکالے بغیر اسے نگل گیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔

☆ نوٹ: اگر دانت سے غذا نکال کر ہاتھ میں لی، پھر اسے منہ میں لے کر نگل لیا تو روزہ یقیناً ٹوٹ جائے گا۔

☆ گرمی یا پیاس کی وجہ سے غسل کرنا بلا کراہت درست ہے، اگرچہ پانی کی ٹھنڈک بدن کے اندر تک پہنچ رہی ہو۔

☆ کلی کرنے کے بعد منہ میں پانی کی جو تری رہ جاتی ہے اس کو تھوک کے ساتھ نگلنے سے روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی۔

[☆] آنسو یا چہرہ کا پسینہ ایک دو قطرہ بلا اختیار حلق میں چلا جائے تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔

[☆] کان سے میل نکالنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، خواہ کتنی ہی بار کان میں سلائی ڈالی جائے۔

[☆] اگر سحری میں پان کھایا اور پھر خوب کلی، یا غرغرہ وغیرہ کر کے منہ اچھی طرح صاف کرلیا؛ لیکن منہ سے تھوک کی سرخی ختم نہیں ہوئی، تو روزے کی حالت میں اس میں کچھ حرج نہیں، اگر اس سرخی کے اثرات تھوک کے ساتھ پیٹ میں چلے جائیں تب بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

[☆] ناک کو اتنی زور سے سڑک لیا کہ حلق میں چلی گئی تو اس کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

[☆] روزہ میں خشک یا تر مسواک کرنا بلا کراہت جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں، اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ کی حالت میں مسواک کرنا ثابت ہے۔

[☆] روزہ کی حالت میں آنکھ میں سرمہ لگانا جائز ہے۔

[☆] روزہ کی حالت میں ضرورت کے وقت آنکھ میں دوا ڈالنا جائز ہے، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اگرچہ دوا کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو۔

[☆] روزہ کی حالت میں عطر یا پھول وغیرہ کی خوشبو سونگھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

[☆] نزلہ وغیرہ کے وقت جو وکس لگائی جاتی ہے، اس کے استعمال سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

[☆] روزہ کے دوران سر یا بدن پر تیل لگانا مباح ہے، اس سے روزہ میں کوئی خرابی نہیں آتی۔

[☆] روزہ کی حالت میں اگر بلا اختیار گرد و غبار حلق میں داخل ہو جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

[☆] اگر روزہ دار ایسی جگہ چلا جائے جہاں دھواں پھیلا ہوا ہو اور وہ دھواں اس کے قصد و ارادہ کے بغیر اس کے منہ میں داخل ہو جائے تو اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا۔

[☆] اگر روزہ دار کے کان میں غسل کرتے ہوئے یا بارش میں بھیگتے ہوئے یا دریا میں نہاتے ہوئے بلا اختیار کان میں پانی چلا جائے تو اس سے بالاتفاق روزہ فاسد نہ ہوگا۔

[☆] احتلام ہو جانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

[☆] اگر کسی شخص نے روزہ کی حالت میں بیوی سے جماع کا تصور کیا اور اسی وجہ سے انزال ہوگیا تو روزہ فاسد نہیں ہوا۔

[☆] محض کسی عورت یا تصویر کو دیکھ کر اگر انزال ہو جائے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، (تاہم بدنظری بہرحال گناہ ہے)۔

[☆] روزہ کی حالت میں مذی نکلنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

☆☆☆............☆☆............☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆☆☆............((سحری کے فضائل واَحکام))............☆☆☆

سحری سے مراد وہ کھانا ہوتا ہے جو انسان رات کے آخری حصے میں تناول کرتا ہے، اور اسے ''سحری'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ رات کے آخری حصے کو ''سحر'' کہتے ہیں اور یہ کھانا اسی وقت میں کھایا جاتا ہے۔ [لسان العرب: ۴/۳۵۱]

یہ عمل نہایت مہتم بالشان اور فضائل اور برکتوں کا حامل ہے، اگر اس عمل کے وقت اس کی برکت اور اس کے فضائل وبرکتوں کے استحضار رہے تو پھر اس عمل کے کرنے کا اجر بھی بہت بڑھ جاتا ہے اور عمل کرنے کا لطف بھی حاصل ہوتا ہے۔ عام طور پر روزہ رکھنے کو تو عبادت اور بابرکت عمل تصور کیا جاتا ہے لیکن سحری کھانے کو محض ایک کھانے کا عمل ہی سمجھا جاتا ہے، حالانکہ سحری کا عمل بھی شرعاً نہایت خیر وبرکت کا حامل ہے، اس کی اپنی مخصوص برکات اور فضیلتیں ہیں (جو آگے سامنے آئیں گی، ان شاء اللہ)

سحری کے اس عمل کی اہمیت کے نگاہوں سے اوجھل ہونے کی وجہ سے کئی غلطیاں ہم سے اس عمل کے حوالے سے سرزد ہوتی رہتی ہیں، مثلا: سحری کے حوالے سے بعض لوگوں کا عمل یہ ہوتا ہے کہ وہ سحری کو سنت اور باعث خیر وبرکت سمجھتے ہی نہیں اور وہ بغیر سحری کے ہی روزہ رکھ لیتے ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ پھر فخریہ انداز میں یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے آج سحری کے بغیر ہی روزہ رکھا ہے، یعنی: بغیر کھائے پیے روزہ رکھ لینے کو مردانگی اور بہادری کی علامت سمجھ کر اوروں کے سامنے فخر کرتے ہیں۔

یا درمیانِ رات ہی سونے سے قبل کچھ کھا پی لیتے ہیں، اور اس پر سحری کا اطلاق کر دیتے ہیں، یا تو ان کو یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ وہ اخیر رات میں اٹھ نہیں پائیں گے، یا انہیں نیند اتنی عزیز ہوتی ہے کہ اس کی خاطر اپنے آپ کو سحری کی برکت سے محرومی کو برداشت کر لیتے ہیں، یا سحری کی برکات اور اس کے فضائل کا علم ہی ان کو نہیں ہوتا۔

اس لیے سب سے پہلے تو یہ جان لینا چاہیے کہ سحری کا عمل ایک مسنون عمل ہے، یہ نہایت خیر وبرکت کا باعث ہے۔ اس لیے سحری رات کے آخری وقت میں ہی کرنی چاہیے، اس وقت اگر طبیعت کچھ بھی کھانے کو نہ چاہ رہی ہو تو بھی اتباعِ سنت میں کچھ نہ کچھ کھا لینا چاہیے، اگرچہ بہت تھوڑی مقدار میں ہی کیوں نہ ہو، لیکن سحری کے عمل کی برکت اور فضیلت سے محرومی حقیقت میں بڑی محرومی ہے۔

❁............((سحری کی برکت سے نزولِ رحمت))............❁

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ ''إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الْمُتَسَحِّرِيْنَ''. (المعجم الأوسط للطبراني، الرقم: ٦٤٣٤) ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں''۔ اللہ جلّ شانہٗ کا کس قدر انعام واحسان ہے کہ اس نے سحری کھانے کو یعنی ہمارے اپنی ہی ضرورت پوری کونے کو بھی رحمت وبرکت کا ذریعہ بنا دیا۔

❁............((سحری کھانا باعث برکت ہے))............❁

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اَلسَّحُوْرُ أَكْلُهُ بَرَكَةٌ، فَلَا تَدَعُوْهُ وَلَوْ أَنْ يَجْرَعَ أَحَدُكُمْ جُرْعَةً مِنْ مَاءٍ، فَإِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى الْمُتَسَحِّرِيْنَ''. [مسند أحمد، الرقم: ١١٤١٤] ترجمہ: ''سحری کرنا سراپا برکت ہے، لہٰذا اسے نہ چھوڑو، اگرچہ پانی کے ایک گھونٹ کے ذریعے ہی ہو۔ اللہ اور فرشتے سحری کھانے والوں کے لیے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔

اور یہ بات بھی واضح رہے کہ سحری کھانا اگرچہ مسنون ہے، لیکن اگر کوئی شخص سحری کھائے بغیر ہی روزہ کی نیت کر لے تو بھی اُس کا روزہ درست ہو جائے گا، البتہ ایسا شخص سحری کی برکت سے محروم رہے گا۔

مفتی محمد راشد ڈسکوی غفرلہٗ (0300-7798967) مفتی محمد اُویس حفظہ اللہ (0323-3693369)

((سحری کا کھانا بابرکت کھانا ہے))

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے رمضان میں سحری کھانے کے لیے بلایا تو فرمایا: "**هَلُمَّ إِلَى الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ**". [سنن أبي داؤد، الرقم: ٢٣٤٤] **ترجمہ:** کہ صبح کے مبارک کھانے کی طرف آؤ۔

حضرت عبداللہ بن حارث نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا: میں سرکارِ دوعالم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اس حال میں آپ ﷺ سحری تناول فرما رہے تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**إِنَّهَا بَرَكَةٌ أَعْطَاكُمُ اللهُ إِيَّاهَا، فَلَا تَدَعُوْهُ**". [سنن النسائي، الرقم: ٢١٦٢] **ترجمہ:** "بے شک یہ برکت کی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے خاص تمام لوگوں (یعنی: امت محمدیہ) کو عطاء کی ہے۔ پس تم اسے ترک نہ کیا کرو"۔

((سحری کے کھانے میں برکت کی وجہ))

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "**تَسَحَّرُوْا فَإِنَّ فِي السَّحُوْرِ بَرَكَةً**". (صحيح البخاري، الرقم: ١٨٢٣) **ترجمہ:** "سحری کھایا کرو؛ کیوں کہ سحری کھانے میں برکت ہے"۔ علماء کرام نے لکھا ہے کہ سحری کھانے میں مختلف اعتبار سے برکات ہیں، جیسے:

[☆] اس میں نبی کریم ﷺ کی سنت کی اتباع ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کی اتباع سے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے، جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ بندے کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔

[☆] اس میں اہلِ کتاب کی مخالفت ہے؛ کیوں کہ وہ سحری نہیں کھاتے، نیز ہمیں بقدرِ استطاعت اہلِ کتاب کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے؛ کیوں کہ اہلِ کتاب اسلام کو برحق دین نہیں سمجھتے ہیں، بلکہ اس کی مخالفت میں لگے رہتے ہیں۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "**فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحَرِ**". [صحيح مسلم، الرقم: ١٠٩٦] **ترجمہ:** "ہمارے اور اہل کتاب کے روزے میں صرف سحری کھانے کا فرق ہے"۔

[☆] اس سے عبادت پر بالخصوص روزہ رکھنے کی قوت حاصل ہوتی ہے؛ کیوں کہ سحری کھانے سے جسم کی طاقت بحال رہتی ہے، جس سے دن بھر عبادت کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "**اِسْتَعِيْنُوْا بِطَعَامِ السَّحَرِ عَلَى صِيَامِ النَّهَارِ وَبِالْقَيْلُوْلَةِ عَلَى قِيَامِ اللَّيْلِ**". [سنن ابن ماجة، الرقم: ١٦٩٣] **ترجمہ:** سحری کے کھانے کے ذریعے دن کے روزہ (کو پورا کرنے) کے لیے مدد لو، اور قیلولہ (دوپہر کو کچھ دیر کی نیند) کے ذریعے رات کے قیام کے لیے مدد لو۔

[☆] اس سے اَخلاق کی اِصلاح ہوتی ہے؛ کیوں کہ اگر سحری بھی نہیں کھائیں گے تو زیادہ بھوکا رہنے پڑے گا، اور عام تجربہ ہے کہ زیادہ بھوکا رہنے سے انسان کے مزاج میں سختی اور بدخُلقی پیدا ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے بندہ بات بات پر دوسروں سے اُلجھتا ہے۔

((اذان کے دوران بھی کھاتے رہنے سے متعلق ایک وہم کا ازالہ))

آج کل سوشل میڈیا وغیرہ پر بعض لوگ یہ بات مشہور کر رہے ہیں کہ سحری کھاتے ہوئے اگر اذان شروع ہو جائے تو ضرورت کے بقدر کھا لینے کی گنجائش ہے، اس سے روزہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا اور اس سلسلے میں وہ ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جب تم میں کوئی شخص اذان سنے اور پیالہ اُس کے ہاتھ میں ہو تو اُسے مت رکھے بلکہ اپنی حاجت کو پورا کرلے"۔ (سنن ابی داوٗد)

لیکن یہ بات درست نہیں ہے؛ کیوں کہ اِس حدیث میں ایسی کوئی تفصیل مذکور نہیں کہ یہاں کون سی اذان مراد ہے، نیز اس سے روزے دار مراد ہیں، یا نمازی؟ بلکہ اِس میں یہ احتمال ہوسکتا ہے کہ اس سے عام نمازوں کی اَذان مراد ہو، تو اس صورت میں حدیث کا مطلب یہ بنے گا کہ اگر کبھی کھانے پینے

کے دوران اَذان شروع ہوجائے تو ضرورت کے بقدر کھاپی لو، تاکہ تم پُرسکون ہوکر نماز پڑھ سکو، کہیں ایسا نہ ہو کہ نماز میں کھانے پینے کی طرف دھیان لگا رہے۔
اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ حدیث سحری سے متعلق ہے تو پھر بھی اُن لوگوں کا اس سے استدلال کرنا درست نہیں ہے، کیوں کہ اوّل تو روزہ کا تعلق صبح صادق سے ہے، نہ کہ اذان سے، جیسا کہ قرآن کریم کی آیت ﴿ وَ كُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ . [البقرة:۱۸۷] ﴾ کے تحت مذکورہ ہے،
دوسرا اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے سحری کی پہلی اذان مراد ہو، جس کی کچھ تفصیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سحری کے وقت اذان دیتے تھے، اور اُس اذان سے سوئے ہوئے لوگوں کو اُٹھانا اور تہجد پڑھنے والوں کو سحری کھانے کے وقت پر متنبہ کرنا مقصود ہوتا تھا۔ پھر جب صبح صادق کا وقت ہوتا تھا تو دوسری اذان حضرت عبداللہ بن امّ مکتوم رضی اللہ عنہ دیتے تھے، چناں چہ صحیح مسلم اور مؤطا امام مالکؒ وغیرہ حدیث کی کتب میں اِس بات کی صاف وضاحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تمہیں سحری کھانے سے بلال کی اذان ہرگز نہ روکے؛ کیوں وہ تو سوئے ہوؤں کو اُٹھانے اور تہجد پڑھنے والوں کو واپس لوٹانے کے لیے اذان دیتے ہیں۔'' لہٰذا اِن وجوہات اور احتمالات کی بنا پر یہ کہنا درست نہیں ہے کہ ''سحری کھاتے ہوئے اگر اذان شروع ہوجائے تو بقدر ضرورت کھالینا چاہیے۔'' بلکہ جب صبح صادق کا وقت ہوجائے تو کھانا پینا بند کردینا چاہیے، چاہے اذان ہو یا نہ ہو۔ واللہ اعلم

((سحری کے متفرق مسائل))

[☆] سحری کا اصل وقت تو آدھی رات کے بعد شروع ہوجاتا ہے، البتہ اِس میں بہتر یہ ہے کہ رات کے آخری حصے میں سحری کھائی جائے، لیکن اس میں بھی اتنی تاخیر نہ جائے کہ روزہ میں شک ہونے لگے۔

[☆] سحری اور افطاری کے وقت لوگوں کو آگاہ کرنے کی غرض سے سائرن بجانا جائز ہے۔

[☆] اگر کوئی شخص اس گمان سے کھاتا پیتا رہا کہ ابھی سحری کا وقت باقی ہے، بعد میں پتا چلا کہ سحری کا وقت ختم ہو چکا تھا، تو اس سے روزہ نہیں ہوگا، بلکہ رمضان کے بعد اُس کی قضا کرنی ہوگی، البتہ ایسی صورت میں دن کے بقیہ حصے میں رمضان کے احترام میں کھانے پینے سے رکنا چاہیے۔

[☆] روزہ رکھنے کے لیے سحری کھانا اگرچہ مسنون ہے، لیکن ضروری نہیں؛ چناں چہ اگر کسی شخص کی سحری کے وقت آنکھ نہ کھل سکے، پھر بھی وہ نیت کرکے روزہ رکھ سکتا ہے، نیز رمضان اور نفل روزے کی نیت نصف نہار شرعی، یعنی: صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب کے بالکل درمیانی وقت (جو کہ آج کل دن کے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے بنتا ہے) سے پہلے پہلے کی جاسکتی ہے۔

[☆] سحری کھانے کے بعد اچھی طرح کلی کرلینی چاہیے، تاکہ چائے وغیرہ کا ذائقہ ختم ہوجائے، البتہ اگر کسی نے کلی وغیرہ نہیں کی اور اذان کے بعد بھی چائے وغیرہ کا صرف ذائقہ آتا رہا تو اس سے روزے میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ تاہم کلی کرلینا بہتر ہے۔

[☆] اگر کسی نے سحری کھاکر منہ میں نسوار وغیرہ رکھ لی اور پھر سحری کے وقت کے ختم ہونے کے بعد تک منہ ہی رہنے دی تو اس صورت میں اگر اُس نسوار کا ذائقہ حلق میں محسوس ہوا ہو یا اُس کے کچھ ذرات حلق میں چلے جائیں تو اِس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ البتہ صرف قضا لازم ہوگی، کفارہ نہیں آئے گا۔

[☆] اگر کسی شخص پر غسل واجب ہوا اور وہ صبح صادق سے پہلے کسی بھی وجہ سے غسل نہیں کرسکا اور سحری کرکے یا بغیر سحری کرے روزہ کی نیت کرلی تو اُس کا روزہ درست ہوجائے گا، ناپاکی کی وجہ سے روزے پر کوئی فرق نہیں پڑے گا، تاہم اُسے غسل میں جلدی کرنی چاہیے تاکہ صبح کی نماز قضا نہ ہوجائے۔

☆☆☆............☆☆............☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

((اِفطاری کے فضائل؛ آداب ومنکرات))

((افطاری کرنے میں منشاء شریعت، اور افطاری کی اہمیت))

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ". [صحيح البخاري، الرقم: ١٨٥٦] ترجمہ: "لوگ اس وقت تک خیر پر رہیں گے جب تک وہ افطار میں (وقت ہوجانے کے بعد) جلدی کرتے رہیں گے"۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث مبارکہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: "أَحَبُّ عِبَادِي إِلَيَّ أَعْجَلُهُمْ فِطْرًا". [صحيح ابن حبان، الرقم: ١٦٧٠] ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کو وہ روزہ دار بہت زیادہ محبوب ہیں جو افطار میں جلدی کرتے ہیں"۔

ان روایات سے نہ صرف روزہ افطار کرنے کی فضیلت معلوم ہو رہی ہے، بلکہ افطار میں جلدی کرنے کو بھلائی اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدگی کا سبب بتایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر کس قدر لطف واحسان ہے کہ ایک طرف سحری میں تاخیر کرنے کو مستحب قرار دیا اور دوسری طرف افطار کرنے میں جلدی کا حکم دے کر بندوں کے ساتھ خصوصی رحمت اور شفقت کا معاملہ فرمایا۔

علماء کرام نے لکھا ہے کہ سحری میں تاخیر کرنے اور افطار میں جلدی کرنے کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ بندوں کو اس بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں، کہ اصل دین ہمارے حکم کو ماننا ہے، نہ کہ اپنی خواہشات پہ چلنا، لہٰذا اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں سحری جلدی کروں گا اور افطار دیر سے کروں گا تو اگرچہ دیکھنے میں اس کا روزہ دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ لمبا ہو رہا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم مکمل نہ ہونے کی وجہ سے اس کا یہ عمل شرعاً پسندیدہ نہیں۔

((روزہ افطار کروانے کی فضیلت))

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا". [سنن الترمذي، الرقم: ٨٠٧] ترجمہ: "جس نے روزہ دار کا روزہ افطار کرایا اس کے لیے اس کی مثل ثواب ہے، اس کے بغیر کہ روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی ہو"۔

کسی کو کھانا کھلانے فضائل احادیث مبارکہ میں بکثرت ملتے ہیں، اور چونکہ افطار کروانے میں یہ امر موجود ہے کہ وہ دوسرے کو کھانا کھلا رہا ہے تو وہ تمام فضائل بھی اسی افطار کروانے کے فضائل میں شامل ہو جائیں گے، ان احادیث کے مجموعے کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ روزہ افطار کروانے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کو یہ انعامات بھی ملتے ہیں:

[☆] گناہوں کی معافی ہو جاتی ہے۔

[☆] جہنم سے چھٹکارا دے دیا جاتا ہے۔

[☆] روزہ دار کے اجر کے برابر ثواب ملتا ہے۔

[☆] پیٹ بھر کر کھلانے اور پلانے سے قیامت کے دن حوضِ کوثر سے اس بندہ کو ایسا سیراب کیا جائے گا کہ پھر جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی، ان شاء اللہ العزیز۔

((دوسروں کی اشیاء سے روزہ افطار کرنے سے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ))

بعض لوگ افطار کے لیے دوسروں کی طرف سے بھیجی ہوئی چیزوں سے افطار نہیں کرتے وہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح میرے روزے کا ثواب تو اس روزہ افطار کروانے والے کو مل جائے گا، یا یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح اس کے اپنے روزے کے ثواب میں کمی ہو جائے گی، تو واضح رہے کہ اس کی کوئی حقیقت

نہیں ہے، حدیث مبارکہ میں صاف مذکور ہے کہ اس اس سے روزے دار کے ثواب میں کچھ کمی نہیں آتی، روزہ کھلوانے کو اجرا الگ سے ملتا ہے۔

((افطاری سے متعلق مختلف فضائل مسائل))

[☆] تازہ کھجور سے روزہ افطار کرنا افضل ہے، اور تازہ کھجور نہ ہونے کی صورت میں خشک کھجور یا چھوارے سے افطار کرلے، اور اگر یہ بھی نہ ہو تو پانی سے افطار کرلے۔ بعض لوگ کھجور نہ ہونے کی صورت میں نمک سے روزہ افطار کرنا افضل سمجھتے ہیں، یہ درست نہیں۔

[☆] جب تک سورج کے غروب ہونے کا یقین نہ ہو جائے، اس وقت تک روزہ افطار کرنا جائز نہیں۔

[☆] اگر کسی نے اس گمان سے کہ سورج غروب ہو گیا ہے افطاری کرلی، لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ اس وقت سورج غروب نہیں ہوا تھا تو اس صورت میں وہ روزہ ادا نہیں ہوگا، بلکہ بعد میں اس کی قضا کرنا لازم ہوگا۔

[☆] احادیث میں منقول ہے کہ روزہ دار کی افطار کے وقت دعا قبول ہوتی ہے، اس لیے اس وقت دعا کا خوب اہتمام کرنا چاہیے۔ عام طور پر خواتین افطاری کے انتظام ہی میں لگی رہتی ہیں، اور دعا میں نہیں لگتیں، انہیں بھی اس کا اہتمام کرنا چاہیے اور افطاری کا سارا انتظام افطار سے کچھ وقت پہلے ہی مکمل کرلینا چاہیے۔ تاکہ وہ بھی یکسو ہو کر قبولیت کے اس مبارک وقت میں اپنے رب کے حضور اپنا دامن پھیلا سکیں۔

[☆] افطار کا وقت ہو جانے کے بعد افطار میں جلدی کرنا مسنون ہے، بلا وجہ تاخیر کرنا پسندیدہ نہیں، جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا؛ لہٰذا جب سورج کے غروب ہونے کا یقین ہو جائے (خواہ مشاہدے سے ہو یا کسی مستند ادارہ کے نقشے کے مطابق) تو پھر مزید تاخیر نہیں کرنی چاہیے، بلکہ روزہ افطار کرلینا چاہیے۔ ہاں دو تین منٹ بطور احتیاط انتظار کرنا، روزہ جلدی افطار کرنے کے اُصول کے خلاف نہیں۔ البتہ روزہ افطار کرنے میں اتنی تاخیر کرنا کہ ستارے نکل آئیں، مکروہ ہے۔ اور ستارے تقریباً دس بارہ منٹ بعد نکلتے ہیں۔

[☆] ہوائی جہاز میں روزہ دار کو جب سورج نظر آ رہا ہو تو اِفطار کرنے کی اجازت نہیں ہے، ایسی صورت میں طیارہ والوں کی طرف سے روزہ افطار کرلینے کا اعلان غلط ہے، روزہ دار جہاں موجود ہو وہاں کا غروب معتبر ہے، پس اگر وہ طیارہ دس ہزار فٹ کی بلندی پر سے گذر رہا ہو اور اس بلندی سے سورج کا غروب ہونا دِکھائی دے تو روزہ اِفطار کرلینا چاہئے، جس جگہ کی بلندی پر جہاز پرواز کر رہا ہے وہاں کی زمین پر غروبِ آفتاب ہو رہا ہو تو جہاز کے مسافر اس کے مطابق روزہ اِفطار نہیں کریں گے۔

[☆] اگر کسی نے غلطی سے غروب سے پہلے روزہ کھول لیا تو قضا واجب ہوتی ہے، کفارہ نہیں۔

[☆] کسی غیر مسلم کی دی ہوئی چیز سے روزہ افطار کرنا جائز ہے، شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ اس کی طرف سے مسلمانوں کے دینی معاملات میں اثر انداز ہونے کا اندیشہ نہ ہو اور وہ چیز حلال بھی ہو۔

[☆] اگر کوئی شخص افطاری کی دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کرلینی چاہیے، اس کی کمائی کے حلال وحرام ہونے کے بارے میں خوامخواہ تجسس اور شک میں نہیں پڑنا چاہیے؛ لیکن اگر کسی شخص کے بارے میں یقینی طور پر معلوم ہو کہ اس کی ساری آمدنی حرام کی ہی ہے اور اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی دوسرا جائز ذریعہ آمدن نہ ہو تو ایسے شخص کے مال سے افطاری کرنا اور اس کی دعوت قبول کرنا جائز نہیں۔

البتہ اگر کسی شخص کی آمدنی حلال اور حرام دونوں طرح کی ہو اور یقینی طور پر یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے حرام آمدنی سے افطاری کا انتظام کیا ہے، یا حلال آمدنی سے، تو ایسے شخص کے پاس افطاری کرنے کی گنجائش ہے، اگرچہ بچنا پھر بھی افضل ہے۔

[☆] عام حالات میں مسجد کی حدود میں کھانا پینا مکروہ ہے، البتہ ضرورت کے موقع پر اعتکاف کی نیت کے ساتھ مسجد میں کھانے پینے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ مسجد کی صفائی کا مکمل خیال رکھا جائے، لہٰذا مسجدوں میں جو افطاری کا انتظام کیا جاتا ہے، اس میں بہتر صورت تو یہی ہے کہ اگر مسجد کے ساتھ کوئی

کمرہ یا برآمدہ وغیرہ ہو تو وہاں افطاری کا انتظام کیا جائے، لیکن اگر کوئی ایسی صورت ممکن نہ ہو تو مسجد میں بھی انتظام کرنا جائز ہے، جب کہ مسجد کی صفائی وستھرائی کا مکمل اہتمام ہو، دسترخوان بچھا لیا جائے، ایک جماعت خدمت کے لیے متعین ہو، جو افطاری کی اشیاء سلیقے اور ترتیب سے انصاف کے ساتھ تقسیم کرے، اور نماز سے فارغ ہو کر برتن وغیرہ دھونے اور دسترخوان و مسجد کی صفائی کا اہتمام کرے، اور یہ سب تفصیل بھی اس وقت ہے جب کبھی کبھار ایسا انتظام کرنا ہو، اور اگر مستقل ہر روز مسجد میں افطار کا نظم بنانا ہو تو ایسا نہ کیا جائے، کئی مفاسد کی بناء پر حدودِ مسجد میں مستقل ایسا نظام قائم کرنا مکروہ شمار ہوگا۔ ہاں شرائط کا خیال رکھتے ہوئے خارجِ مسجد یہ ترتیب بنائی جاسکتی ہے۔

﴿............((افطار پارٹیاں اور ان کے منکرات))............﴾

اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے کسی روزہ دار کو افطار کروانا بڑا ثواب کا کام ہے، جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے، لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ یہ نیک عمل فیشن کے طور پر نہ ہو، فخر و مباہات کے لیے نہ ہو، اس کے پیچھے ہماری مفاد پرستی کا دخل نہ ہو، افطار سے مقاصد میں سے ایک غرباء کی غمگساری اور ان سے اظہار ہمدردی بھی ہے، اس لیے افطار کروانے میں غریبوں محتاجوں، یتیموں، مسکینوں، بے آسراؤں اور نادار لوگوں کو بالکلیہ نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

آج کل جو افطار پارٹیاں کی جاتی ہیں، اس میں شرعی اعتبار سے بہت سی قباحتیں پائی جاتی ہیں، جیسے:

[☆] بعض جگہ افطار پارٹیوں میں مرد و عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے جو کہ جائز نہیں۔ ایسی افطار پارٹیوں کے قائم کرنے اور ان میں شرکت کرنے سے بچنا واجب ہے۔

[☆] بعض جگہ اجتماعی افطاری کے لیے لوگوں سے چندہ اکٹھا کیا جاتا ہے، جس میں عام طور سے زبردستی کر کے یا ان کو مجبور کر کے چندہ لیا جاتا ہے جو کہ جائز نہیں؛ کیوں کہ احادیث میں آتا ہے کہ ''کسی مسلمان کا مال اس کی رضامندی کے بغیر لینا حلال نہیں۔''

[☆] بعض لوگ اس میں اجتماعی دعا کروانے کو لازم سمجھتے ہیں، یہ درست نہیں، بلکہ قبولیت کے اس وقت ہر شخص کا اپنی اپنی دعا میں لگنا زیادہ مناسب اور قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔ ہاں کبھی کبھار لازم سمجھے بغیر تعلیم کی غرض سے جہراً اجتماعی دعا بھی کر لی جائے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

[☆] افطار پارٹی میں بہت سے لوگ نماز نہیں پڑھتے، بلکہ افطاری کے انتظام میں لگے رہتے ہیں، ایسا کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح بہت سے لوگوں کی ایسی پارٹیوں میں شرکت کی وجہ سے مسجد کی جماعت فوت ہو جاتی ہے۔ وہ بعد میں اکیلے ہی نماز پڑھ لیتے ہیں یا پھر اُن کی تکبیر اولیٰ تو فوت ہو ہی جاتی ہے، لہٰذا ان چیزوں سے بچنا چاہیے اور نماز باجماعت مسجد میں ادا کرنی چاہیے تاکہ ''ستائیس ضرب ستر'' نمازوں کا پورا ثواب مل سکے۔

[☆] جو حضرات افطاری کا بندوبست کرتے ہیں انہیں چاہیے کہ افطار سے قبل کسی مستند عالم دین کا اصلاحی بیان کرا لیا کریں، جس میں اصلاح عقائد، اصلاح مسائل اور اصلاح معاشرے جیسے اہم موضوعات شامل ہوں۔ خوفِ خدا اور فکرِ آخرت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے، پانچ وقت کا پکا نمازی بنانے کی ترغیب احسن انداز میں دی جائے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی اہمیت سمجھائی جائے، معاشرے میں رہنے سہنے کے اسلامی طور طریقے بتلائے جائیں، باہمی لین دین اور معاملات کو حسن سلوک سے نبھانے کا طرز سکھلایا جائے، احترام رمضان، سحر و افطار کے احکام و مسائل، تہجد، تلاوت قرآن، ذکر و اذکار، نوافل و تسبیحات، تراویح اور دعاؤں کی خوب ترغیب دی جائے۔

[☆] الغرض افطار پارٹی کی جائے، ضرور کی جائے، اس میں جہاں دوست واحباب، مالدار اور دنیاوی مفادات سے متعلقہ اشخاص کو دعوت دی جائے تو معاشرے کے ستم سہنے والے غریبوں مسکینوں کو بھی ضرور یاد رکھا جائے، دینی مراکز، مکاتب و مدارس، فلاحی ادارے، رفاہی جماعتوں کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ مخلوط اجتماعات سے گریز کیا جائے، روزہ کے حقیقی مقاصد کو پانے کی فکر کی جائے اور احترام رمضان کا ضرور خیال رکھا جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان قباحتوں سے بچتے ہوئے افطاری کروانے کا انتظام کرے تو یہ اس کے لیے باعثِ ثواب اور موجبِ رحمت ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆☆☆............تراویح کے فضائل واحکام............☆☆☆

اللہ تعالیٰ شانہ کی خصوصی رحمتوں کا نزول رمضان المبارک میں موسلا دھار بارشوں کی مثل مسلسل ہوتا رہتا ہے، وہ اعمال جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص رحمتوں کو کھینچنے والے ہیں، ان میں ایک عمل ''نمازِ تراویح'' کا بھی ہے۔

............((تراویح کی فضیلت ومشروعیت))............

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:''مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ''. [صحيح البخاري، الرقم: ٣٧] ترجمہ:''جو شخص رمضان (کی راتوں) میں ایمان اور ثواب کی نیت سے قیام کرتا ہے، اس کے پچھلے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں''۔اس حدیث مبارکہ میں ''قیام'' سے مراد تراویح کی نماز ہے۔

............((روزوں اور تراویح کی وجہ سے صدیقین اور شہداء کی معیت کا حصول))............

حضرت عمرو بن مرۃ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص جناب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آکر اس نے کہا:''يَـــا رَسُولَ اللّٰهِ! أَرَأَيْتَ إِنْ شَهِدْتُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ، وَصَلَّيْتُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ، وَأَدَّيْتُ الزَّكَاةَ، وَصُمْتُ رَمَضَانَ، وَقُمْتُهُ، فَمِمَّنْ أَنَا؟، قَالَ: ''مِنَ الصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَآءِ'' . [صحيح ابن حبان، الرقم: ٣٤٣٨]. ترجمہ:''اے اللہ کے رسول! مجھے بتائیں کہ اگر میں اس بات کی گواہی دوں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے، اور میں پانچ وقت کی نماز پڑھوں، اور زکوۃ ادا کروں، اور رمضان کے روزے رکھوں، اور رمضان میں تراویح کی نماز پڑھوں تو میرا شمار کن لوگوں میں ہوگا؟ اس کے جواب میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایسی صورت میں تمہارا شمار صدیقین اور شہداء میں ہوگا''۔

............((روزوں اور تراویح کی وجہ سے اللہ کی رضا کا حصول اور گناہوں کی مغفرت))............

رمضان المبارک کے روزوں، تراویح اور دیگر عبادات کے بدلہ کا اعلان عید الفطر کی رات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کے سامنے کیا جاتا ہے، جس کی مکمل تفصیل شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی کتاب ''فضائلِ رمضان'' کی آخری حدیث میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے، یہاں اس حدیث کا صرف ایک جملہ نقل کیا جاتا ہے:''فَإِنِّي أُشْهِدُكُمْ يَا مَلَائِكَتِي! أَنِّي قَدْ جَعَلْتُ ثَوَابَهُمْ مِنْ صِيَامِهِمْ شَهْرَ رَمَضَانَ وَقِيَامَهُ رِضَائِي وَمَغْفِرَتِي''. ترجمہ:''کہ اے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں نے ان بندوں کو رمضان کے روزوں اور اس کے قیام (یعنی: تراویح) کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کردی ہے''۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند دن جماعت کے ساتھ تراویح کی نماز پڑھائی تھی، پھر اس ڈر سے کہ کہیں یہ نماز امت پر فرض نہ ہوجائے، جماعت کے ساتھ ادا کرنا چھوڑ دی، اور اس کے بعد لوگ اکیلے یا چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی شکل میں تراویح پڑھتے تھے، یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت آگیا اور یہ ڈر کہ ''کہیں یہ نماز امت پر فرض نہ ہوجائے'' ختم ہوگیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منشا کے مطابق لوگوں کو مسجد میں ایک امام کے پیچھے تراویح پڑھنے کا فرمایا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ان کا امام بنا کر اس مبارک سنت کو جاری فرمایا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح باجماعت کا عمل تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے جاری فرمایا، کسی نے اس پر نکیر نہیں فرمائی۔تو گویا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کو اجماع کی حیثیت حاصل ہوگئی۔

صحیح بخاری وغیرہ دیگر کتب حدیث میں یہ تفصیل موجود ہے، بوقت ضرورت ملاحظہ کی جاسکتی ہے، اسی تفصیل سے متعلق مسند احمد بن حنبلؒ کی ایک روایت کے آخر میں ہے:''فَلَمَّا أَصْبَحَ، قَالَ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مَا زَالَ النَّاسُ يَنْتَظِرُونَكَ الْبَارِحَةَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: أَمَا إِنَّهُ لَمْ

يَخُفَ عَلَيَّ أَمْرُهُمْ، وَلَكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُكْتَبَ عَلَيْهِمْ". (رقم الحديث: ٢٥٩٠٤) ترجمہ:"جب صبح ہوگئی(اوراس رات جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز تراویح پڑھانے تشریف نہیں لائے) تو حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ساری رات لوگ آپ کے انتظار میں رہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: اے عمر! لوگوں کا میرے انتظار کرنے کا معاملہ مجھ سے چھپا ہوا نہیں ہے، لیکن میرے باہر آ کر انہیں نماز نہ پڑھانے کی وجہ یہ ہوئی کہ مجھے یہ خوف ہوا کہ کہیں تراویح کی یہ نماز ان پر فرض نہ کر دی جائے"۔

حضرت عمر فاروقؓ کے اس سوال اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے یقیناً حضرت فاروق اعظمؓ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء ومقصد کو پوری طرح سمجھ لیا تھا، چنانچہ جب وہ وقت آیا کہ اس نماز کی فرض ہوجانے کا کوئی خوف باقی نہ رہا (یعنی: جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا) تو انہوں نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق کی تکمیل کرتے ہوئے تمام امت کو مسجد میں ایک امام کی اقتداء میں تراویح پڑھنے کے لیے جمع کر دیا۔

((تراویح کے متفرق مسائل))

[☆] تراویح کی نماز ہر بالغ مرد اور عورت کے لیے سنت مؤکدہ ہے، لہٰذا بغیر کسی عذر کے تراویح نہ پڑھنے سے سنت مؤکدہ چھوڑنے کا گناہ ہوگا۔

[☆] صحیح روایات، احادیث وآثارِ صحابہ کے مطابق تراویح کی نماز، تہجد سے الگ عبادت ہے اور بیس رکعات دس سلام کے ساتھ سنت مؤکدہ ہے، جبکہ تین رکعات وتر اس کے علاوہ ہیں۔ یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علماء سلف کا فہم ہے اور اسی پر ہر دور میں امت کا تعامل رہا ہے۔

((تراویح اور تہجد میں فرق))

واضح رہے کہ تہجد اور تراویح کی نماز میں مختلف اعتبار سے فرق ہے:

1)۔تہجد کا ذکر قرآن کریم میں ہے جبکہ تراویح کا ذکر صرف حدیث شریف میں ہے۔

2)۔تہجد پورے سال پڑھنے کی نماز ہے اور تراویح رمضان المبارک کے ساتھ خاص ہے۔

3)۔تہجد کا اصل وقت آخر رات ہے اور تراویح کا اصل وقت عشاء کی نماز کے فوراً بعد ہے۔

4)۔تہجد میں جماعت نہیں ہے، جبکہ تراویح کی نماز میں جماعت مسنون ہے۔

5)۔تہجد میں قرآن مجید ختم کرنا اور سننا سنت نہیں، جبکہ تراویح کی نماز میں پورا قرآن شریف ختم کرنا اور سننا سنت ہے۔

[☆] جس طرح تراویح کی 20 رکعات سنت مؤکدہ ہیں، اسی طرح ان بیس رکعات میں ایک مرتبہ قرآن کریم ختم کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

[☆] تراویح کی چار رکعات کے بعد کچھ دیر وقفہ کرنا مستحب ہے، اور اس وقفہ میں اختیار ہے، خواہ خاموش رہے، یا کوئی ذکر وغیرہ کرے۔ اور اس وقفہ کے دوران "تسبیح تراویح" کے نام سے جو دعا مشہور ہے، وہ سنت سے تو ثابت نہیں، البتہ اگر کوئی محض دعا کی نیت سے پڑھنا چاہے تو اس کی گنجائش ہے۔

[☆] کسی عذر کے بغیر تراویح کی چار رکعات ایک ساتھ یعنی: ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہے۔

[☆] عورتوں کے لیے تراویح کی نماز کے لیے مسجدوں میں آنا اکثر فتاویٰ کی روشنی میں مکروہ تحریمی ہے اس لیے اُن کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ دوسری نمازوں کی طرح تراویح کی نماز بھی گھر ہی میں ادا کریں، البتہ بعض اہلِ علم مخصوص شرائط کی روشنی میں مسجد میں آنے کی بھی اجازت دیتے ہیں۔

[☆] اگر کوئی شخص عشاء کی نماز میں تاخیر سے آئے تو پہلے عشاء کے فرض پڑھے، پھر تراویح میں شریک ہو، اور پھر وتر امام کے ساتھ ہی پڑھے اور تراویح کی جو رکعات رہ جائیں، انہیں وتر کے بعد پڑھے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ نہ پڑھی جاسکے تو تراویح اور وتر جماعت کے ساتھ نہیں پڑھ سکتے۔ یہ بات درست نہیں ہے، بلکہ ایسی صورت میں تراویح اور وتر امام کے ساتھ ہی پڑھنے چاہییں۔

[☆] نابالغ بچے کی اقتداء میں بالغ افراد کا تراویح پڑھنا جائز نہیں، کیوں کہ نابالغ بچے کی نماز نفلی نماز ہوتی ہے، جب کہ تراویح کی نماز سنت ہے، البتہ نابالغ بچہ اپنے جیسے نابالغ بچوں کی امامت کرواسکتا ہے۔

[☆] تراویح کھڑے ہوکر پڑھنا مستحب ہے، البتہ اگر کوئی شخص کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر تراویح پڑھے تو امید ہے، اس کے ثواب میں کمی نہیں ہوگی۔

[☆] تراویح کے ختم پر دعا کرنا سلف صالحین کے عمل کی روشنی میں ثابت ہے، البتہ اسے سنت سمجھنا درست نہیں۔اس صورت میں وتر کے بعد دعا نہیں مانگی جائے گی۔اور اگر کوئی وتروں کے بعد دعا منگواتا ہے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

[☆] بعض لوگوں کو کاروبار یا سفر وغیرہ کی وجہ سے پورے رمضان میں ایک جگہ تراویح پڑھنا مشکل ہوتا ہے، تو ایسے حضرات کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ کسی حافظ کے پیچھے چند دن میں پورا قرآن کریم سن لیں، پھر اپنے مشاغل وغیرہ میں لگ جائیں اور جہاں موقع ملے، وہاں پڑھ لیا کریں۔

[☆] بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تراویح میں ایک مرتبہ قرآن کریم سن لینے کے بعد تراویح کی نماز معاف ہو جاتی ہے، یہ خیال درست نہیں، بلکہ پورا مہینہ تراویح پڑھنا سنت ہے، جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا۔

[☆] مسجد میں تراویح کی جماعت سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص بھی مسجد میں تراویح نہ پڑھے تو سب محلے والوں کو اس تاکیدی سنت کے چھوڑنے کا گناہ ہوگا اور اگر مسجد میں تراویح کی جماعت ہو رہی ہو اور کوئی شخص اپنے گھر میں جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنا چاہے، تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے، لیکن اسے عشاء کی نماز مسجد میں باجماعت پڑھنی چاہیے۔اور اگر یہ گھر میں تنہا ادا کرنا چاہے تو کبھی کبھار تو ایسا کرنا درست ہے، لیکن مستقل اس کی عادت بنالینا درست نہیں ہے۔

[☆] واضح رہے کہ عام حالات میں عورت کا جماعت کروانا مکروہ تحریمی ہے، البتہ اگر کسی حافظہ قران کو تراویح میں قرآن سنائے بغیر قرآن کریم بھولنے کا قوی اندیشہ ہو تو چند شرائط کے ساتھ وہ عورتوں کو تراویح کی نماز باجماعت پڑھا سکتی ہے:

1) حافظہ عورت کی نماز کے دوران آواز گھر سے باہر نہ جائے۔

2) اس کے لیے باقاعدہ اعلان اور اہتمام کر کے عورتوں کو اکٹھا نہ کیا جائے، بہتر یہ ہے کہ صرف گھر کی خواتین شامل ہوں۔

3) حافظہ عورت صف کے درمیان میں معمولی سا آگے کھڑی ہو، مردوں کے امام کی طرح اگلی صف میں کھڑی نہ ہو۔

[☆] ڈاڑھی منڈے یا ایک مشت سے کم ڈاڑھی رکھنے والے امام کے پیچھے اپنے اختیار سے تراویح پڑھنا مکروہ ہے، لہٰذا تراویح کے لیے کسی صالح متبع سنت امام کا انتخاب کرنا چاہیے۔اور اگر مسجد میں ایسا کوئی امام متعین ہو تو پھر افضل یہ ہے کہ فرض نماز اس کے پیچھے ادا کر کے تراویح الگ سے سورتوں کے ساتھ گھر وغیرہ میں ادا کر لی جائیں۔

[☆] نمازِ تراویح میں ختمِ قرآن کے موقع پر حافظ صاحب کو جو رقم، ہدایا وغیرہ دیے جاتے ہیں، ان کی تین صورتیں ہیں:

(الف) پہلے سے حافظ صاحب اور متولّی مسجد یا مقتدی حضرات کے درمیان باضابطہ اجرت طے کر لی جائے، یا عرفاً متعیّن سمجھی جائے۔

(ب) باہمی طور پر اجرت طے نہ کی گئی ہو اور نہ ہی عرفاً متعیّن سمجھی جاتی ہو، لیکن حافظ صاحب اس غرض سے سناتے ہوں کہ مجھے کچھ ملے گا اور دینے والے بھی اس کو ضروری سمجھتے ہوں۔ان دونوں صورتوں میں حافظ صاحب کو کچھ دینا ناجائز ہے، اس سے بچنا واجب ہے، بلکہ ایسی صورت میں اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے قرآن سنانے والا کوئی حافظ نہ ملے تو اس قسم کے حفاظ کے پیچھے تراویح میں قرآنِ کریم ختم کرنے کے بجائے مختصر سورتوں کے ساتھ تراویح پڑھنا بہتر ہے۔

(ج) قرآنِ کریم پڑھنے والا محض اللہ کی رضا کے لیے تراویح میں قرآن سنائے، کچھ لینے کی نیت نہ ہو، لیکن مقتدی حضرات بطورِ ہدیہ، غیر لازم سمجھ کر، محض محبّت کی بنا پر اپنی خوشی سے کوئی چیز دے دیں، قرآنِ کریم کا معاوضہ یا حافظ صاحب کی خدمت کو لازم سمجھ کر نہ دیں، اور اس طرح کہ اگر نہ دیا جائے تو کسی کو کوئی شکایت نہ ہو، تو اس صورت میں لینا جائز ہے، تاہم اس کے لیے ختمِ قرآن کا موقع خاص نہیں کرنا چاہیے، بلکہ پہلے یا بعد میں یا کسی اور موقع پر حافظ صاحب کی خدمت کر دی جائے، تاکہ کسی طرف سے انتظار کی صورت بھی قائم نہ ہو۔

☆☆ ....☆............ ☆☆

امسال

جامع مسجد اشتیاق ڈسکہ

میں پانچ روزہ حفاظ تربیتی کورس کروایا گیا

جس میں ایک دن کا سبق

مسائل تراویح پر بھی مشتمل تھا۔

استفادے وافادے کی نیت سے

وہ فائل بھی ساتھ ہی منسلک کی جارہی ہے۔

☆☆☆..........نماز تراویح سے متعلق فضائل ومسائل..........☆☆☆

((تراویح کی فضیلت اور اس کی شرعی حیثیت))

[1]۔ رمضان المبارک میں تراویح کی بہت زیادہ فضیلت ہے، حضور اقدس ﷺ نے اس کو سنت قرار دیا ہے، اس لیے حضراتِ فقہاء فرماتے ہیں: ہر عاقل، بالغ، مرد اور عورت کے ذمّے تراویح پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے، اور مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا سنت مؤکدہ علی الکفایۃ ہے۔

جس طرح مَردوں کے لیے تراویح پڑھنے کا اہتمام ضروری ہے، اسی طرح خواتین کے لیے بھی تراویح کا اہتمام ضروری ہے، بعض خواتین تراویح کو اہمیت نہیں دیتیں بلکہ معمولی معمولی بہانوں سے اس کو ترک کر دیتی ہیں، یا مکمل بیس رکعت ادا نہیں کرتیں، ان کا یہ طرزِ عمل ہرگز درست نہیں۔

[2]۔ تراویح چوں کہ سنتِ مؤکدہ ہے، اس لیے بلا عذر تراویح چھوڑتے رہنا گناہ ہے۔ [رد المحتار]

((تراویح کا وقت))

[1]۔ یکم رمضان المبارک کی رات سے تراویح کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور ماہِ رمضان کی آخری رات تک رہتا ہے، یعنی: ماہِ رمضان کی ہر رات تراویح پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے۔

[2]۔ تراویح کا وقت عشاء کی فرض نماز کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور فجر تک رہتا ہے، فجر کا وقت داخل ہوتے ہی تراویح کی نماز کا وقت ختم ہوجاتا ہے، اس لیے اگر کسی شخص نے فجر سے پہلے تراویح نہیں پڑھی تو فجر کے بعد اس کی قضا نہیں، البتہ بلا عذر تراویح ترک کرنے پر استغفار کرنا چاہیے۔

[3]۔ جس شخص سے تراویح کی دو یا زیادہ رکعات چلی جائیں تو اگر نمازِ وتر سے پہلے ان کو ادا کرنے کا موقع مل رہا ہو تو نمازِ وتر سے پہلے ہی ادا کرلے، ورنہ تو نمازِ وتر کے بعد فجر سے پہلے پہلے کسی بھی وقت ادا کرلے۔

[4]۔ تراویح ادا کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز فاسد ہوچکی ہے تو ایسی صورت میں عشاء کی نماز کے ساتھ ساتھ تراویح بھی دوبارہ ادا کرنی ہوگی۔

((تراویح کی رکعات))

تراویح بیس رکعات ہی سنت ہے، حضور اقدس ﷺ نے بیس رکعات تراویح ادا فرمائی ہیں، جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ [الرقم: ۷۶۸۰] میں یہ حدیث شریف موجود ہے کہ: ”عن ابن عباسؓ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: كَانَ يُصَلِّي فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ“۔

بیس رکعات تراویح حضرات صحابہ کرامؓ سے بھی ثابت ہے اور یہی چاروں ائمہ کرام اور جمہور امت کا مذہب ہے، اور چودہ سو سالوں سے امت کا تعامل بھی اسی کے مطابق ہے، اس سے معلوم ہوا کہ تراویح آٹھ رکعات نہیں ہے، اور نہ ہی اس کا کوئی ٹھوس ثبوت ہے، بلکہ بیس رکعات سے کم تراویح پڑھنا سنت ہی نہیں، اس لیے آٹھ رکعات تراویح پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ (اعلاء السنن)

((تراویح میں چار رکعات کے بعد وقفہ کرنے کا حکم))

ہر چار رکعات تراویح کے بعد وقفہ کرنا، یعنی: اتنی دیر بیٹھنا، جتنی دیر میں یہ چار رکعات ادا کی ہیں، البتہ اگر مقتدی حضرات کی تنگدلی کی وجہ سے اس سے کم مقدار وقفہ کرلیا جائے تب بھی جائز ہے، اور اگر کوئی بالکل وقفہ ہی نہ کرے تب بھی کوئی حرج نہیں۔

((چار رکعت تراویح کے بعد وقفے کے درمیان مخصوص تسبیح پڑھنے کا حکم))

چار رکعات تراویح کے بعد کیے جانے والے وقفے میں شریعت نے کوئی خاص عمل سنت یا لازم قرار نہیں دیا، اور نہ ہی روایات سے کوئی مخصوص عمل ثابت ہے، اس لیے کسی خاص عمل کو ہی سنت، ثابت یا لازم قرار دینا ہرگز درست نہیں، بلکہ ہر ایک کو اختیار ہے: چاہے تو ذکر کرے، دُعا کرے، استغفار

کرے، درود شریف پڑھے، یا ویسے ہی خاموش رہے؛ یہ سب جائز ہے۔

[☆] تراویح کے وقفے میں مخصوص وہ دعا جو آج کل مشہور ہے، کا ہی پڑھنا قرآن وسنت سے ثابت نہیں، اس لیے اس کو سنت یا مستحب نہیں قرار دیا جاسکتا۔ تاہم مروجہ تسبیح تراویح کے الفاظ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے عظیم الشان کلمات ہیں، سنت اور لازم سمجھے بغیر انہیں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

...........((تراویح کے لیے نیت کرنے کا حکم))...........

تراویح کی نماز کے لیے نیت کرنا فرض ہے، نیت کے بغیر تراویح درست نہیں ہوتی، البتہ یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ نیت درحقیقت دل کے ارادے اور عزم کا نام ہے، اس لیے دل میں نیت کرلینا کافی ہے، زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں البتہ اگر کوئی شخص زبان سے بھی نیت کرلے تب بھی درست ہے، اس صورت میں صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ میں دو رکعات تراویح کی نماز ادا کرتا ہوں۔ اور اگر امام کی اقتدا میں ہو تو یوں نیت کرے کہ میں امام کے پیچھے دو رکعات تراویح کی نماز ادا کرتا ہوں۔

...........((تراویح کے ختم قرآن میں بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنے کا حکم))...........

امام کے لیے تراویح پڑھاتے ہوئے پورے قرآن کریم میں صرف ایک بار کسی بھی سورت کے شروع میں بلند آواز سے ’’بسم اللہ‘‘ پڑھنا ضروری ہے، اس لیے کہ یہ بھی قرآن کریم کی ایک آیت ہے، کیوں کہ اگر امام نے ایک بار بھی بلند آواز سے ’’بسم اللہ‘‘ نہیں پڑھی تو مقتدی حضرات کے ختمِ قرآن میں ایک آیت کی کمی رہ جائے گی۔

البتہ ہر سورت کے شروع میں ’’بسم اللہ‘‘ پڑھنے کا حکم نہیں، نہ بلند آواز سے اور نہ آہستہ آواز سے، البتہ اگر کوئی پڑھنا چاہے تو وہ آواز سے نہ پڑھے بلکہ آہستہ پڑھ لیا کرے۔

...........((تراویح میں ختم قرآن کی شرعی حیثیت اور متعلقہ احکام))...........

[☆] تراویح میں کم از کم ایک بار قرآن کریم ختم کرنا سنت ہے، ایک سے زائد بار جتنی مرتبہ ختمِ قرآن کی توفیق ہوجائے تو بڑی فضیلت کی بات ہے۔

[☆] تراویح میں قرآنِ مجید ختم ہوجانے کے بعد دوبارہ سے شروع کرکے سورۃ البقرہ کی ابتدائی آیات پڑھنا مستحب ہے، اور یہ حدیث سے مستنبط ہے، اور سلفِ صالحین کا اس پر عمل ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت ایسا عمل ہے کہ ایک بار قرآن ختم ہوجانے کے بعد دوبارہ شروع کرنا چاہیے، کیوں کہ اس کی تلاوت سدا جاری رہنی چاہیے، گویا اس سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ہم نے قرآن کریم ختم کرکے دوبارہ شروع کرلیا ہے اور یہی قرآن کی عظمت کا تقاضا ہے، البتہ اس کو ضروری قرار دینا درست نہیں، اگر کوئی شخص یہ ابتدائی آیات نہ پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور ایسا شخص ہرگز قابلِ ملامت نہیں۔

[☆] ختمِ قرآن کے موقع پر دعائیں قبول ہوتی ہیں، اس لیے دعاؤں کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔

...........((ختم تراویح کے موقع پر مٹھائی تقسیم کرنے کا حکم))...........

ختمِ قرآن کے موقع پر دلی خوشی کے ساتھ شرعی حدود کا خیال رکھتے ہوئے مٹھائی تقسیم کرنا جائز ہے، البتہ اس کو سنت یا ضروری نہ سمجھا جائے، اس کے لیے زبردستی چندہ نہ کیا جائے، اور مسجد کے آداب کا خصوصی خیال رکھا جائے، بصورتِ دیگر اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

...........((فاسد ہوجانے والی تراویح میں کی گئی تلاوت کا حکم))...........

تراویح کی جو رکعات فاسد ہوجائیں تو اس میں پڑھا گیا قرآن دوبارہ دہرایا جائے گا۔

...........((مسجد کے علاوہ دیگر جگہوں میں تراویح کی جماعت کا حکم))...........

اگر مسجد میں تراویح کی جماعت ہوتی ہو تو ایسی صورت میں مسجد کے علاوہ کسی گھر یا دفتر وغیرہ میں با جماعت تراویح پڑھنا بھی جائز ہے، البتہ ایسی

صورت میں مسجد کے ثواب سے محرومی رہے گی، نیز! ایسی صورت میں صرف فرائض مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کر لیے جائیں اور تراویح دیگر مقامات میں۔

((ایک ہی مسجد میں تراویح کی ایک سے زائد جماعتوں کا حکم))

[☆] عام حالات میں تو حکم یہی ہے کہ مسجد میں تراویح کی ایک ہی جماعت ادا کی جائے، البتہ کسی ضرورت کے پیشِ نظر ایک مسجد میں مختلف مقامات میں تراویح کی ایک سے زائد جماعتیں کرانا جائز ہے، البتہ اس میں درج ذیل باتوں کی رعایت ضروری ہے:

[☆] مسجد میں ایک سے زائد جماعتوں کا انعقاد کسی نفسانیت، مخالفت یا فتنہ پروری جیسے مذموم مقاصد کی وجہ سے نہ ہو۔

[☆] آواز ٹکرانے یا اس جیسے دیگر امور کی وجہ سے جماعتوں میں خلل پیدا نہ ہوتا ہو۔

((خواتین کے لیے تراویح کے لیے مسجد جانے کا حکم))

خواتین کے لیے تراویح پڑھنے کی غرض سے مسجد جانا درست نہیں، بلکہ انھیں گھر ہی میں تراویح ادا کرنی چاہیے اور یہی ان کے لیے افضل ہے۔
چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورت کے لیے صحن میں نماز پڑھنے سے زیادہ افضل یہ ہے کہ وہ کمرے میں نماز پڑھے، اور کمرے میں بھی زیادہ افضل یہ ہے کہ وہ کسی کونے (اور پوشیدہ جگہ) میں نماز ادا کرے [سنن ابی داؤد، الرقم: ۵۷۰]۔
یہ حکم فرض نماز کے بارے میں ہے، تراویح تو سنت مؤکدہ ہے، اس میں اس امر کی اور زیادہ تاکید آجائے گی، خلاصہ کلام یہ کہ جمہور فقہاء کرام کے نزدیک کئی مفاسد کی بنا پر خواتین کو نمازِ تراویح کے لیے مسجد جانے کی ترغیب دینا یا ان کے لیے وہاں انتظام کرنا کسی طور پر مناسب نہیں ہے۔

((خواتین کے لیے گھر میں تراویح کی جماعت کا حکم))

خواتین کے لیے تراویح کی جماعت سنت نہیں ہے، اس لیے وہ گھر ہی میں تنہا تراویح ادا کیا کریں، البتہ اگر گھر میں شرعی حدود کے ساتھ کسی محرم یا غیر محرم مرد امام کی اقتدا میں با جماعت تراویح ادا کرنے کا صحیح انتظام ہو سکتا ہو تو اس کی گنجائش ہے۔ شرعی حدود سے مراد یہ ہے کہ
[☆] امام مرد فرض مسجد میں ادا کر کے آئے، [☆] اس کے ساتھ گھر کے دیگر مرد بھی ہوں، [☆] ان مردوں کی صف کے پیچھے موٹا پردہ ہو اس کے پیچھے عورتیں کھڑی ہوں، [☆] عورتیں اپنی آواز پر کنٹرول رکھیں، [☆] مرد وعورتوں کی آمد ورفت ایک طرف سے اور ایک وقت میں نہ ہو کہ اختلاط لازم آئے، [☆] عورتوں کو اس مقصد کے لیے جمع کرنے کی تحریک لازم نہ آئے۔ وغیرہ وغیرہ

((تراویح کی امامت کرنے والے سے متعلق مسائل))

[1] اگر کوئی شخص ڈاڑھی ایک مشت سے کم کرتا ہو تو اس کو امام بنانا ناجائز ہے، اور اگر کوئی حافظ صاحب رمضان سے پہلے ڈاڑھی ایک مشت سے کم کرنے سے توبہ کر لے تو بھی جب تک ایک مشت ڈاڑھی پوری نہ ہو جائے اس کو امام بنانا مکروہ ہے۔

[2] اگر کوئی حافظ ڈاڑھی ایک مشت سے کم کرتا ہو اور اس کے علاوہ کوئی اور صالح، متبعِ شریعت حافظ میسر نہ ہو جو کہ ختمِ قرآن کرا سکے تو ایسی صورت میں ایسے حافظ کے پیچھے تراویح نہ پڑھی جائے بلکہ کسی اور مناسب شخص کی اقتدا میں آخری سورتوں کے ساتھ مختصر تراویح ادا کی جائے۔

[3] امام صحیح العقیدہ ہو، جس امام کا عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف ہو تو اسے امام نہ بنایا جائے۔

[4] امام بالغ ہو، کیوں کہ نابالغ کی اقتدا میں بالغ حضرات کی نماز جائز نہیں، البتہ نابالغ کی اقتدا میں نابالغ کی نماز جائز ہے۔

[5] ایسے حافظ صاحب کو تراویح میں ختمِ قرآن کے لیے امام نہیں بنانا چاہیے جن کو قرآن کریم ٹھیک طرح یاد نہ ہو یا جو قرآن ٹھیک طرح نہ پڑھتا ہو۔

[6] ایسے حافظ صاحب کو امام نہیں بنانا چاہیے جس کو نماز وغیرہ کے ضروری مسائل بھی معلوم نہ ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ ہر حافظ صاحب کو چاہیے کہ وہ تراویح سے متعلق بنیادی اور ضروری مسائل کا علم حاصل کر لے۔

[7] ایسے حافظ صاحب کو تراویح میں ختمِ قرآن کے لیے امام نہیں بنانا چاہیے جو اجرت لے کر تراویح پڑھاتا ہو۔

[8] جو امام کسی عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے تو وہ (بھی) تراویح پڑھا سکتا ہے۔

[9] اگر حافظ صاحب کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر تراویح پڑھائے تو یہ بھی جائز ہے۔

((سامع مقرر کرنے اور لقمہ دینے کے احکام))

[1] اگر کوئی بالغ سامع میسر نہ ہو تو نابالغ، لیکن سمجھدار حافظ لڑکا بھی سامع بن سکتا ہے۔

[2] سامع کو اجرت دینے کا وہی حکم ہے جو تراویح پڑھانے والے کا ہے، یعنی جائز نہیں، جس کی تفصیل آگے ذکر ہوگی ان شاء اللہ۔

[3] سامع کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ فوراً لقمہ نہ دے، بلکہ ذرا انتظار کر لے کہ امام خود ہی ٹھیک کر لے، لیکن اگر امام کو آیت یاد نہیں آ رہی ہو تو پھر لقمہ دے دے، البتہ یہ یاد رہے کہ لقمہ دینے والے کا اسی جماعت میں شامل ہونا ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر ایسے شخص نے لقمہ دیا جو اس جماعت میں شامل نہ تھا اور امام نے لے لیا تو ایسی صورت میں سب کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

[4] لقمہ اس قدر آواز سے دیا جائے کہ امام بآسانی سن سکے۔

[5] اگر امام نے سامع کا لقمہ نہیں لیا تو اس سے سامع کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

[7] یہ اہم مسئلہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ احناف کے نزدیک تراویح کے دوران قرآن کریم کو دیکھ کر لقمہ دینا جائز نہیں، اس طرح لقمہ دینے اور امام کے لقمہ لینے سے سب کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

[8] انتظامی تقاضا یہ ہے کہ تراویح میں سماعت کے لیے جو حافظ صاحب مقرر ہو صرف وہی لقمہ دے لیکن اگر اس کے علاوہ اس جماعت میں شامل کسی اور نے لقمہ دے دیا تو اس سے بھی کسی کی نماز پر اثر نہیں پڑتا۔

((تراویح پر اجرت لینے کا حکم))

[1] تراویح پڑھانے کی اجرت لینا ناجائز اور گناہ ہے، ایسے حفاظ جو تراویح پڑھانے پر اجرت کا مطالبہ کرتے ہیں ان کو تراویح پڑھانے کا ہرگز موقع نہ دیا جائے۔

[2] تراویح پڑھانے کی اجرت اگر طے نہ کی جائے لیکن وہاں کا عمومی رواج ایسا ہو کہ تراویح پڑھانے پر اجرت دینی پڑتی ہو تو یہ بھی جائز نہیں۔

[3] اگر کہیں تراویح کی اجرت طے نہ ہو اور وہاں اجرت دینے کا رواج بھی نہ ہو حتی کہ تراویح پڑھانے والے کے دل میں اجرت لینے کی نیت بھی نہ ہو، ایسے میں اگر کوئی شخص تراویح پڑھانے والے کو اپنی خوشی سے رقم یا کوئی چیز ہدیہ کر دے اور اس کو تراویح کا عوض نہ سمجھے تو یہ لینا جائز ہے، البتہ ایسی صورتحال بہت ہی کم دیکھنے میں آتی ہے۔

((تراویح میں کی جانے والی چند عمومی غلطیاں))

ذیل میں نمازِ تراویح میں کی جانے والی چند عمومی غلطیوں سے متعلق مسائل ذکر کیے جاتے ہیں تاکہ ایک تو ان کی اصلاح کی جا سکے، اور دوم یہ کہ ایسی غلطیاں پیش آنے کی صورت میں ان کا حکم پہلے سے اچھی طرح ذہن نشین رہے۔

((تراویح کی پہلی رکعت کے بعد بیٹھ جانے کا حکم))

اگر کوئی شخص پہلی رکعت میں بھولے سے بیٹھ جائے تو محض بیٹھنے سے تو کچھ بھی نہیں ہوتا بلکہ اگر وہ تین بار ”سُبْحَانَ اللّٰہِ“ جتنی مقدار بیٹھا ہو تو اس پر سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے لیکن اگر اس سے کم ہو تو واجب نہیں ہوتا۔

((آیت بھول جانے کی صورت میں خاموش رہنے کا حکم))

اگر تراویح میں آیت بھول جائے اور اس کو یاد کرنے کے لیے اتنی دیر خاموش رہے کہ اس میں تین بار "سبحان اللہ" پڑھا جا سکتا ہو تو اس سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔

((تراویح کی رکعات میں شک ہو جانے کا حکم))

[1] اگر تراویح کی رکعات میں شک ہو جائے کہ مقتدی حضرات میں سے بعض کہتے ہوں کہ بیس ہو چکی ہیں جبکہ بعض کہتے ہوں کہ اٹھارہ ہو گئیں تو ایسی صورت میں امام کا رجحان جس طرف ہو تو اسی پر عمل کیا جائے گا۔

[2] اگر تمام مقتدی کہتے ہوں کہ اٹھارہ ہو گئی ہیں جبکہ امام کو یقین ہو کہ بیس ہو گئی ہیں تو امام کی بات پر عمل کیا جائے گا۔

[3] اگر سبھی کو شک ہو کہ بیس ہوئیں یا اٹھارہ تو ایسی صورت میں دو رکعات تراویح کی نیت سے بغیر جماعت کے ادا کی جائیں گی۔

((تراویح میں تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو جانے کا حکم))

اگر کوئی امام دو رکعات تراویح ادا کر کے تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

[1]۔ امام دوسری رکعات میں تشہد پڑھنے کے بعد تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے تو ایسی صورت میں واپس لوٹنے کی ضرورت نہیں بلکہ دو رکعات مزید ادا کر لے، اس طرح چار رکعات تراویح ادا ہو جائیں گی۔

[2] اگر امام دوسری رکعت میں نہ بیٹھے بلکہ کھڑا ہی ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ تیسری رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے پہلے قعدے کی طرف لوٹ آئے اور آخر میں سجدہ سہو کر لے تو نماز درست ہو جائے گی، لیکن اگر اس نے تیسری رکعت کا سجدہ بھی کر لیا تو اب اس کو چاہیے کہ اس کے ساتھ ایک اور رکعت بھی مِلا لے تاکہ چار رکعت ہو جائیں، اس صورت میں پہلی دو رکعات تو باطل ہو جائیں گی اور آخری دو رکعات درست شمار ہوں گی، جس کی وجہ سے پہلی دو رکعات دوبارہ ادا کرنی ہوں گی اور اس میں جو قرآن کریم پڑھا ہے وہ بھی دوبارہ دہرانا ہوگا، البتہ اگر پہلی دو رکعات میں قرآن کریم کا فی زیادہ مقدار میں پڑھا ہو جس کے دہرانے سے لوگوں میں انتشار کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں بعض اہلِ علم فرماتے ہیں کہ قرآن کریم دوبارہ نہ دہرانے کی بھی گنجائش ہے۔ (مستفاد از امداد الفتاوی جدید، بتغییر یسیر: ۲/۳۷۳)

((مقتدی کے تشہد مکمل کرنے سے پہلے امام کے سلام پھیرنے کا حکم))

اگر مقتدی نے تشہد پورا نہیں کیا تھا کہ امام نے سلام پھیر لیا تو ایسی صورت میں مقتدی کو چاہیے کہ وہ تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے۔ اور اگر مقتدی کے تشہد پورا کرنے کے بعد درود، دعا مکمل کرنے سے قبل امام سلام پھیر لے تو مقتدی بھی سلام پھیر دے۔

((تراویح کے بعد دعا کا شرعی حکم))

بیس رکعات تراویح مکمل ہو جانے کے بعد بھی دعا کرنا جائز، بلکہ بعض کے نزدیک مستحب ہے کیوں کہ بیس رکعات پورے ہونے پر قرآن کریم کے ایک مقررہ حصے کی تلاوت پوری ہو جاتی ہے اور تلاوت کے بعد کی گھڑی قبولیت کی گھڑی ہوتی ہے، اس لیے دعا کرنا بہتر ہے، البتہ اس کو بھی شرعی حدود میں رکھنا چاہیے، اس کو لازم وضروری سمجھنا اور دعا نہ کرنے والے کو ملامت کرنا ہرگز درست نہیں، اور اگر کہیں وتروں کے بعد دعا کی جاتی ہے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

☆☆☆............☆☆............☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

☆☆☆............رمضان المبارک اور قرآن مجید............☆☆☆

﴾............((رمضان میں نزولِ قرآن))............﴿

رمضان المبارک میں نزولِ قرآن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دو جگہ کیا ہے، ایک جگہ میں ''نزولِ قرآن'' مطلقا رمضان المبارک میں ہونا بتایا گیا ہے، ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ. الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ. هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ. [البقرۃ:185]﴾ اور دوسری جگہ لیلۃ القدر میں نازل ہونا بتایا گیا ہے، ﴿اِنَّـآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ [القدر:1]﴾، ترجمہ: ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل (کرنا شروع) کیا۔تو یہ دونوں باتیں ہی درست ہیں، وہ اس طرح کہ ''لیلۃ القدر'' رمضان المبارک کی ہی ایک رات ہے، ان دونوں آیات کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کی شب قدر میں لوحِ محفوظ سے آسمان دنیا پر اُتار دیا گیا اور وہاں سے حسبِ حالات وضرورت ۲۳/سالوں تک زمین پر اترتا رہا۔

نیز! رمضان میں نزول قرآن کا یہ مطلب نہیں کہ مکمل قرآن صرف کسی ایک سال کے رمضان میں نازل ہوگیا، بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ رمضان میں نزولِ قرآن کا آغاز ہوا اور وحی جو غارِ حرا میں آئی وہ رمضان میں آئی۔اس اعتبار سے قرآن مجید اور رمضان المبارک کا آپس میں نہایت گہرا تعلق ہے۔

اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ اس ماہ مبارک میں حضرت جبرائیل علیہ السلام سے قرآن کا دور کیا کرتے تھے اور جس سال آپ کا وصال ہوا آپ ﷺ نے رمضان میں جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ دو مرتبہ قرآن مجید کا دور کیا۔ عن أبي هريرةؓ قَالَ: ''كَانَ يَعْرِضُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ الْقُرْآنَ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً، فَعَرَضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ''. (صحيح البخاري، الرقم: 4712)

رمضان المبارک کی تین راتوں (۲۳، ۲۵ اور ۲۷) میں آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو باجماعت قیام اللیل بھی کرایا جس کو اب تراویح کہا جاتا ہے (صحیح ترمذی)۔

اس لیے قرآن کریم اور رمضان المبارک آپس میں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں، چنانچہ! اسی کا مظہر ہے کہ رمضان المبارک میں قرآن کریم کے نزول کی برکت سے اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی اس بابرکت کتاب کی تلاوت سب سے زیادہ کی جاتی ہے۔قرآن پاک کی تلاوت جتنی اس ایک ماہ مبارک میں کی جاتی ہے اتنی تلاوت سال کے بقیہ گیارہ مہینوں میں سامنے نہیں آتی۔

﴾............((پورے عالَم میں قرآن کی تلاوت کا دور))............﴿

محض تراویح میں پڑھے جانے والے قرآن کو ہی دیکھ لیا جائے کہ سارے عالَم میں کس قدر قرآن مجید پڑھا اور سنا جاتا ہے، اور تراویح میں پڑھے جانے والے قرآن مجید کو اس جہت سے بھی دیکھا جائے کہ سارے عالَم میں وقت ایک سا نہیں ہوتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری سے پورے عالم کا نظام ایسا ہے کہ چوبیس گھنٹوں کی ہر ایک ساعت میں اللہ عزوجل کا اسم مبارک بلند ہو رہا ہوتا ہے، جیسا کہ اس کی تحقیقات کئی بار منظر عام پر آچکی ہیں کہ ممالک دنیا کے اوقات کچھ اس طریقے سے مربوط ہیں کہ دنیا بھر میں اذان کا سلسلہ ہر لحہ جاری وساری رہتا ہے، اب یہاں ہے تو اگلے لمحے کسی اور ملک میں، بعینہ اسی طرح تراویح کا وقت بھی پورے عالم میں ہر وقت قائم رہتا ہے، اب یہاں ہے تو اگلے لمحے وہاں، گویا رمضان المبارک کے دوران شب وروز میں کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوتا جب دنیا کے کسی نہ کسی حصے میں تراویح ادا نہ کی جارہی ہوں اور ہزاروں کی تعداد میں مسلمان نماز کی حالت میں کھڑے قرآن کریم پڑھ اور سن نہ رہے ہوں۔'' وما ذلک علی اللہ بعزیز''۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کے بہانے، دنیا بھر کے مسلمانوں کا قرآن مجید کے ساتھ تعلق تازہ کردیتے ہیں۔ہماری سال بھر کی غفلتوں، بے پروائیوں اور کوتاہیوں کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ کی کریم ورحیم ذات؛ رمضان المبارک میں ہمیں پھر سے قرآن کریم کے ساتھ جوڑ دیتی ہے،

گہری نظر سے دیکھا جائے تو یقیناً یہ نظر آئے گا کہ اگر رمضان المبارک کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت خاصہ ہمارا مقدر نہ بنتی تو شاید ہم نام نہاد مسلمانوں کا قرآن مجید سے یہ تعلق اور رشتہ اس طرح قائم نہ رہ پاتا جس طرح رمضان میں یہ تعلق اور رشتہ ازسرنو مضبوط اور تازہ ہوجاتا ہے۔

یقیناً رمضان المبارک اور قرآن مجید کے آپسی ربط اور مضبوط تعلق کا ہی نتیجہ ہے کہ لاکھوں حفاظ اور قراء حضرات رمضان کی آمد سے قبل ہی قرآن مجید کے دور میں لگ جاتے ہیں، اوران لاکھوں بندگان خدا کی زبانوں سے کروڑوں بار قرآن مجید کی تلاوت کی تکمیل سامنے آتی ہے۔

((قرآن اور رمضان کے درمیان چند مشترک خصوصیات))

رمضان المبارک میں نزول قرآن مجید کی وجہ سے دونوں میں کئی اعتبار سے اشتراک ہے، جن کی طرف ذیل میں کچھ اشارہ کیا جاتا ہے۔

((قرآن اور رمضان کا صفتِ ''تقویٰ'' میں اشتراک))

رمضان اور قرآن کی پہلی اہم مشترک خصوصیت ''تقویٰ'' ہے، جیسا کہ قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں ذکر کیا گیا۔روزے سے متعلق آیت مبارکہ ملاحظہ ہو:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ ترجمہ:اے ایمان والو!تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم متقی بن جاؤ۔(سورۃ البقرۃ:۱۸۳) ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ میں اشارہ ہے کہ زندگی میں تقویٰ پیدا کرنے کے لیے روزہ کا بڑا اثر ہے۔اور یہی روزے سے مقصود ہے۔

اسی ماہِ مبارک کی ایک بابرکت رات میں قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم آسمانِ دنیا پر نازل ہوئی،جس سے استفادہ کی بنیادی شرط بھی تقویٰ ہے،اللہ تعالیٰ کا ارشاد قرآن کریم میں ہے:﴿ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾ (البقرة: ٢) یہ کتاب ایسی ہے کہ اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں، یہ ہدایت ہے متقیوں،یعنی:اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے۔اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق قرآن کریم سے ہر شخص کو ہدایت نہیں ملتی، بلکہ قرآن کریم سے فائدہ حاصل کرنے کی بنیادی شرط ''تقویٰ'' ہے۔ان دونوں آیتوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ روزہ اور قرآن مجید کے بنیادی مقاصد میں ''حصولِ تقویٰ'' ایک مشترک خصوصیت ہے۔

((قرآن اور رمضان کا صفتِ ''شفاعت'' میں اشتراک))

دونوں میں مشترک دوسری خصوصیت ''شفاعت'' ہے۔ روزہ اور قرآن دونوں اپنے عمل کرنے والوں کے حق میں اللہ تعالیٰ سے شفاعت کرتے ہیں،جیسا کہ پوری تفصیل وغیرہ سے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''اَلصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَقُولُ الصِّيَامُ: أَيْ رَبِّ! مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ، فَشَفِّعْنِي فِيهِ، وَيَقُولُ الْقُرْآنُ: مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ، فَشَفِّعْنِي فِيهِ، قَالَ: فَيُشَفَّعَانِ''. (مسند أحمد بن حنبل: 6626) ترجمہ:''روزہ اور قرآن (دونوں) بندے کے لیے قیامت کے دن شفاعت کریں گے۔روزہ کہے گا:اے میرے رب! میں نے اسے کھانے پینے اور خواہشِ نفس سے روکے رکھا، لہٰذا اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما،اور قرآن کہے گا:اے میرے رب! میں نے اسے رات کے وقت سونے سے روکے رکھا (اور تراویح میں یہ مجھے پڑھتا یا سنتا رہا) لہٰذا اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دونوں کی شفاعت (اس بندے کے حق میں) قبول کرلی جائے گی۔''

((قرآن اور رمضان کا صفتِ ''تقربِ الٰہی'' میں اشتراک))

تیسری خصوصیت جو رمضان اور قرآن دونوں میں مشترک طور پر پائی جاتی ہے وہ ''قربِ الٰہی'' ہے۔ یعنی:اللہ تعالیٰ کے کلام پاک کی تلاوت کے وجہ سے اللہ تعالیٰ سے خاص قرب حاصل ہوتا ہے،ایسے ہی روزہ دار کو بھی روزے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا خاص قرب حاصل ہوتا ہے۔ایسا قرب کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ روزہ میرے لیے ہے،اس کا بدلہ میں خود ہی دوں گا،حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ، اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ إِلَى مَا شَاءَ اللّٰهُ، يَقُولُ اللّٰهُ: إِلَّا الصَّوْمَ؛ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي! بِهٖ“. (سنن ابن ماجه، الرقم: 1638)

اور صرف یہی نہیں، حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ” فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ، لَخُلُفَةُ فَمِ الصَّائِمِ، أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ“. (صحيح مسلم،الرقم: 1151) ترجمہ: ”اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے۔ روزہ دار کے منہ کی ہوا اللہ کے نزدیک قیامت کے دن مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ بہتر ہے“۔ سوچیے! کہ اس سے بڑھ کر اور کیا قرب ہو سکتا ہے۔

اور اسی طرح قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس کے کلام مجید کی تلاوت کرنے کی وجہ سے بھی بندہ اللہ تعالیٰ کے قریب ترین ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں، برکتیں اور سکینہ اس پڑھنے والے پر نازل ہوتی ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللّٰهِ؛ يَتْلُونَ كِتَابَ اللّٰهِ، وَيَتَدَارَسُونَهٗ بَيْنَهُمْ، إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَحَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيمَنْ عِنْدَهٗ“. [سنن أبي داؤد، الرقم: ١٤٥٥] ترجمہ: ”جو لوگ اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر میں بھی جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور اس کو باہم مل کر پڑھتے ہیں، ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے، رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے، فرشتے اُن کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن کا اُن ہستیوں میں ذکر کرتے ہیں، جو اُس کے پاس ہیں، یعنی: فرشتے“۔

اللہ تعالیٰ اس کے کلام پڑھنے کو توجہ سے سنتے ہیں، سیدنا فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لَلّٰهُ أَشَدُّ أَذَنًا إِلَى الرَّجُلِ حَسَنِ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ مِنْ صَاحِبِ الْقَيْنَةِ إِلَى قَيْنَتِهٖ“. [سنن ابن ماجة، الرقم: ١٣٤٠] ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس آدمی کی طرف بہت زیادہ کان لگاتے ہیں، جو قرآن پاک خوبصورت آواز سے پڑھتا ہے، گانے والی کا مالک بھی گانے والی کی طرف اتنا کان نہیں لگاتا۔

جس جگہ بیٹھ کر یہ قرآن پڑھتا ہے وہ جگہ مسجد ہو تو وہ مساجد بھی آسمان والوں کے نزدیک ایسے چمکتی ہے جیسے زمین والوں کے نزدیک آسمان کے ستارے چمکتے ہیں۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: ”اَلْمَسَاجِدُ بُيُوتُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ تُضِيءُ لِأَهْلِ السَّمَآءِ كَمَا تُضِيءُ نُجُومُ السَّمَاءِ لِأَهْلِ الْأَرْضِ“. [مجمع الزوائد، الرقم: ١٩٣٤] یہ سب کچھ اللہ کے خصوصی قرب کی وجہ سے ہی ہوتا ہے۔

اگر ہم اس ماہ میں ہی ہمت کر کے قرآن مجید کے ساتھ اپنا تعلق جوڑ لیں تو یقیناً اس کی اور روزے کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے قریب سے قریب ہوتے چلے جائیں گے۔

اس کے لیے ترتیب بنالی جائے کہ روزانہ دو، تین، چار یا چار پانچ پارے پڑھنے ہیں، اگر اتنی مقدار ممکن نہیں تو کم از کم ایک پارہ تو ضرور پڑھ ہی لیں، اس طرح مہینے بھر میں ایک قرآن تو مکمل ہو ہی جائے گا۔ نیز! کسی ماہر عمدہ قاری صاحب کو قرآن پاک سنا کر تسلی بھی کر لی جائے کہ قرآن ٹھیک بھی ہے یا نہیں، اگر کچھ کمزوری ہو تو اسے بھی مسلسل محنت و مشق کے ذریعے ٹھیک کیا جائے۔

اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر بھی کچھ نہ کچھ حصے کی روزانہ مطالعہ کریں، اگر ترجمہ و تفسیر کسی استاذ سے پڑھ لی جائے تو پھر یہ سب سے اچھی بات ہے، کیونکہ قرآن مجید کا فہم و تدبر حاصل کرنا بھی مستقل قرآن مجید کے حقوق میں سے ایک اہم حق ہے۔

((بروزِ قیامت: قرآن کا استغاثہ))

سورۃ الفرقان کی آیت ۳۰ میں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے روز حشر کے میدان میں اللہ تعالیٰ کی عدالت میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دائر کی جانے والی ایک درخواست کا ذکر فرمایا ہے [کہ اس روز جبکہ ظالم و فاسق لوگ اپنی بداعمالیوں پر حسرت اور بے بسی کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو دانتوں میں چبائیں گے اور اپنی اس کوتاہی کا حسرت کے ساتھ تذکرہ کریں گے کہ اے کاش! ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ اختیار کی ہوتی اور فلاں فلاں کے

نقش قدم پر نہ چلے ہوتے۔اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے] کہ ﴿وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوراً﴾ ’’اے میرے رب! میری اس قوم نے قرآن کریم کو مہجور بنا دیا تھا‘‘۔

ابن کثیرؒ نے لکھا ہے: قیامت والے دن اللہ کے سچے رسول آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی شکایت جناب باری تعالیٰ میں کریں گے کہ نہ یہ لوگ قرآن کی طرف مائل تھے، نہ رغبت سے قبولیت کے ساتھ سنتے تھے، بلکہ اوروں کو بھی اس کے سننے سے روکتے تھے جیسے کہ کفار کا مقولہ خود قرآن میں ہے کہ وہ کہتے تھے:﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ . [فصلت: ٢٦] ﴾ اس قرآن کو نہ سنو اور اسکے پڑھے جانے کے وقت شور وغل کرو۔یہی اس کا چھوڑ رکھنا تھا۔نہ اس پر ایمان لاتے تھے، نہ اسے سچا جانتے تھے، نہ اس پر غور وفکر کرتے تھے، نہ اسے سمجھنے کی کوشش کرتے تھے، نہ اس پر عمل تھا، نہ اس کے احکام کو بجالاتے تھے، نہ اس کے منع کردہ کاموں سے رکتے تھے، بلکہ اس کے سوا اور کلاموں سے دلچسپی لیتے تھے، اور ان پر عامل تھے، یہی اسے چھوڑ دینا تھا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کریم ومنان جو ہر چیز پر قادر ہے۔ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کے ناپسندیدہ کاموں سے دست بردار ہو جائیں اور اس کے پسندیدہ کاموں کی طرف جھک جائیں۔وہ ہمیں اپنے کلام سمجھا دے اور دن رات اس پر عمل کرنے کی ہدایت دے، جس سے وہ خوش ہو، وہ کریم وہاب ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆☆☆............((رمضان المبارک اور دعا))............☆☆☆

دعا کا لفظی معنی پکارنا اور بُلانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي﴾. (البقرہ:186) ترجمہ: ''جب دعا کرنے والا دعا کرتا ہے تو میں اُس کی دعا قبول کرتا ہوں، لہٰذا مجھ سے (ہی) دعا مانگو''۔

[☆]﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾. [غافر: 60]
ترجمہ: ''آپ کے پروردگار نے فرمایا ہے: مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا جو لوگ میری عبادت سے ناک بھوں چڑھاتے ہیں عنقریب ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے''۔

[☆] جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اَلدُّعَاءُ هِيَ الْعِبَادَةُ''. (سنن أبي داؤد، الرقم: 1479) ترجمہ: ''دعا عبادت ہی ہے''۔

[☆] جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ وَ إِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ''. (سنن الترمذي، الرقم: 2516) ترجمہ: ''جب تُو سوال کرے تو اللہ سے سوال کر (یعنی: اللہ سے دعا مانگ) اور جب مدد مانگے تو اللہ سے مدد مانگ''۔

............((روزے دار کی دعا کی قبولیت کا اعلان))............

بہت سی روایات میں روزے دار کی دعا کا قبول ہونا وارد ہوا ہے۔ [☆] حضرت ابو سعید خدریؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: ''إِنَّ لِلّٰهِ عُتَقَاءَ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ يَعْنِي فِي رَمَضَانَ، وَإِنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ''. (الترغيب والترهيب: ٢/٣٦) ترجمہ: ''رمضان المبارک کی ہر شب وروز اللہ کے یہاں سے (جہنم کے) قیدی چھوڑے جاتے ہیں اور ہر مسلمان کے لیے شب وروز میں ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے''۔

[☆] ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ثَلَاثَةٌ لَاتُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ: اَلصَّائِمُ حِينَ يُفْطِرُ، وَالْإِمَامُ الْعَادِلُ، وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ''. (سنن الترمذي، الرقم: ٣٥٩٨) ترجمہ: ''تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی، ایک روزہ دار کی افطار کے وقت، دوسرے عادل بادشاہ کی، تیسرے مظلوم کی''۔

[☆] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اَلصَّائِمُ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُ''. (مسند أحمد بن حنبلؒ، الرقم: ١٠١٨٣). ترجمہ: ''روزے دار کی دعا رد نہیں کی جاتی (بلکہ قبول کی جاتی ہے)''۔

[☆] حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''إِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهِ لَدَعْوَةً مَا تُرَدُّ''. (سنن ابن ماجة، الرقم: ١٧٥٣) ترجمہ: ''بلاشبہ روزہ دار کی افطار کے وقت دعا رد نہیں کی جاتی''۔

[☆] ایک روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ رمضان میں عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کو حکم فرمادیتے ہیں کہ اپنی اپنی عبادت چھوڑ دو، اور روزہ داروں کی دعا پر آمین کہا کرو۔ ''يَا مُوسَى! إِنِّي آمُرُ حَمَلَةَ الْعَرْشِ إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ أَنْ يُمْسِكُوا عَنِ الْعِبَادَةِ وَكُلَّمَا دَعَا صَائِمُو رَمَضَانَ بِدَعْوَةٍ أَنْ يَقُولُوا آمِينَ''. [شعب الإيمان، الرقم: ٣٤٤٥، نقلاً عن فضائل رمضان للكاندهلويؒ]

[☆] حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ، وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ، حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا''. (صحيح مسلم، الرقم: ٢٧٤٩) ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ رات کے وقت اپنا (رحمت کا) ہاتھ پھیلاتے ہیں، تاکہ دن کے وقت گناہوں میں مصروف رہنے والے توبہ کرلیں، اور (اسی طرح) دن کے وقت اپنا (رحمت کا) ہاتھ پھیلاتے ہیں تاکہ رات کے وقت گناہوں میں مصروف رہنے والے توبہ کرلیں، یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا یہاں تک کہ سورج

مغرب سے طلوع ہوجائے‘‘ .

............((دعا کی قبولیت کی صورتیں))............

[☆] بہت سی روایات سے رمضان کی دعا کا خصوصیت سے قبول ہونا معلوم ہوتا ہے اور یہ بے تردد بات ہے کہ جب اللہ کا وعدہ ہے، اور سچے رسول ﷺ کا نقل کیا ہوا ہے تو اس کے پورا ہونے میں کچھ تردد نہیں، لیکن اس کے بعد بھی بعض لوگ کسی غرض کے لیے دعا کرتے ہیں مگر وہ کام نہیں ہوتا تو اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ وہ دعا قبول نہیں ہوئی، بلکہ دعا کے قبول ہونے کے معنی سمجھ لینا چاہییں ۔

[☆] حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُو بِدَعْوَةٍ لَيْسَ فِيهَا إِثْمٌ، وَلَا قَطِيعَةُ رَحِمٍ، إِلَّا أَعْطَاهُ اللهُ بِهَا إِحْدَى ثَلَاثٍ: إِمَّا أَنْ تُعَجَّلَ لَهُ دَعْوَتُهُ، وَإِمَّا أَنْ يَدَّخِرَهَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ، وَإِمَّا أَنْ يَصْرِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوءِ مِثْلَهَا، قَالُوا: إِذًا نُكْثِرُ، قَالَ: اللهُ أَكْثَرُ ‘‘. [مسند أحمد، الرقم: ١١١٣٣] ترجمہ: ’’جب کوئی مسلمان دعا کرتا ہے، بشرطیکہ کسی گناہ یا قطعِ رحمی کی دعا نہ کرے تو حق تعالیٰ شانہ کے یہاں سے تین چیزوں میں سے اسے ایک چیز ضرور ملتی ہے: یا خود وہی چیز ملتی ہے جس کی دعا کی، یا آخرت میں اسی قدر ثواب اس کے حصہ میں لگا دیا جاتا ہے، یا اس کے بدلے میں کوئی برائی یا مصیبت اس سے ہٹا دی جاتی ہے، صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! تب تو ہم بہت زیادہ اللہ سے دعائیں کریں گے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے پاس خزانے بھی بہت زیادہ ہیں‘‘۔

............((قبولیتِ دعا کی صورتوں کے بارے میں اللہ کا بندے سے مکالمہ))............

[☆] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’يَدْعُو اللّٰهُ بِالْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُوقِفَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَيَقُولُ: عَبْدِيْ! إِنِّيْ أَمَرْتُكَ أَنْ تَدْعُوَنِي؟ وَوَعَدْتُكَ أَنْ أَسْتَجِيبَ لَكَ، فَهَلْ كُنْتَ تَدْعُونِيْ؟ (قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہ بندہ کو بلا کر ارشاد فرمائیں گے کہ اے میرے بندے! میں نے تجھے دعا کرنے کا حکم دیا تھا اور اس کے قبول کرنے کا وعدہ کیا تھا تو نے مجھ سے دعا مانگی تھی؟) فَيَقُولُ: نَعَمْ، يَا رَبِّ، (وہ عرض کرے گا کہ مانگی تھی۔)

فَيَقُولُ: أَمَا إِنَّكَ لَمْ تَدْعُنِي بِدَعْوَةٍ إِلَّا اسْتَجَبْتُ لَكَ، (اس پر ارشاد ہوگا کہ تو نے کوئی دعا ایسی نہیں کی جس کو میں نے قبول نہ کیا ہو۔)

أَلَيْسَ دَعَوْتَنِيْ فِيْ يَوْمِ كَذَا وَكَذَا لِغَمٍّ نَزَلَ بِكَ أَنْ أُفَرِّجَهُ عَنْكَ فَفَرَّجْتُهُ عَنْكَ؟ فَيَقُولُ: نَعَمْ يَا رَبِّ، فَيَقُولُ: إِنِّيْ عَجَّلْتُهَا لَكَ فِيْ الدُّنْيَا، (کیا تم نے فلاں غم کے دور ہونے کے لیے دعا نہیں کی تھی؟! پھر میں نے تم سے وہ غم دور نہیں کر دیا تھا؟ وہ جواباً عرض کرے گا کہ جی ہاں، اے اللہ! آپ نے وہ غم دور کر دیا تھا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ یہ تمہاری دعا کا نقد بدلہ تھا جو ہم نے تمہیں دنیا میں ہی دے دیا تھا)

وَدَعَوْتَنِيْ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا لِغَمٍّ نَزَلَ بِكَ أَنْ أُفَرِّجَ عَنْكَ فَلَمْ تَرَ فَرَجًا؟ قَالَ: نَعَمْ يَا رَبِّ، فَيَقُولُ: إِنِّيْ ادَّخَرْتُ لَكَ بِهَا فِي الْجَنَّةِ كَذَا وَكَذَا، (پھر ارشاد ہوگا کہ تم نے فلاں غم کے دور ہونے کے لیے دعا کی تھی، پھر تم نے وہ غم دور ہوتے نہیں دیکھا تھا، وہ جواباً عرض کرے گا کہ جی ہاں، اے اللہ! آپ نے وہ غم دور نہیں کیا تھا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ ہمیں نے تمہاری اس دعا کے بدلے اتنا اور اتنا اجر قیامت کے دن کے لیے ذخیرہ کر دیا تھا)

وَدَعَوْتَنِيْ فِيْ حَاجَةٍ أَقْضِيهَا لَكَ فِيْ يَوْمِ كَذَا وَكَذَا فَقَضَيْتُهَا؟ فَيَقُولُ: نَعَمْ يَا رَبِّ، فَيَقُولُ: فَإِنِّيْ عَجَّلْتُهَا لَكَ فِيْ الدُّنْيَا، (پھر ارشاد ہوگا کہ کیا تم نے اپنی فلاں حاجت کے پورا کرنے کے لیے دعا نہیں کی تھی؟! پھر میں نے تمہاری وہ حاجت پوری نہیں کر دی تھی؟ وہ جواباً عرض کرے گا کہ جی ہاں، اے اللہ! آپ نے میری وہ حاجت پوری کر دی تھی، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ یہ تمہاری دعا کا نقد بدلہ تھا جو ہم نے تمہیں دنیا میں ہی دے دیا تھا)

وَدَعَوْتَنِي فِي يَوْمِ كَذَا وَكَذَا فِي حَاجَةٍ أَقْضِيهَا فَلَمْ تَرَ قَضَاءَهَا؟ فَيَقُولُ: نَعَمْ يَا رَبِّ، فَيَقُولُ: إِنِّي ادَّخَرْتُهَا لَكَ فِي الْجَنَّةِ كَذَا وَكَذَا، (پھر ارشاد ہوگا کہ کیا تم نے اپنی فلاں حاجت کے پورا کرنے کے لیے دعا کی تھی، پھر تم نے اپنی وہ حاجت پوری ہوتے نہیں دیکھا تھا، وہ جواباً عرض کرے گا کہ جی ہاں، اے اللہ! آپ نے میری وہ حاجت پوری نہیں کی تھی، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ میں نے تمہاری اس دعا کے بدلے اتنا اور اتنا اجر قیامت کے دن کے لیے ذخیرہ کردیا تھا)

((آخرت میں بندے کی تمنا))

[☆] قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: "فَلَا يَدَعُ اللّٰهُ دَعْوَةً دَعَا بِهَا عَبْدُهُ الْمُؤْمِنُ إِلَّا بَيَّنَ لَهُ إِمَّا أَنْ يَكُونَ عَجَّلَ لَهُ فِي الدُّنْيَا، وَإِمَّا أَنْ يَكُونَ ادَّخَرَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ، قَالَ: فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ فِي ذَلِكَ الْمَقَامِ: يَا لَيْتَهُ لَمْ يَكُنْ عُجِّلَ لَهُ شَيْءٌ مِنْ دُعَائِهِ". حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کو ہر ہر دعا یاد کرائی جاوے گی اور اس کا دنیا میں پورا ہونا یا آخرت میں اس کا عوض بتلایا جاوے گا۔ اس اجر و ثواب کی کثرت کو دیکھ کر وہ بندہ اس کی تمنا کرے گا کہ کاش! دنیا میں اس کی کوئی دعا بھی پوری نہ ہوئی ہوتی کہ یہاں اس کا اس قدر اجر ملتا۔ [شعب الإيمان للبيهقي: الرقم: ۱۰۹۳]

غرض! دعا نہایت ہی اہم چیز ہے، اس کی طرف سے غفلت بڑے سخت نقصان اور خسارہ کی بات ہے اور ظاہر میں اگر قبول کے آثار نہ دیکھیں تو بددل نہ ہونا چاہیے۔

[☆] ایک لمبی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دعا میں حق تعالیٰ شانہ بندہ ہی کے مصالح پر نظر فرماتے ہیں۔ اگر اس کے لیے اس چیز کا عطا فرمانا مصلحت ہوتا ہے تو مرحمت فرماتے ہیں ورنہ نہیں۔ يَا عِبَادِي، سَلُونِي فَوَعِزَّتِي وَجَلَالِي لَا تَسْأَلُونِي الْيَوْمَ شَيْئًا فِي جَمْعِكُمْ لِآخِرَتِكُمْ إِلَّا أَعْطَيْتُكُمْ، وَلَا لِدُنْيَاكُمْ إِلَّا نَظَرْتُ لَكُمْ". [شعب الإيمان للبيهقي: الرقم: ۳۴۲۱]

یہ بھی اللہ کا بڑا احسان ہے کہ ہم لوگ بسا اوقات اپنی نافہمی سے ایسی چیز مانگ بیٹھتے ہیں جو ہمارے مناسب نہیں ہوتی۔

((بددعا سے بچنا))

اس کے ساتھ دوسری ضروری اور اہم بات قابلِ لحاظ یہ ہے کہ بہت سے مرد اور عورتیں تو خاص طور سے اس مرض میں مبتلا ہیں کہ بسا اوقات غصے اور رنج میں اولاد وغیرہ کو بددعا دیتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ اللہ جَلَّ شَانُهُ کے عالی دربار میں بعض اوقات ایسے خاص قبولیت کے ہوتے ہیں کہ جو مانگو مل جاتا ہے۔ یہ (عورتیں) غصہ میں اول تو اولاد کو کوستی ہیں اور جب اولاد مر جاتی ہے، یا کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاتی ہے تو پھر روتی پھرتی ہیں اور اس کا خیال بھی نہیں آتا کہ یہ مصیبت خود ہی اپنی بددعا سے مانگی ہے۔

[☆] حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَوْلَادِكُمْ وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَمْوَالِكُمْ، لَا تُوَافِقُوا مِنَ اللَّهِ سَاعَةً، يُسْأَلُ فِيهَا عَطَاءٌ، فَيَسْتَجِيبُ لَكُمْ". [صحيح مسلم، الرقم: ۷۵۱۵] ترجمہ: "تم مت بددعا کرو اپنی جانوں کے لیے اور مت بددعا کرو اپنی اولاد کے لیے اور مت بددعا کرو اپنے مالوں کے لیے۔ ایسا نہ ہو یہ بددعا اس ساعت میں نکلے جب اللہ سے کچھ مانگا جاتا ہے اور وہ قبول کرتا ہے۔ (تو تمہاری بددعا بھی قبول ہو جائے اور تم پر آفت آئے)"۔

بالخصوص رمضان المبارک کا تمام مہینہ تو بہت ہی خاص وقت ہے، اس میں اہتمام سے (بددعا دینے سے) بچنے کی کوشش اشد ضروری ہے۔

[☆] حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "وَنَادَى مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى انْفِجَارِ الصُّبْحِ، يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ! يَمِّمْ وَأَبْشِرْ، (وفي رواية: أَقْبِلْ) وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ! أَقْصِرْ، وَأَبْصِرْ، هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ نَغْفِرُ لَهُ، هَلْ مِنْ تَائِبٍ نَتُوبُ عَلَيْهِ، هَلْ مِنْ دَاعٍ نَسْتَجِيبُ لَهُ، هَلْ مِنْ سَائِلٍ نُعْطِي سُؤْلَهُ". [شعب الإيمان للبيهقي، الرقم: ۳۳۳۴] ترجمہ: رمضان کی ہر رات

میں ایک منادی پکارتا ہے کہ اے خیر کی تلاش کرنے والے! متوجہ ہو اور آگے بڑھ، اور اے برائی کے طلبگار! بس کر اور آنکھیں کھول۔ اس کے بعد وہ فرشتہ کہتا ہے کہ کوئی مغفرت کا چاہنے والا ہے کہ اس کی مغفرت کی جائے، کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے، کوئی دعا کرنے والا ہے کہ اس کی دعا قبول کی جائے، کوئی مانگنے والا ہے کہ اس کا سوال پورا کیا جائے۔

((دعا کی قبولیت کی شرائط))

اس سب کے بعد یہ امر بھی نہایت ضروری اور قابل لحاظ ہے کہ دعا کے قبول ہونے کے لیے کچھ شرائط بھی وارد ہوئی ہیں کہ ان کے فوت ہونے سے بسا اوقات دعا رد کر دی جاتی ہے۔ منجملہ ان کے حرام غذا ہے کہ اس کی وجہ سے بھی دعا رد ہو جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ بہت سے پریشان حال آسمان کی طرف ہاتھ کھینچ کر دعا مانگتے ہیں اور یا ربِّ یا ربِّ کہتے ہیں مگر کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام ایسی حالت میں کہاں دعا قبول ہو سکتی ہے؟!

دعا کرنے کے آداب

[☆] اخلاص کے ساتھ ہو،

[☆] اولاً اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرے، پھر اول و آخر درود شریف پڑھے،

[☆] دعا کے قبول ہونے کا یقین رکھے،

[☆] آہ و زاری سے دعا مانگے،

[☆] حضورِ قلب اور دھیان سے دعا مانگے،

[☆] سختی و راحت دونوں قسم کے حالات میں دعا مانگنی چاہیے،

[☆] صرف اللہ ہی سے سوال کیا جائے،

[☆] گناہ کا اعتراف کرتے ہوئے استغفار کرتے ہوئے اور نعمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کرے،

[☆] دل میں عجز و تضرع، رغبت اور خوف خدا پیدا کرتے ہوئے دعا مانگے،

[☆] کوئی اہم دعا ہو تو اس کو تین مرتبہ دُہرانا چاہیے،

[☆] قبلے کی طرف منہ کیا جائے،

[☆] دعا میں ہاتھ جوڑ کر پیالے کی سی صورت بنا کر رکھیں۔

[☆] دونوں ہاتھوں میں معمولی سا فاصلہ ہو تو بھی ٹھیک ہے،

[☆] ہاتھ سینے تک اٹھائے جائیں،

[☆] اگر ہو سکے تو دعا سے پہلے وضو کیا جائے،

[☆] اگر کسی اور کے لیے دعا مانگ رہا ہو تو پہلے اپنے لیے مانگے (پھر اس کے لیے مانگے)،

[☆] اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور صفات عالیہ کو وسیلہ بنا کر یا کوئی اور عمل صالح جو دعا مانگنے والے نے کیا ہو، اس کو وسیلہ بنا کر دعا مانگے،

[☆] دعا مانگنے والے کا کھانا، پینا اور لباس حلال مال سے ہو، رشتہ داری توڑنے اور کسی گناہ کی دعا نہ کی جائے۔

نوٹ: مذکورہ مضمون کا اکثر حصہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ کی کتاب "فضائلِ رمضان" سے لیا گیا، البتہ ہر فضیلت والی حدیث مبارکہ کی اصل ماخذ سے عربی عبارت نقل کر دی ہے، تاکہ خطباء حضرات کو بوقت بیان سہولت رہے۔

☆☆☆............☆☆............☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

............((رمضان اور انفاق فی سبیل اللہ (صدقہ) کے فضائل واَحکام))............

[☆]حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ”سَأَلْتُ أَوْ سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الزَّكَاةِ، فَقَالَ: إِنَّ فِي الْمَالِ لَحَقًّا سِوَى الزَّكَاةِ، ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ الَّتِي فِي الْبَقَرَةِ: ﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ ....[البقرة: ١٧٧]﴾. [سنن الترمذي، الرقم: ٦٥٩]

ترجمہ: ”میں نے زکاۃ کے بارے میں پوچھا، یا نبی اکرم ﷺ سے زکاۃ کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مال میں زکاۃ کے علاوہ بھی کچھ حق ہے، پھر آپ ﷺ نے سورۃ البقرہ کی یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ ......﴾ نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے پھیر لو، الآیۃ۔

پوری آیت اس طرح ہے: ﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ“. [البقرة: ١٧٧]﴾ ترجمہ: ”ساری اچھائی مشرق و مغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں، بلکہ حقیقتاً اچھا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو، جو مال سے محبت کرنے کے باوجود قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سوال کرنے والے کو دے، غلاموں کو آزاد کرنے، نماز کی پابندی اور زکاۃ کی ادائیگی کرے، جب وعدہ کرے تو اسے پورا کرے، تنگدستی، دکھ درد اور لڑائی کے وقت صبر کرے یہی سچے لوگ ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں“۔

آیت سے استدلال اس طرح سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت میں مذکورہ وجوہ میں مال دینے کا ذکر فرمایا ہے، پھر اس کے بعد نماز قائم کرنے اور زکاۃ دینے کا ذکر کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مال میں زکاۃ کے علاوہ (نفلی صدقات وغیرہ) بھی کچھ حقوق ہیں۔

حدیث کا مقصد و منشاء یہ ہے کہ کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ مقررہ زکوٰۃ ادا کر دینے کے بعد آدمی پر اللہ کا کوئی مالی حق اور مطالبہ باقی نہیں رہتا اور وہ اس سلسلہ کی ہر قسم کی ذمہ داریوں سے بالکل سبکدوش ہو جاتا ہے۔ ایسا نہیں ہے، بلکہ خاص حالات میں زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد بھی اللہ کے ضرورت مند بندوں کی مدد کی ذمہ داری دولت مندوں پر باقی رہتی ہے۔ مثلاً: ایک صاحب ثروت آدمی حساب سے پوری زکوٰۃ ادا کر چکا ہو، اس کے بعد اُسے معلوم ہو کہ اُس کے پڑوس میں فاقہ یا اُس کا فلاں قریبی رشتہ دار سخت محتاجی کی حالت میں ہے، یا کوئی شریف مصیبت زدہ مسافر ایسی حالت میں اُس کے پاس پہنچے جس کو فوری امداد کی ضرورت ہو تو ایسی صورتوں میں اُن ضرورتمندوں محتاجوں کی امداد اُس پر واجب ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بات بیان فرمائی اور بطور استشہاد سورہ بقرہ کی مندرجہ بالا آیات تلاوت فرمائی۔ اس آیت میں اعمال بر (نیکی کے کاموں) کے ذیل میں ایمان کے بعد یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں وغیرہ حاجت مند طبقوں کی مالی مدد کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد اِقامتِ صلوٰۃ اور اَداءِ زکوٰۃ کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اُن کمزور اور ضرورت مند طبقوں کی مالی مدد کا جو ذکر یہاں کیا گیا ہے وہ زکوٰۃ کے علاوہ ہے، کیوں کہ زکوٰۃ کا مستقلاً ذکر اس آیت میں آگے موجود ہے۔ (معارف الحدیث: ۴/۳۲۳)

[☆]حضرت سعید بن ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، وہ دادا سے، وہ نبی اکرم ﷺ سے: قَالَ: ”عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ“، قِيلَ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَجِدْ؟، قَالَ: ”يَعْتَمِلُ بِيَدَيْهِ، فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقُ“، قَالَ: قِيلَ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ؟، قَالَ: ”يُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوفَ“، قَالَ: قِيلَ لَهُ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ؟، قَالَ: ”يَأْمُرُ بِالْمَعْرُوفِ أَوِ الْخَيْرِ“، قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَفْعَلْ؟، قَالَ: ”يُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ، فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ“ [صحيح مسلم، الرقم: ١٠٠٨]. ترجمہ: ”کہ ہر مسلمان کے اوپر صدقہ ہے، پھر عرض کی کہ اگر نہ ہو سکے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کمائے اور اپنی جان کو نفع دے اور صدقہ بھی دے۔ پھر عرض کی: بھلا اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو؟ آپ ﷺ نے

فرمایا: حاجت والے کو جو حسرت وافسوس کررہا ہے مدد کرے۔ پھر عرض کی: بھلا اگر یہ بھی نہ ہو سکے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: دستور کی اور نیک بات سکھا دے۔ پھر عرض کی: بھلا اگر یہ بھی نہ ہو سکے؟ تو فرمایا: ”شر سے باز رہے کہ یہ بھی ایک صدقہ ہے“۔

((انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت))

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے راستے میں خرچ کرنے کے ثواب کو ایک بڑی پیاری مثال سے سمجھایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾ [البقرة: 261] ترجمہ: ”جو لوگ اللہ کے راستے میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں اُن کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ سات بالیں اگائے (اور) ہر بال میں سو [100] دانے ہوں، اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے (ثواب میں) کئی گنا اضافہ کر دیتا ہے، اللہ بہت وسعت والا (اور) بڑے علم والا ہے۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کا کم از کم ثواب سات سو گنا ہے، اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہیں اس ثواب کو بڑھا بھی سکتے ہیں۔

((صدقہ کرنے کا سب سے افضل زمانہ))

[☆] حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ”صَدَقَةٌ فِي رَمَضَانَ“. [سنن الترمذي، الرقم: ٦٥٩]. کہ رمضان میں کیا جانے والا صدقہ سب سے افضل صدقہ ہے۔

تو اب جب کہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے، اور رمضان المبارک میں ہر نفلی عبادت بھی ثواب میں فرض کے برابر ہو جاتی ہے تو اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا ثواب کس قدر بڑھ جائے گا! نیز موجودہ حالات میں جب کہ ہوش ربا مہنگائی وغیرہ کی وجہ سے لوگ ضرورت مند بھی ہیں، تو ایسے وقت میں صدقہ کی اہمیت اور ثواب اور بڑھ جائے گا؛ کیوں کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ مصرف کی اہمیت اور ضرورت کی شدت کا لحاظ کر کے مصرف کا انتخاب کیا جائے۔

((رمضان میں نبی اکرم ﷺ کا اِنفاق))

[☆] رمضان المبارک میں کثرت سے صدقہ کرنا نبی کریم ﷺ کی عادت مبارکہ بھی ہے، چناں چہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ، وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ، وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ، فَلَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ“. [صحيح البخاري، الرقم: ٦]. ترجمہ: ”رسول اللہ ﷺ جود وسخا میں تمام انسانوں سے بڑھ کر تھے، اور رمضان المبارک میں جب کہ جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آتے تھے تو آپ ﷺ کی سخاوت بہت بڑھ جاتی تھی، جبریل علیہ السلام رمضان کی ہر رات آپ ﷺ کے پاس آتے تھے، اور آپ ﷺ کے ساتھ قرآن کریم کا دور کرتے تھے، اس وقت رسول اللہ ﷺ فیاضی وسخاوت اور نفع رسانی میں بادِ رحمت سے بھی بڑھ کر ہوتے تھے“۔

((انفاق فی سبیل اللہ کے فضائل))

نیز احادیث میں انفاق فی سبیل اللہ اور صدقہ وخیرات کے بڑے فضائل وارد ہوئے ہیں:

[☆] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”أَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ. وَقَالَ: يَدُ اللَّهِ مَلْأَى لَا تَغِيضُهَا نَفَقَةٌ، سَحَّاءُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ. وَقَالَ: أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمَآءَ وَالْأَرْضَ فَإِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَا فِي يَدِهِ، وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ، وَبِيَدِهِ الْمِيزَانُ يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ“. (صحيح البخاري، الرقم: 4407) ترجمہ: تو میری راہ میں مال خرچ کر میں تجھ پر مال خرچ کروں گا۔ اور فرمایا کہ اللہ کے ہاتھ بھرے ہوئے ہیں، رات دن خرچ کرنے سے بھی خالی نہیں ہوتے۔ فرمایا کہ کیا تم نہیں دیکھتے جب سے آسمان

اور زمین کی پیدائش ہوئی اُس وقت سے کتنا اُس نے لوگوں کو دیا، لیکن اُس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آئی اور اُس وقت اُس کا عرش پانی پر تھا اور اُسی کے ہاتھ میں میزان ہے جو پست (یعنی: جس کا ایک پلڑا پست) اور (ایک پلڑا) بلند ہوتا ہے۔"

[☆]عن أبي هريرةؓ: أَنّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: قَالَ اللّٰهُ: أَنْفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ، أُنْفِقْ عَلَيْکَ. (صحيح البخاري، الرقم: 5037)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اے ابن آدم! تو (مخلوق خدا پر) خرچ کر (تو) میں تیرے اوپر خرچ کروں گا۔"

[☆]حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "أَنْفِقِي، وَلَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْکِ، وَلَا تُوعِي فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْکِ". (صحيح البخاري، الرقم: 2451)

ترجمہ: "خرچ کرو اور گن کر نہ دو، ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں گن کر دے گا، اور ہاتھ نہ روکو ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تم سے اپنا ہاتھ روک لے گا"۔

[☆] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مَنْ تَصَدّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ، وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ إِلّا الطّيِّبَ، وَإِنّ اللّٰهَ يَتَقَبّلُهَا بِيَمِينِهِ، ثُمّ يُرَبِّيهَا لِصَاحِبِهَا، كَمَا يُرَبِّي أَحَدُكُمْ فَلُوَّهُ، حَتّى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ. (صحيح البخاري، الرقم: 6993) ترجمہ: "جس نے ایک کھجور کے برابر بھی حلال کمائی سے خیرات کی۔ اور اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا، مگر حلال کمائی سے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے دستِ قدرت سے قبول فرماتا ہے۔ پھر خیرات کرنے والے کے لیے اس کی پرورش کرتا ہے، جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کی پرورش کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ نیکی پہاڑ کے برابر ہو جائے گی"۔

[☆]حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لِيَتّقِ أَحَدُكُمْ وَجْهَهُ النّارَ، وَلَوْ بِشِقّ تَمْرَةٍ". (مسند أحمد بن حنبل، الرقم: 3679) ترجمہ: "تم میں سے ہر شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے چہرے کو جہنم کی آگ سے بچائے اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی خیرات کرنے سے ہو"۔

[☆]حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا مِنّا أَحَدٌ إِلّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ. قَالَ: فَإِنّ مَالَهُ مَا قَدّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخّرَ". (صحيح البخاری، الرقم: 6077)

ترجمہ: "تم میں سے کون ایسا ہے جس کو اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ پیارا ہو؟ لوگ عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! ہم میں سے تو ہر کسی کو اپنا مال ہی سب سے زیادہ پیارا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یقیناً ہر شخص کا اپنا مال صرف وہ ہے جسے اُس نے (خرچ کر کے) آگے بھیج دیا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو اس نے پیچھے چھوڑا"۔

[☆]حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ، إِلّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ، فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا: اَللّٰهُمّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا، وَيَقُولُ الْآخَرُ: اَللّٰهُمّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا". (صحيح البخاری، الرقم: 1374)

ترجمہ: "کوئی دن ایسا نہیں جس میں لوگ صبح کریں مگر دو فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے: اے اللہ! (اپنی راہ میں) مال خرچ کرنے والے کو (اس مال کا) نعم البدل عطا فرما۔ دوسرا کہتا ہے: اے اللہ! مال کو روک کر رکھنے والے (بخیل) کو (مال کی) بربادی عطا فرما"۔

[☆]حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "إِنّ مَلَكًا بِبَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنّةِ يَقُولُ: مَنْ يُقْرِضِ الْيَوْمَ يُجْزَ غَدًا، وَمَلَكًا بِبَابٍ آخرَ يَقُولُ: اَللّٰهُمّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَأَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا". (صحيح ابن حبان، الرقم: 3333)

"جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ایک فرشتہ (بیٹھا) کہتا رہتا ہے: جو آج قرض دے گا کل اُسے اُس کی جزا دی جائے گی، اور دوسرا فرشتہ دوسرے دروازے پر (بیٹھا) کہتا رہتا ہے: اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا نعم البدل عطا فرما اور مال کو روک کر رکھنے والے (بخیل) کو

(مال کی) بربادی عطا فرما''۔

[☆] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اَلسَّخِيُّ؛ قَرِيبٌ مِنَ اللّٰهِ، قَرِيبٌ مِنَ الْجَنَّةِ، قَرِيبٌ مِنَ النَّاسِ، بَعِيدٌ مِنَ النَّارِ . وَالْبَخِيلُ؛ بَعِيدٌ مِنَ اللّٰهِ، بَعِيدٌ مِنَ الْجَنَّةِ، بَعِيدٌ مِنَ النَّاسِ، قَرِيبٌ مِنَ النَّارِ . وَلَجَاهِلٌ سَخِيٌّ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ عزوجل مِنْ عَابِدٍ بَخِيلٍ''.(سنن الترمذی، الرقم: 1961)

''سخی؛ اللہ تعالیٰ سے قریب، جنت سے قریب اور لوگوں سے قریب اور جہنم سے دور ہوتا ہے۔ بخیل؛ اللہ تعالیٰ سے دور، جنت سے دور، لوگوں سے دور اور جہنم کے قریب ہوتا ہے۔ وہ جاہل شخص جو سخی ہو وہ اللہ کی بارگاہ میں بخیل عبادت گذار سے زیادہ پسندیدہ ہے''۔

[☆] حضرت حسن بن ابی الحسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث قدسی میں فرمایا: ''يَا ابْنَ آدَمَ! أَوْدِعْ مِنْ كَنْزِكَ عِنْدِي، وَلَا حَرَقَ وَلَا غَرَقَ وَلَا سَرَقَ أُوفِيكَهُ أَحْوَجَ مَا تَكُونُ إِلَيْهِ''[مرسل].(شعب الإيمان للبيهقي، الرقم: 2342)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! اپنے خزانے میں سے کچھ نکال کر میرے پاس ودیعت رکھ دے۔ وہ نہ جلے گا، نہ ڈوبے گا اور نہ چوری ہوگا، جب تجھے اس کی سخت ضرورت ہوگی تو میں تجھے یہ واپس لوٹا دوں گا''۔

[☆] حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچا اس حال میں کہ آپ ﷺ کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے جب مجھ کو دیکھا تو فرمایا: ''هُمُ الْأَخْسَرُونَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ "، قَالَ: فَجِئْتُ حَتَّى جَلَسْتُ فَلَمْ أَتَقَارَّ أَنْ قُمْتُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي، مَنْ هُمْ؟، قَالَ " :هُمُ الْأَكْثَرُونَ أَمْوَالًا، إِلَّا مَنْ قَالَ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ، وَقَلِيلٌ مَا هُمْ''. [صحيح مسلم، الرقم: ٩٩٠] ترجمہ: رب کعبہ کی قسم! وہی نقصان والے ہیں۔ تب میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور بیٹھ گیا، اور نہ ٹھہر سکا کہ کھڑا ہو گیا، اور عرض کی اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، وہ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ بہت مال والے ہیں مگر جس نے خرچ کیا ادھر اور ادھر، اور جدھر مناسب ہوا، اور دیا آگے سے اور پیچھے سے، اور داہنے سے اور بائیں سے، اور ایسے لوگ تھوڑے ہیں، (یعنی: جہاں دین کی تائید اور اللہ، اور اس کے رسول ﷺ کی مرضی دیکھے وہاں بے تکلف خرچ کرے)۔

((افضل صدقہ کون سا ہے؟))

[☆] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَيُّ الصَّدَقَةِ أَعْظَمُ أَجْرًا؟ قَالَ: أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ، تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْغِنٰى. وَلَا تُمْهِلُ حَتّٰى إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ. قُلْتَ: لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا، وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ''. (صحيح البخاري، الرقم: 1353)

ایک آدمی حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ! کون سا صدقہ ثواب کے لحاظ سے بڑا ہے؟ فرمایا: جب تم صدقہ اس حال میں دو کہ تندرست ہو، مال کی ضرورت ہو اور تنگ دستی سے خائف ہو اور مال داری کا اشتیاق ہو۔ اتنی دیر نہ کرو کہ جان گلے میں آ پھنسے اور تب تو کہے کہ اتنا مال فلاں کے لیے اور اتنا فلاں کے لیے ہے حالانکہ اب تو وہ (تیرے کہے بغیر) فلاں کا ہو ہی چکا ہے۔

علامہ عینی اس حدیث کے تحت تحریر فرماتے ہیں: ''اس حدیث مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ بہترین صدقہ یہ ہے کہ تو صدقہ اُس وقت کرے جب زندہ اور صحت مند ہو باوجود اس کے کہ تمہیں اس مال کی سخت حاجت اور ضرورت بھی ہو؛ نہ کہ صدقہ بیماری میں اور موت کے قریب ہو کیونکہ تب تو مال تیرے اختیار سے نکل گیا اور تیرے علاوہ دوسروں کے ساتھ متعلق ہو گیا ہے۔'' (عمدۃ القاری: 8/280)

((انفاق فی سبیل اللہ اور صدقہ و خیرات سے متعلق مختلف مسائل))

[☆] جوصدقات واجبہ(زکوۃ،صدقہ فطر،منت وغیرہ) ہیں،ان میں بہتر یہ ہے کہ انہیں چھپ کر نہ کیا جائے بلکہ لوگوں کے سامنے دیا جائے تا کہ دوسرے لوگوں کو بھی ترغیب ہواور لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں کہ یہ شخص مال ہونے کے باوجود اس کے حقوق ادا نہیں کرتا۔اور جو صدقات نفلی ہیں،انہیں چھپا کر دینا افضل ہے۔آج کل اس میں بڑی کوتاہی پائی جاتی ہے،لوگ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اظہار کر کے صدقہ کرتے ہیں،ویڈیو بنا کر سوشل میڈیا پر اور اَخبارات وغیرہ میں خوب تشہیر کرتے ہیں تا کہ پتا چل جائے کہ یہ بڑا سخی ہے۔ایسا نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ ریا کاری صدقہ کا سارا ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔

[☆] صدقات واجبہ صرف مستحق شخص کو دینا ضروری ہے(مستحق وہ شخص ہے جس کی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سونا، یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے بقدر نقد رقم یا سامانِ تجارت یا ضرورت سے زائد سامان مثلاً: گھروں میں پڑے ہوئے ایسے برتن جو سال بھر استعمال میں نہیں آتے، یا اَن سلے کپڑے وغیرہ نہ ہو، یا اس کی ملکیت میں کچھ سونا، کچھ چاندی، کچھ نقد رقم اور کچھ مالِ تجارت میں سے کل، یا بعض کا مجموعہ مل کر ساڑھے باون تولہ کی مالیت کے برابر موجود نہ ہو، اور وہ سید ذات بھی نہ ہو)،البتہ نفلی صدقہ ہر کسی کو دے سکتے ہیں حتیٰ کہ کسی غیر مسلم کو بھی دے سکتے ہیں۔

[☆] کسی قریبی رشتے دار کو صدقہ دینے سے دگنا ثواب ملتا ہے،ایک صدقہ کا اور دوسرا صلہ رحمی کرنے کا۔

[☆] نفلی صدقات رفاہی کاموں،ٹرسٹ،ہسپتالوں اور دیگر اس قسم کے اداروں میں دے سکتے ہیں۔البتہ ایسے اداروں میں زکوۃ اور صدقات واجبہ نہیں دے سکتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رمضان المبارک اور صلوٰۃ التسبیح

صلوٰۃ التسبیح کا براہ راست کوئی تعلق اگر چہ رمضان المبارک سے نہیں ہے، لیکن دیکھا گیا ہے کہ عوام الناس میں رمضان المبارک کے جمعوں میں اسے ادا کرنے کا بہت اہتمام کیا جاتا ہے، فضائل کے اعتبار سے چونکہ یہ نماز بہت اہم ہے اس لیے ذیل میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی کتاب ''فضائل ذکر'' سے قدرے حذف واضافہ کے ساتھ اس سے متعلقہ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

حضورِ اَقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے چچا حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عبّاس! اے میرے چچا! کیا میں تمہیں ایک عطیہ کروں؟ تمہیں دس چیزوں کا مالک بناؤں؟ جب تم اس کام کو کرو گے تو حق تعالیٰ شانُہٗ تمہارے سب گناہ اگلے اور پچھلے، پرانے اور نئے، غلطی سے کئے ہوئے اور جان بوجھ کر کئے ہوئے، چھوٹے اور بڑے، چُھپ کر کئے ہوئے اور کھلم کھلا کئے ہوئے، سب ہی مُعاف فرما دیں گے۔ وہ کام یہ ہے کہ چار رکعت نفل (صلوٰۃ التسبیح کی نیّت باندھ کر) پڑھو اور ہر رکعت میں جب ''اَلْحَمْدُ للہ'' اور سورت پڑھ چکو تو رکوع سے پہلے ''سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ وَلَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ'' پندرہ مرتبہ پڑھو، پھر جب رکوع کرو تو یہ تسبیح دس مرتبہ اس میں پڑھو، پھر جب رکوع سے کھڑے ہو جاؤ تو دس مرتبہ پڑھو، پھر سجدہ کرو تو دس مرتبہ اس میں پڑھو، پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھو تو دس مرتبہ پڑھو، پھر جب دوسرے سجدہ میں جاؤ تو دس مرتبہ اس میں پڑھو، پھر جب دوسرے سجدے سے اٹھو (تو دوسری رکعت میں) کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھ کر دس مرتبہ پڑھو۔ یوں ایک رکعت میں ان کی کل تعداد پچھتر (۷۵) ہوئی۔ اسی طرح ہر رکعت میں پچھتر (۷۵) دفعہ پڑھنا ہوگا (چاروں رکعتوں میں کل تعداد 300 مرتبہ ہوگی)۔ اگر ممکن ہو سکے روزانہ ایک مرتبہ اس نماز کو پڑھ لیا کرو، یہ نہ ہو سکے تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو مہینہ میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک مرتبہ تو پڑھ ہی لو[سنن ابی داوٗد]۔

[☆] صلوٰۃ التَّسْبِیح بڑی اہم نماز ہے جس کا اندازہ کچھ مذکورہ بالا حدیث سے ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر شفقت اور اِہتمام سے اس کی تعلیم دی ہے۔ عُلمائے امت، مُحدِّثین، فقہاءِ صُوفیہ ہر زمانہ میں اس کا اِہتمام فرماتے رہے ہیں۔

[☆] امامِ حدیث حاکم رحمہ اللہ نے لکھّا ہے کہ اس حدیث کے صحیح ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ تبعِ تابِعین کے زمانہ سے ہمارے زمانہ تک مقتداء حضرات اس پر مُداوَمت کرتے اور لوگوں کو تعلیم دیتے رہے ہیں، جن میں حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ بھی ہیں۔ یہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ، امام بخاری رحمہ اللہ کے استادوں کے استاد ہیں۔ امام بیہقی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابن مبارک رحمہ اللہ سے پہلے اَبُو الجوزاء رحمہ اللہ جو مُعتَمَد تابعی ہیں اس کا اِہتمام کیا کرتے تھے۔ روزانہ جب ظہر کی اذان ہوتی تو مسجد میں جاتے اور جماعت کے وقت تک اس کو پڑھ لیا کرتے۔

[☆] حضرت عبدالعزیز بن اَبِی رواد رحمہ اللہ جو ابن مبارک کے بھی استاد ہیں۔ بڑے عابد و زاہد متقی لوگوں میں ہیں، کہتے ہیں کہ جو جنت کا ارادہ کرے اس کو ضروری ہے کہ صلوٰۃ التَّسْبِیح کو مضبوط پکڑے۔

[☆] حضرت ابوعثمان حیری رحمہ اللہ جو بڑے زاہد ہیں، کہتے ہیں کہ میں نے مصیبتوں اور غموں کے ازالہ کے لئے صلوٰۃ التَّسْبِیح جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔ تو آج جب کہ پوری امت مہنگائی سے بری طرح متاثر ہے، امید ہے کہ صلوٰۃ التسبیح کے اہتمام سے اس سے نجات مل جائے۔

[☆] علّامہ تقی سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ نماز بڑی اہم ہے۔ بعض لوگوں کے انکار کی وجہ سے دھوکہ میں نہ پڑنا چاہیے۔ جو شخص اس نماز کے ثواب کو سن کر بھی غفلت کرے وہ دین کے بارے میں سُستی کرنے والا ہے۔ صُلحاء کے کاموں سے دور ہے، اس کو دین میں پختہ آدمی نہ سمجھنا چاہئیے۔ ''مرقاۃ المفاتیح'' میں لکھّا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عبّاس رضی اللہ عنہما ہر جمعہ کو پڑھا کرتے تھے۔

اَحادیثِ مبارکہ میں اس نماز کے دوطریقے ملتے ہیں:

پہلاطریقہ یہ ہے کہ کھڑے ہوکرالحمدشریف اورسورہ کے بعد پندرہ مرتبہ چاروں کلمے ''سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' پڑھے، پھر رکوع میں ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ'' کے بعددس مرتبہ پڑھے۔ پھر رکوع سے کھڑے ہوکر ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ ، رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ'' کے بعددس مرتبہ پڑھے۔ پھر دونوں سجدوں میں ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی'' کے بعددس دس مرتبہ پڑھے اور دونوں سجدوں کے درمیان جب بیٹھے دس مرتبہ پڑھے، اور جب دوسرے سجدہ سے اٹھے تو اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہوا اٹھے اور بجائے کھڑے ہونے کے بیٹھ جائے اور دس مرتبہ پڑھ کر بغیر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے کھڑا ہو جائے اور دورکعت کے بعداسی طرح چوتھی رکعت کے بعد پہلے ان کلموں کودس مرتبہ پڑھے، پھر اَلتَّحِیَّات پڑھے۔

دوسراطریقہ یہ ہے کہ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ (سورہ فاتحہ) سے پہلے پندرہ مرتبہ پڑھے اور پھر اَلْحَمْدُ اورسورہ کے بعددس مرتبہ پڑھے اور باقی سب طریقہ بدستور۔ البتّہ اس صورت میں نہ تو دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنے کی ضرورت ہے اور نہ اَلتَّحِیَّات کے ساتھ پڑھنے کی۔ عُلماء نے لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ کبھی اِس طرح پڑھ لیا کرے کبھی اُس طرح۔

﴾............ صلوٰۃ التسبیح سے متعلق کچھ مسائل ....﴿

چونکہ یہ نماز عام طور سے رائج نہیں ہے، اس لئے اس کے متعلّق چندمسائل بھی لکھے جاتے ہیں تا کہ پڑھنے والوں کوسہولت ہو۔

مسئلہ 1: ان تسبیحات کوزبان سے ہرگز نہ گنے کہ زبان سے گننے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ اُنگلیوں کو بند کر کے گننا اور تسبیح ہاتھ میں لے کر اس پر گننا جائز ہے، مگر مکروہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ انگلیاں جس طرح اپنی جگہ پر رکھی ہیں ویسی ہی رہیں اور ہر کلمہ پر ایک ایک اُنگلی کواسی جگہ دباتا رہے۔

مسئلہ 2: اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائے تو دوسرے رکن میں اس کو پورا کرے البتّہ بھولے ہوئے کی قضاء رکوع سے اٹھ کر اور دوسجدوں کے درمیان نہ کرے۔ اسی طرح پہلی اور تیسری رکعت کے بعد اگر بیٹھے تو ان میں بھی بھولے ہوئے کی قضا نہ کرے، بلکہ صرف ان کی ہی تسبیح پڑھے اور ان کے بعد جو رکن ہو اس میں بھولی ہوئی بھی پڑھ لے، مثلاً اگر رکوع میں تسبیحات پڑھنا بھول گیا تو ان کو پہلے سجدہ میں پڑھ لے، اسی طرح پہلے سجدہ کی رہ جانے والی تسبیحات دوسرے سجدہ میں، اور دوسرے سجدہ کی رہ جانے والی تسبیحات دوسری رکعت میں کھڑا ہوکر پڑھ لے اور اگر پھر بھی تسبیحات رہ جائے تو آخری قعدہ میں اَلتَّحِیَّات سے پہلے پڑھ لے۔

مسئلہ 3: اگر سجدۂ سہو کسی وجہ سے پیش آجائے تو اس میں تسبیح نہیں پڑھنا چاہیے، اس لیے کہ اس نماز میں تسبیحات کی مقدار تین سو (300) ہے وہ پوری ہو چکی، ہاں اگر کسی وجہ سے اس مقدار میں کمی رہی ہو تو سجدۂ سہو میں پڑھ لے۔

مسئلہ 4: اس نماز کو جماعت سے ادا کرنا کہ ایک شخص مثل امام کے بلند آواز سے ان کلمات کو جہراً پڑھے اور دوسرے سنتے رہیں، مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ 5: اس نماز کا اوقات مکروہ کے عِلاوہ باقی دن رات کے تمام اوقات میں پڑھنا جائز ہے، البتہ زوال کے بعد پڑھنا زیادہ بہتر ہے، پھر دن میں کسی وقت، پھر رات کو۔

مسئلہ 6: بعض احادیث میں سوم کلمہ کے ساتھ ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ'' کو بھی ذِکر کیا گیا ہے، اس لیے اگر کبھی کبھی اس کلمے کو بھی بڑھا لیا کرے، تو اچّھا ہے۔

☆☆☆............☆☆............☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆☆☆............ رمضان المبارک اور نمازِ تہجد ....☆☆☆

اللہ تعالیٰ شانہ کی خصوصی رحمتوں کا نزول رمضان المبارک میں موسلا دھار بارشوں کی مثل مسلسل ہوتا رہتا ہے، وہ مواقع جو خاص رحمتوں والے ہیں ،ان میں ایک وقت تہجد کا بھی ہے، اس وقت میں اللہ جل شانہ آسمان دنیا پر اپنی تجلی خاص نازل فرماتے ہیں، اس وقت میں جو دعا کرنے والے ہوں ان کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں، جو عبادت میں مشغول ہوتے ہیں ان پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتے ہیں۔

............((نمازِ تہجد کا افضل وقت))............

تہجد کی نماز کے لیے افضل وقت کون سا ہے؟ اس سلسلہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

’’صلاۃِ تہجد کا وقت عشاء کے بعد سے صبح صادق تک ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحاح میں روایت موجود ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے شب میں بھی اور وسط شب میں بھی اور آخر شب میں بھی تہجد پڑھی ہے۔ مگر آخری ایام میں اور زیادہ تر اخیرِ شب میں پڑھنا وارد ہے، جس قدر بھی رات کا حصہ متاخر ہوتا جاتا ہے برکات اور رحمتیں زیادہ ہوتی جاتی ہیں، اور سدسِ آخر میں سب حصوں سے زیادہ برکات ہوتی ہیں۔ ’’تہجد‘‘ ترکِ ہجود یعنی: ترکِ نوم سے عبارت ہے، اس لیے اوقاتِ نوم بعد عشاء سب کے سب وقت تہجد ہی ہیں‘‘۔

نیز مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ ’’معارف القرآن‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’لفظِ تہجد؛ ہجود سے مشتق ہے، اور یہ لفظ دو متضاد معنی کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس کے معنی سونے کے بھی آتے ہیں اور جاگنے بیدار ہونے کے بھی ...... اسی رات کی نماز کو اصطلاح شرع میں نماز تہجد کہا جاتا ہے، اور عموماً اس کا مفہوم یہ لیا گیا ہے کہ کچھ دیر سو کر اٹھنے کے بعد جو نماز پڑھی جائے وہ نماز تہجد ہے، لیکن تفسیر مظہری میں ہے کہ مفہوم اس آیت ﴿وَمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ﴾ کا اتنا ہے کہ رات کے کچھ حصہ میں نماز کے لیے سونے کو ترک کردو، اور یہ مفہوم جس طرح کچھ دیر سونے کے بعد جاگ کر نماز پڑھنے پر صادق آتا ہے اسی طرح شروع ہی میں نماز کے لیے نیند کو مؤخر کر کے نماز پڑھنے پر بھی صادق ہے، اس لیے نمازِ تہجد کے لیے پہلے نیند ہونے کی شرط قرآن کا مدلول نہیں، پھر بعض روایات حدیث سے بھی تہجد کے اسی عام معنی پر استدلال کیا ہے۔ امام ابن کثیرؒ نے حضرت حسن بصریؒ سے نماز تہجد کی جو تعریف نقل کی ہے وہ بھی اسی عموم پر شاہد ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

’’نماز تہجد ہر اس نماز پر صادق ہے جو عشاء کے بعد پڑھی جائے، البتہ تعامل کی وجہ سے اس کو کچھ نیند کے بعد پر محمول کیا جائے گا‘‘۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ نمازِ تہجد کے اصل مفہوم میں سونے کے بعد جاگنا شرط نہیں، اور الفاظِ قرآن میں بھی یہ شرط موجود نہیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمومی تعامل یہی رہا ہے کہ نمازِ تہجد آخر رات میں بیدار ہو کر پڑھتے تھے؛ اس لیے اس کی افضل صورت یہی ہوگی۔

ان دونوں تحریرات کا حاصل یہی ہے کہ عشاء کے بعد سے صبح صادق تک نوافل تہجد ادا کیے جاسکتے ہیں، البتہ افضل یہ ہے کہ ابتدائی رات میں سو جائے اور رات کے آخری پہر میں تہجد کے نوافل ادا کیے جائیں، اور یہ فجر سے پہلے پہلے پڑھے جاسکتے ہیں۔ باقی تہجد کی نماز پڑھنے کے بعد سونا جائز ہے، بلکہ بعض روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بھی منقول ہے کہ آپ رات میں اٹھ کر تہجد کی نماز ادا فرماتے، اور پھر کچھ دیر آرام فرما کر پھر فجر کی نماز ادا فرماتے تھے۔ البتہ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ تہجد کے بعد سونے کی وجہ سے فجر کی نماز قضا نہ ہوجائے۔ فقط واللہ اعلم [مستفاد از دارالافتاء بنوری ٹاؤن، کراچی]

............((نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمولِ تہجد))............

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی نمازِ تہجد کا مستقل بہت زیادہ اہتمام فرماتے تھے اور اپنی امت کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ آدھی رات یا اس سے کچھ زیادہ یا اس سے کچھ کم تہجد میں گزاریں، اور علماء کرام نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ تہجد

کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نفل نہیں تھی، بلکہ فرض تھی۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:﴿يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ. قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا. نِصْفَهُ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا . أَوْ زِدْ عَلَيْهِ[المزمل: 4-1]﴾. ترجمہ:"اے کپڑے میں لپٹنے والے! رات (کے وقت نماز) میں کھڑے ہو جاؤ،مگر کم، آدھی رات یا اِس سے بھی کچھ کم کرلے، یا اِس پر بڑھا دے"۔

............((تہجد والے کے لیے جنت میں اعلیٰ مقام کی ضمانت))............

جس نے تہجد کی نماز کا اہتمام کیا وہ جنت کے اعلیٰ مقامات میں ہوگا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرَفًا تُرَىٰ ظُهُورُهَا مِنْ بُطُونِهَا وَبُطُونُهَا مِنْ ظُهُورِهَا"، فَقَامَ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ: لِمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "لِمَنْ أَطَابَ الْكَلَامَ، وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَأَدَامَ الصِّيَامَ، وَصَلَّى بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَام". (سنن الترمذي، الرقم: 1984) ترجمہ:"جنت کے کچھ کمرے ایسے بھی ہیں جن کا بیرونی حصہ اندر سے نظر آتا ہے اور اندرونی حصہ باہر سے نظر آتا ہے۔تو ایک اعرابی نے عرض کیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کن کے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اُن مقامات کا مستحق وہ ہوگا) جو اچھی بات کہے گا، کھانا کھلائے گا، روزوں کا اہتمام کرے گا، اور رات کی نماز پڑھے گا اگرچہ لوگ سو رہے ہوں"۔

............((فرض کے بعد سب سے افضل))............

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ، بَعْدَ الْفَرِيضَةِ، صَلَاةُ اللَّيْلِ". (صحيح مسلم، الرقم: ١١٦٣) ترجمہ:"فرض کے بعد سب سے افضل نماز تہجد ہے"۔

............((اللہ کو سب سے محبوب عمل))............

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:" أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى اللّٰهِ صَلَاةُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ،..................وَكَانَ يَنَامُ نِصْفَ اللَّيْلِ وَيَقُومُ ثُلُثَهُ، وَيَنَامُ سُدُسَهُ". (صحيح البخاري، الرقم: ١١٣١).ترجمہ:"اللہ کے نزدیک سب سے محبوب ترین نماز حضرت داؤد علیہ السلام والی نماز ہے۔وہ آدھی رات سوتے تھے، پھر اٹھ کر ایک تہائی رات تک نماز تہجد پڑھتے تھے اور پھر بقیہ ایک تہائی رات دوبارہ سو جاتے تھے"۔

............((تقویٰ کی علامت))............

متقی لوگوں کو جنت میں بہت کچھ دیا جائے گا، اور ان تقویٰ والوں کی صفات میں سے ایک صفت راتوں میں اٹھ کر تہجد کی نماز ادا کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ (15) آخِذِينَ مَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَٰلِكَ مُحْسِنِينَ (16) كَانُوا قَلِيلًا مِنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ(17)﴾. [الذاريات: 15– 17] ترجمہ:"بیشک تقویٰ والے لوگ بہشتوں اور چشموں میں ہونگے۔ان کے رب نے جو کچھ انہیں عطا فرمایا، اُسے لے رہے ہونگے، وہ تو اس سے پہلے ہی نیکوکار تھے۔وہ رات کو بہت کم سویا کرتے تھے"۔

............((گناہوں کی معافی کا سبب))............

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ، فَأَصْبَحْتُ يَوْمًا قَرِيبًا مِنْهُ، وَنَحْنُ نَسِيرُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الجَنَّةَ وَيُبَاعِدُنِي عَنِ النَّارِ، قَالَ: "لَقَدْ سَأَلْتَنِي عَنْ عَظِيمٍ، وَإِنَّهُ لَيَسِيرٌ عَلَى مَنْ يَسَّرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ، تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ، وَتَحُجُّ البَيْتَ، ثُمَّ قَالَ ﷺ: " أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى أَبْوَابِ الخَيْرِ: الصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ المَاءُ النَّارَ، وَصَلَاةُ الرَّجُلِ مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ". (سنن الترمذي، الرقم: 2616)

ترجمہ:"میں ایک سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا، ایک دن چلتے ہوئے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوا، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ

کے رسول! مجھے ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں داخل کروا دے اور جہنم سے دور کر دے، آپ ﷺ نے جواب دیا کہ تم نے بہت بڑی چیز کا پوچھا ہے، تحقیق ایسا عمل کرنا اس شخص کے لیے آسان ہے جس کے لیے اللہ آسان کر دے، تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک مت ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکاۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، بیت اللہ کا حج کرو، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں آپ کو خیر کے دروازے نہ بتاؤں؟ روزہ ڈھال ہے، اور صدقہ خطاؤں کو بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، اور رات کے وقت آدمی کی نماز'' ۔یعنی: نماز بھی خطاؤں کو بجھا دیتی ہے۔

((تہجد پڑھنے والا دعائے نبوی ﷺ کا حقدار))

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلاً قَامَ مِنَ اللَّيْلِ، فَصَلَّى وَأَيْقَظَ إِمْرَأَتَهُ، فَإِنْ أَبَتْ، نَضَحَ فِيْ وَجْهِهَا الْمَآءَ". (سنن أبي داؤد، الرقم: ١٣٠٨). ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ اس انسان پر رحم کرے جو رات کو اُٹھا اور نماز پڑھی، پھر اس نے اپنی بیوی کو تہجد کی نماز کے لیے اٹھایا، اُس نے اٹھنے سے انکار کیا تو اس نے اسے اٹھانے کی غرض سے اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے'' ۔یہی کچھ آگے حدیث مبارکہ میں عورت کے بارے میں مذکور ہے کہ وہ اٹھی، نماز پڑھی اور شوہر کو اٹھایا............ یعنی: تہجد کی نماز کی وجہ سے وہ نمازی اللہ کی رحمتوں کا مستحق ہوجاتا ہے۔

((اللہ کا شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ))

تہجد ان عبادات میں سے ہے جو اللہ کی بھر پور نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے کی جاتی ہیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "أَنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُومُ مِنَ اللَّيْلِ حَتَّى تَتَفَطَّرَ قَدَمَاهُ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لِمَ تَصْنَعُ هَذَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ؟ قَالَ: "أَفَلاَ أُحِبُّ أَنْ أَكُونَ عَبْدًا شَكُورًا". (صحيح البخاري، الرقم: ٤٨٣٧). ترجمہ: ''کہ نبی اکرم ﷺ رات میں تہجد کے لیے کھڑے ہوتے تو اس قدر لمبا قیام کرتے کہ آپ ﷺ کے پاؤں مبارک میں ورم ہو جاتا، تو حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ رسول! اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے پہلے اور بعد والے سب گناہ معاف کر دیئے ہیں، پھر آپ ﷺ اس قدر مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: میں (تہجد پڑھنے کی صورت میں) اپنے رب کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والا بندہ نہ بنوں؟!''۔

((اللہ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ))

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے سن کر فرماتے ہیں: 'أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ الآخِرِ". (سنن الترمذي، الرقم: ٣٥٧٩) ترجمہ: ''بندہ سب سے زیادہ اپنے رب کے قریب رات کے آخری حصے کی تاریکی میں ہوتا ہے''۔

((تہجد کا وقت سب سے افضل وقت))

سابقہ حدیث مبارکہ میں ہی اُس جملے کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: '' فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ مِمَّنْ يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْ تِلْكَ السَّاعَةِ فَكُنْ". (سنن الترمذي، الرقم: ٣٥٧٩) ترجمہ: ''(اے عمرو!) اگر آپ اِس گھڑی میں اللہ کا ذکر کرنے کی طاقت رکھتے ہیں تو ضرور کیجئے''۔

((جنت میں داخل ہونے کا سبب))

جنت میں جانے والوں کے اعمال میں ایک عمل ان کا نمازِ تہجد پڑھنا بھی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں: ﴿تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ (16) فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾. [السجدة: 16، 17] ترجمہ: ''اُن کے پہلو اپنے بستروں سے الگ رہتے ہیں، اپنے رب کے خوف اور اُمید کے ساتھ پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے اُنہیں دے رکھا ہے وہ خرچ کرتے ہیں۔ کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے اُن کی آنکھوں کی ٹھنڈک اُن کے لیے پوشیدہ کر رکھی ہے، جو

کچھ کرتے تھے یہ اُس کا بدلہ ہے‘‘۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب جناب نبی اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں بھی حاضر خدمت ہوا تو آپ ﷺ کو دیکھ کر میں نے پہچان لیا کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا، تو آپ کی خدمت میں آپ ﷺ کا سب سے پہلا کلام جو میں نے سنا وہ یہ تھا: ” أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصِلُوا الْأَرْحَامَ، وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ“. (مسند أحمد ، الرقم: 23784)

ترجمہ:”اے لوگو! سلام کو عام کرو، کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو، اور رات کو نماز پڑھو اگر چہ لوگ سو رہے ہوں تو تم جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے“۔

............تہجد سے متعلقہ مختلف مسائل............

☆ نماز تہجد کا افضل وقت سو کر اٹھنے کے بعد آدھی یا اخیر شب ہے، تاہم اس کے لیے سونا ضروری نہیں ہے؛ لہٰذا اگر کوئی شخص سونے سے قبل تہجد کے نوافل پڑھ لے تو بعض علماء نے اسے بھی تہجد کی فضیلت حاصل کرنے والوں میں شامل فرمایا ہے، نیز اگر اخیر شب میں نوافل کا موقع نہ ملے تو کم از کم عشاء کے بعد چند رکعات اسی نیت سے پڑھ لینی چاہئیں۔

☆ تہجد میں کم از کم دو رکعات اور زیادہ سے زیادہ آٹھ اور بارہ رکعات تک کا ثبوت احادیث نبویہ سے ملتا ہے.

☆ نماز تہجد کے لیے اذان شروع اسلام میں مشروع تھی، بعد میں متروک ہوگئی۔

☆ تہجد کی نماز انفرادی نماز ہے، اس کی جماعت کروانا بھی مشروع نہیں ہے، ہاں! اگر کبھی ایک دو نمازی از خود آ کر اقتداء کی نیت کرلیں تو گنجائش ہے۔

☆ تہجد کی نماز میں قراءت کے بارے میں اصول یہ ہے کہ اگر قریب میں کوئی سونے والا یا کسی اور عبادت میں مشغول نہ ہو تو جہراً قراءت کر سکتے ہیں، بصورت دیگر سراً قراءت کی جائے۔

☆ عام دنوں میں جو تہجد کا عادی ہو اسے چاہیے کہ نماز تہجد پڑھنے کے بعد وتر پڑھے، لیکن رمضان میں وتر نماز تراویح کے بعد جماعت سے ادا کرے۔

☆ تہجد کے نوافل میں یہ بھی مسنون ہے کہ نوافل کا قیام، رکوع وسجود لمبے ہوں، قیام لمبا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن کا جو حصہ زبانی یاد ہے وہ زیادہ سے زیادہ پڑھنے کی کوشش کی جائے۔ رکوع وسجود لمبا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان میں پڑھی جانے والی تسبیحات پانچ، سات یا نو بار پڑھے۔

☆ ایک مسئلہ یہ بھی سامنے رہنا چاہیے جس کے ذمہ قضاء نمازیں ہوں وہ تہجد کے وقت میں بھی اور دیگر اوقات میں بھی تہجد کے نوافل کے بجائے قضاء نماز ادا کرے، اور نیت یہ کرے کہ اے اللہ! اگر ذمہ میں قضاء نمازیں نہ ہوتیں تو میں ضرور تہجد ہی پڑھتا، اور پھر اللہ سے امید رکھے تو اسے تہجد کا اجر بھی مل جائے گا ان شاء اللہ العزیز

☆ اگر کسی شخص نے تہجد کی نیت سے دو رکعت نفل ادا کیے پھر معلوم ہوا کہ اس نے صبح صادق کے بعد (یعنی: فجر کا وقت شروع ہونے کے بعد) وہ دو رکعتیں پڑھی ہیں، تو یہ دو رکعتیں فجر کی سنت کے قائم مقام ہو جائیں گی اب وہ از سر نو فجر کی سنت نہ پڑھے۔

☆ تہجد اور تراویح سے متعلق تمام احادیث وآثار کے مطالعہ سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ شریعت کی نظر میں تہجد اور تراویح دونوں الگ الگ نمازیں ہیں، دونوں کو ایک قرار دینا صحیح نہیں ہے؛

1)۔ نماز تہجد سال بھر ادا کی جانے والی مستقل نماز ہے، اور نماز تراویح بھی مستقل نماز ہے، جو صرف رمضان المبارک کا خاص تحفہ اور رمضان کی مبارک راتوں کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔

2)۔ تہجد کا ذکر قرآن کریم میں ہے جبکہ تراویح کا ذکر صرف حدیث شریف میں ہے۔

3)۔ تہجد کا اصل وقت آخر رات ہے اور تراویح کا اصل وقت عشاء کی نماز کے فوراً بعد ہے۔

4)۔تہجد میں جماعت نہیں ہے،جبکہ تراویح کی نماز میں جماعت مسنون ہے۔

5)۔تہجد میں قرآن مجید ختم کرنا اور سننا سنت نہیں،جبکہ تراویح کی نماز میں پورا قرآن شریف ختم کرنا اور سننا سنت ہے۔

جو بعض لوگ ان دونوں نمازوں کو ایک قرار دینے کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں،وہ بڑے مغالطہ میں ہیں۔لہٰذا رمضان المبارک میں یہ دونوں عبادتیں یعنی: تراویح اور تہجد ادا کی جائیں،اور عام دنوں میں تہجد کی نماز ادا کی جائے۔

[☆]ہمارے استاذ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا احسان الحق صاحب زید مجدہم بہت اہتمام سے یہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی محنت کے چار اعمال ہیں،

1۔لمبی لمبی تہجد کی رکعتیں پڑھنا،

2۔دھیان جما کر اللہ ذکر کرنا،

3۔قرآن پاک دیکھ کر پڑھنا،

4۔رو رو کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرنا۔

تو آیئے! ہم بھی عزم کریں کہ ہم نے بھی اپنی راتوں میں ان مبارک اعمال کو زندہ کرنا ہے۔

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں صحت،تندرستی اور عافیت کے ساتھ رمضان المبارک عطا فرمایا ہے،اس میں ہم سحری کے لیے اُٹھتے ہیں،سحری کے وقت وضو کر کے دو رکعت،چار رکعت جتنی ہو سکے پڑھ لیا کریں اور اللہ کے حضور دعا مانگیں،کچھ ذکر کر لیں اور کچھ تلاوت کر لیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے،آمین یا رب العالمین۔

☆☆☆............☆☆............☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆☆☆............رمضان المبارک اور زکوٰۃ کی ادائیگی............☆☆☆

زکاۃ کی ادائیگی کا براہِ راست رمضان المبارک سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ زکاۃ کے وجوب اوراس کی ادائیگی کا تعلق اس کے متعین نصاب کا مالک بننے سے ہے،لیکن چونکہ رواج ہی یہ بن چکا ہے کہ رمضان المبارک میں اس کی ادائیگی کی جاتی ہے اس لیے اس موقع پر مناسب معلوم ہوا کہ اس ماہ میں جہاں رمضان، روزہ اوران سے متعلق ہر ہر عبادت پر لکھا جاتا ہے اور خوب لکھا جاتا ہے، وہاں اسی مہینے میں ''زکاۃ'' پر بھی لکھا جائے، تاکہ اس فریضے کے ادا کرنے والے پوری ذمہ داری سے اپنے اس فریضے کو ادا کریں، اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ذہنوں میں رہے کہ ہم معاشرے سے اس فضا کو ختم کرنے کی کوشش کریں جو اس وقت عمومی طور پر سارے مسلمانوں میں اپنا زور پکڑ چکی ہے کہ زکاۃ رمضان میں نکالنی ہے، بلکہ ہم یہ ماحول بنائیں اوراسی کے مطابق دوسروں کی ذہن سازی کریں کہ زکاۃ نکالنے والا اپنی زکاۃ کی ادائیگی میں زکاۃ کے واجب ہونے کے وقت کا خیال رکھتے ہوئے اس کے وقت پر زکاۃ نکالے، اوراس کے لیے رمضان کا انتظار نہ کرے، چنانچہ ذیل میں زکاۃ سے متعلق چند مسائل پر مختصراً روشنی ڈالی جائے گی، یہ صرف اس لیے ہے کہ ہمیں اس فریضے سے کچھ شناسائی پیدا ہوسکے، پھر ہم اپنے اموال کی تفصیل بتا کر مفتیان کرام سے زکاۃ کی تفصیل معلوم کرکے عمل کریں۔

زکاۃ کا معنیٰ ومفہوم اور حکم............

زکاۃ کے لغوی معنیٰ پاکی اور بڑھنے کے ہیں، اور شریعت کی اصطلاح میں ''مخصوص مال میں مخصوص افراد کے لیے مال کی ایک متعین مقدار'' کو زکاۃ کہتے ہیں۔ زکاۃ؛ اسلام کا ایک اہم ترین فریضہ ہے، اس کی فرضیت شریعت کے ایسے قطعی دلائل سے ثابت ہے، جن کا انکار کرنا کفر ہے، ایسا شخص دائرہ اسلام سے اسی طرح خارج ہوجاتا ہے جیسے نماز کا انکار کرنے والا شخص اسلام سے نکل جاتا ہے۔

زکوٰۃ کن اَموال پر واجب ہوتی ہے؟............

اموالِ زکاۃ سے مراد وہ اشیاء یا اموال ہیں جن کا (مخصوص مقدار میں) مالک ہونے پر (جس کو نصاب سے پہچانا جاتا ہے اوراس کی تفصیل آگے آرہی ہے) زکاۃ فرض ہوتی ہے۔ وہ کل چار قسم (کی اشیاء یا اموال) ہیں:

(1) سونا، عام ہے کہ وہ زیور کی شکل میں ہو، ڈلی ہو، اینٹ ہو یا کسی برتن وغیرہ کی شکل میں ہو، چاہے استعمال میں ہو یا نہ ہو، خالص ہو یا اس میں کوئی کھوٹ یا ملاوٹ وغیرہ ہو، بہرصورت یہ (سونا) مالِ زکاۃ ہے۔

(2) چاندی، عام ہے کہ وہ زیور کی شکل میں ہو، ڈلی ہو، اینٹ ہو یا کسی برتن وغیرہ کی شکل میں ہو، چاہے استعمال میں ہو یا نہ ہو، خالص ہو یا اس میں کوئی کھوٹ یا ملاوٹ وغیرہ ہو، بہرصورت یہ (چاندی) مالِ زکاۃ ہے۔

(3) نقدی، اپنے ملک کی ہو یا کسی اور ملک کی، اپنے پاس ہو یا بینک میں، چیک ہو یا ڈرافٹ، نوٹ ہو یا سکّے، کسی کو قرض دی ہوئی ہو (بشرطیکہ ملنے کی امید ہو) یا اس کی سرمایہ کاری (انویسمنٹ) کررکھی ہو، ان تمام صورتوں میں یہ (نقدی) مالِ زکاۃ ہے۔

(4) مالِ تجارت، یعنی تاجر کی دکان کا ہر وہ سامان جو بیچنے کی نیت سے خریدا گیا ہو اور تا حال اس کے بیچنے کی نیت باقی ہو، تو یہ (مالِ تجارت) مالِ زکاۃ ہے۔ (اور اگر مذکورہ مال (مالِ تجارت) کو گھر کے استعمال کے لیے رکھ لیا، یا اس کے بارے میں بیٹے یا دوست وغیرہ کو ہدیہ میں دینا طے کرلیا، یا پھر ویسے ہی اس مال کے بارے میں بیچنے کی نیت نہ رہی تو یہ مال، مالِ زکاۃ نہ رہا)۔

یہ کل چار قسم کے اموال ہیں جن پر (مخصوص مقدار تک پہنچنے پر) زکاۃ فرض ہوتی ہے، البتہ اگر کوئی مقروض ہو تو قرضوں کی ادائیگی کے بعد بچنے والے اموال کی زکاۃ دی جائے گی۔

زکوٰۃ دینے والوں کے لیے نصاب

اللہ رب العزت نے اپنے غریب بندوں کے لیے امیر لوگوں پر ان کے اموال کی ایک مخصوص مقدار پر زکاۃ فرض کی ہے، جس کو نصاب کہا جاتا ہے، اگر کوئی شخص اس نصاب کا مالک ہو تو اس پر زکاۃ فرض ہے اور اگر کسی کے پاس اس نصاب سے کم ہو تو اس شخص پر زکاۃ فرض نہیں ہے، اس نصاب میں صرف وہ (چاروں) اموالِ زکاۃ شامل ہیں جو اوپر ذکر کیے گئے ہیں، چاروں قسم کے اموالِ زکاۃ کی وہ مخصوص مقداریں، جن پر زکاۃ فرض ہوتی ہے، ذیل میں لکھی جاتی ہیں:

(1) اگر کسی کے پاس صرف "سونا" ہو اور کوئی مال (مثلاً: چاندی، نقدی یا مالِ تجارت) نہ ہو تو جب تک سونا ساڑھے سات تولے (87.479 گرام) نہ ہو جائے اس وقت تک زکاۃ فرض نہیں ہوتی، اور اگر سونا اس مذکورہ وزن تک پہنچ جائے تو زکاۃ فرض ہو جاتی ہے۔

(2) اگر کسی کے پاس صرف "چاندی" ہو اور کوئی مال (سونا، نقدی یا مالِ تجارت) نہ ہو تو جب تک چاندی ساڑھے باون تولے (612.35 گرام) نہ ہو جائے اس وقت تک زکاۃ فرض نہیں ہوتی، اور اگر چاندی اس مذکورہ وزن تک پہنچ جائے تو زکاۃ فرض ہو جاتی ہے۔

(3) اگر کسی کے پاس صرف "نقدی" ہو اور کوئی مال (مثلاً: سونا، چاندی، یا مالِ تجارت) نہ ہو تو جب تک نقدی اتنی نہ ہو جائے کہ اس سے ساڑھے باون تولے (612.35 گرام) چاندی خریدی جا سکے، اس وقت تک زکاۃ فرض نہیں ہوتی اور اگر نقدی اتنی ہو جائے کہ اس سے ساڑھے باون تولے (612.35 گرام) چاندی خریدی جا سکے تو زکاۃ فرض ہو جاتی ہے۔

(4) اگر کسی کے پاس سونا اور چاندی ہو (چاہے جتنی بھی ہو) یا سونا اور نقدی ہو یا سونا اور مالِ تجارت ہو یا چاندی اور نقدی ہو یا چاندی اور مالِ تجارت ہو یا (تینوں مال) سونا، چاندی اور نقدی ہو یا سونا، چاندی اور مالِ تجارت ہو یا (چاروں مال) سونا، چاندی، نقدی اور مالِ تجارت ہو تو ان تمام صورتوں میں ان اموال کی قیمت لگائی جائے گی، اگر انکی قیمت ساڑھے باون تولے (612٫35 گرام) چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے تو زکاۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔

زکاۃ واجب ہونے کی تاریخ کا بیان

زندگی میں سب سے پہلی بار جب کسی کی ملکیت میں نصاب کے مطابق مال آ جائے، تو وہ دیکھے کہ اس دن قمری سال (چاند) کی کون سی تاریخ ہے؟ اس تاریخ کو نوٹ کر لے، یہ تاریخ اس شخص کے لیے زکاۃ کے حساب کی تاریخ کے طور پر متعین ہوگئی ہے۔ واضح رہے کہ زکاۃ کے وجوب اور ادائیگی کے لیے قمری سال ہونا ضروری ہے، اگر کسی کو قمری تاریخ یاد نہ ہو تو خوب غور و فکر کر کے کوئی قمری تاریخ متعین کر لینا چاہیے، آئندہ اسی کے مطابق حساب کیا جائے گا، البتہ اگر کوئی اپنی زکاۃ کا حساب تو قمری تاریخ کے اعتبار سے ہی کر لے اور بعد میں ادائیگی شمسی تاریخ کے اعتبار سے کرنا چاہے تو ایسا کرنا جائز ہے۔

زکاۃ کا حساب کرنے کا طریقہ

جس چاند کی تاریخ کو کسی کے پاس بقدر نصاب مال آیا، اس سے اگلے سال ٹھیک اسی تاریخ میں اپنے مال کا حساب کیا جائے اگر بقدر نصاب کے مال ہے تو اس کل مال کا اڑھائی فیصد (2.5%) زکاۃ دینا ہوگی۔

مال پر سال گذرنے کا حکم

جس تاریخ میں بندہ زکاۃ کے اموال کے نصاب کا مالک بنے، اس کے ایک سال بعد اس مال کی زکاۃ دی جائے گی، اس ایک سال کے گذرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس پہلی تاریخ اور ایک سال کے بعد والی تاریخ میں مالِ نصاب کے بقدر اس شخص کی ملکیت میں رہے، ان دونوں تاریخوں کے درمیان میں مال میں جتنی بھی کمی بیشی ہوتی رہے، اس سے کچھ اثر نہیں پڑتا، بس شرط یہ ہے کہ مال بالکلیہ ختم نہ ہو گیا ہو، یعنی مال کے ہر ہر جز پر سال کا گذرنا شرط نہیں ہے بلکہ واجب ہونے کے بعد اگلے سال اسی تاریخ میں نصاب کا باقی رہنا ضروری ہے، اگر نصاب باقی ہوا تو ادائیگی لازم ہوگی ورنہ نہیں۔ نیز! سال کے دوران اگر اس مال میں اضافہ ہو تو اس اضافہ شدہ مال کی زکاۃ بھی اسی مال کے ساتھ دینی ہوگی، نئے مال کے لیے الگ سے سال شمار نہیں کیا جائے گا۔

مجمع میں بیان کے اعتبار سے

خلاصۃً یہ تحریر لکھی گئی ہے

کہ مجمع میں اتنا بیان کرنا ہی کافی ہے۔

لیکن

اپنے مطالعہ کے لیے ایک اور تحریر اس فائل کے ساتھ لف کی جارہی ہے

تاکہ علی وجہ البصیرت مسئلہ بیان کیا جاسکے۔

یہ تحریر سالہا سال قبل ماہنامہ دارالعلوم دیوبند میں طبع ہوئی تھی۔

محمد راشد ڈسکوی عفا اللہ عنہ

رمضان اور زکاۃ

از: مولانا مفتی محمد راشد ڈسکوی
استاذ ورفیق شعبۂ تصنیف وتالیف جامعہ فاروقیہ، کراچی

رمضان المبارک کے شروع ہوتے ہی انسانوں میں ذہنی، ایمانی اور اعمالی اعتبار سے بہت سی خوش گوار تبدیلیاں واقع ہوتیں ہیں، نہ صرف یہ، بلکہ ہمارے اردگرد کے معاشرے میں امن و امان، باہمی ہمدردی اور اخوت و بھائی چارگی کی ایک عجیب فضا قائم ہوتی ہے، چنانچہ اسی مہینے میں عام طور پر اپنے اموال کی زکاۃ نکالنے کا دستور ہے، اگرچہ زکاۃ کی ادائیگی کا براہِ راست رمضان المبارک سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ زکاۃ کے وجوب اور اس کی ادائیگی کا تعلق اس کے متعین نصاب کا مالک بننے سے ہے، لیکن چونکہ رواج ہی یہ بن چکا ہے کہ رمضان المبارک میں اس کی ادائیگی کی جاتی ہے؛ اس لیے اس موقع پر مناسب معلوم ہوا کہ اس ماہ میں جہاں رمضان، روزہ اور ان سے متعلق ہر ہر عبادت پر لکھا جاتا ہے اور خوب لکھا جاتا ہے، وہاں اسی مہینے میں ''زکاۃ'' پر بھی لکھا جائے؛ تاکہ اس فریضے کے ادا کرنے والے پوری ذمہ داری سے اپنے اس فریضے کو ادا کریں، اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ذہنوں میں رہے کہ ہم معاشرے سے اس فضا کو ختم کرنے کی کوشش کریں جو اس وقت عمومی طور پر سارے مسلمانوں میں اپنا زور پکڑ چکی ہے کہ زکاۃ رمضان میں نکالنی ہے، بلکہ ہم یہ ماحول بنائیں اور اسی کے مطابق دوسروں کی ذہن سازی کریں کہ زکاۃ نکالنے والا اپنی زکاۃ کی ادائیگی میں زکاۃ کے واجب ہونے کے وقت کا خیال رکھتے ہوئے اس کے وقت پر زکاۃ نکالے، اور اس کے لیے رمضان کا انتظار نہ کرے؛ چنانچہ ذیل میں ''زکاۃ کن اموال پر واجب ہوتی ہے؟'' پر تفصیلاً اور کچھ دیگر مسائل پر اجمالاً روشنی ڈالی جائے گی۔

زکاۃ کا معنی ومفہوم:

زکاۃ کے لغوی معنی پاکی کے ہیں، اور شریعت کی اصطلاح میں ''مخصوص مال میں مخصوص افراد کے لیے مال کی ایک متعین مقدار'' کو زکاۃ کہتے ہیں۔ (الاختیار لتعلیل المختار، کتاب الزکوۃ: ۹۹/۱، دار الکتب العلمیہ)

زکوۃ کو زکوۃ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان مال کے ساتھ مشغول ہوتا ہے، تو اس کا دل

مال کی طرف مائل ہوجاتا ہے، دل کے اس میلان کی وجہ سے مال کو مال کہا جاتا ہے، اور مال کے ساتھ اس مشغولیت کی وجہ سے انسان کئی روحانی واخلاقی بیماریوں اور گناہوں میں مبتلا ہوجاتا ہے، مثلا: مال کی بے جا محبت، حرص اور بخل وغیرہ۔ ان گناہوں سے حفاظت اور نفس و مال کی پاکی کے لیے زکوٰۃ وصدقات کو مقرر کیا گیا ہے، اس کے علاوہ زکوٰۃ سے مال میں ظاہری یا معنوی بڑھوتری اور برکت بھی ہوتی ہے، اس وجہ سے بھی زکوٰۃ کا نام زکوٰۃ رکھا گیا۔

زکاۃ کی فرضیت:

زکاۃ اسلام کا ایک اہم ترین فریضہ ہے، اس کی فرضیت شریعت کے قطعی دلائل سے ثابت ہے، جن کا انکار کرنا کفر ہے، ایسا شخص دائرۂ اسلام سے اسی طرح خارج ہوجاتا ہے، جیسے نماز کا انکار کرنے والا شخص اسلام سے نکل جاتا ہے۔ زکاۃ کی فرضیت ہجرتِ مدینہ سے پہلے ہوئی جبکہ دوسری طرف بہت سی آیات اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی فرضیت ہجرت کے بعد ہوئی؛ چنانچہ اس بارے میں علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ نفسِ فرضیت تو ہجرت سے پہلے ہوگئی تھی؛ لیکن اس کے تفصیلی احکامات ہجرت کے بعد نازل ہوئے۔

زکاۃ کے فوائد، ثمرات وبرکات:

زکاۃ اللہ رب العزت کی جانب سے جاری کردہ وجوبی حکم ہے، جس کا پورا کرنا ہر صاحب نصاب مسلم پر ضروری ہے، اس فریضہ کے سرانجام دینے پر انعامات کا ملنا سو فیصد اللہ تعالیٰ کا فضل ہے؛ کیونکہ اس فریضے کی ادائیگی تو ہم پر لازم تھی، اس کے پورا کرنے پر شاباش ملنا اور پھر اس پر بھی مستزاد، انعام کا ملنا (اور پھر انعام، دنیوی بھی اور اُخروی بھی) تو ایک زائد چیز ہے، دوسرے لفظوں میں سمجھیے کہ مسلمان ہونے کے ناطے اس حکم کا پورا کرنا ہر حال میں لازم تھا، چاہے کوئی حوصلہ افزائی کرے یا نہ کرے، کوئی انعام دے یا نہ دے؛ لیکن اس کے باوجود کوئی اس پر انعام بھی دے تو پھر کیا کہنے! اور انعام بھی ایسے کہ جن کے ہم بہر صورت محتاج ہیں، ہماری دنیوی واُخروی بہت بڑی ضرورت ان انعامات سے وابستہ ہے، ذیل میں چند انعامات کا صرف اشارہ نقل کیا جارہا ہے، تفصیلی مباحث، دیئے گئے حوالہ جات میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں:

(۱) زکاۃ کی ادائیگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مال کو بڑھاتے ہیں۔ (البقرة: ٢٦٧، صحيح البخاري، كتاب الزكاة، رقم الحديث: ١٤١٠)

(۲) زکاۃ کی وجہ سے اجر وثواب سات سو گنا بڑھ جاتا ہے۔ (البقرة: ١٦١، تفسير البيضاوی: البقرة: ٢٦١)

(۳) زکاۃ کی وجہ سے ملنے والا اجر کبھی ختم ہونے والا نہیں، ہمیشہ باقی رہے گا۔ (الفاطر:۲۹،۳۰)

(۴) اللہ تعالیٰ کی رحمت ایسے افراد (زکاۃ ادا کرنے والوں) کا مقدر بن جاتی ہے۔ (الأعراف:١٥٦)

(۵) کامیاب ہونے والوں کی جو صفات قرآن پاک میں گنوائی گئیں ہیں، ان میں ایک صفت زکوۃ کی ادائیگی بھی ہے۔(المؤمنين:٤)

(٦) زکاۃ ادا کرنا ایمان کی دلیل اور علامت ہے۔(سنن ابن ماجه، كتاب الطهارة، رقم الحديث:٢٨٠)

(۷) قبر میں زکاۃ (اپنے ادا کرنے والے کو) عذاب سے بچاتی ہے۔(المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الجنائز، رقم الحديث:١٢١٨٨، ٤٧٣/٧، دار قرطبة، بيروت)

(۸) ایک حدیث شریف میں جنت کے داخلے کے پانچ اعمال گنوائے گئے ہیں، جن میں سے ایک زکاۃ کی ادائیگی بھی ہے۔(سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب في المحافظة على وقت الصلوٰت، رقم الحديث٤٢٩، ٢١٤/١، دار ابن حزم)

(۹) انسان کے مال کی پاکی کا ذریعہ زکاۃ ہے۔(مسند أحمد:مسند أنس بن مالك، رقم الحديث:١٢٣٩٤)

(۱۰) انسان کے گناہوں کی معافی کا بھی ذریعہ ہے۔(مجمع الزوائد، كتاب الزكاة، باب فرض الزكاه:٦٣/٣)

(۱۱) زکاۃ سے مال کی حفاظت ہوتی ہے۔(شعب الإيمان للبيهقي، كتاب الزكاة، فصل في من أتاه الله مالا من غير مسألة، رقم الحديث:٣٥٥٧، ٢٨٢/٣، دار الكتب العلميه)

(۱۲) زکاۃ سے مال کا شر ختم ہو جاتا ہے۔(السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب الزكاة، باب الدليل على أن من أدى فرض الله في الزكاة، رقم الحديث:٧٣٧٩)

اوپر جتنے فضائل ذکر کیے گئے ہیں وہ ہر قسم کی زکاۃ سے متعلق ہیں، چاہے وہ ''زکاۃ'' سونے چاندی کی ہو، یا تجارتی سامان کی، عشر ہو یا جانوروں کی زکاۃ۔

زکاۃ ادا نہ کرنے کے نقصانات اور وعیدیں:

فریضہ زکاۃ کی ادائیگی پر جہاں من جانب اللہ انعامات وفوائد ہیں، وہاں اس فریضہ کی ادائیگی میں غفلت برتنے والے کے لیے قرآن پاک اور احادیثِ مبارکہ میں وعیدیں بھی وارد

ہوئی ہیں، اور دنیا وآخرت میں ایسے شخص کے اوپر آنے والے وبال کا ذکر بکثرت کیا گیا ہے، ذیل میں ان میں سے کچھ ذکر کیے جاتے ہیں:

(۱) جو لوگ زکاۃ ادا نہیں کرتے اُن کے مال کو جہنم کی آگ میں گرم کرکے اِس سے اُن کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔(سورۃ توبہ: ٣٤،٣٥)

(۲) ایسے شخص کے مال کو طوق بنا کے اُس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔(سورۃ آل عمران: ١٨٠)

(۳) ایسا مال آخرت میں اُس کے کسی کام نہ آسکے گا۔(سورۃ البقرۃ: ٢٥٤)

(۴) زکاۃ کا ادا نہ کرنا جہنم والے اعمال کا ذریعہ بنتا ہے۔(سورۃ اللیل: ٥ تا ١١)

(۵) ایسے شخص کا مال قیامت کے دن ایسے زہریلے ناگ کی شکل میں آئے گا، جس کے سر کے بال جھڑ چکے ہوں گے، اور اس کی آنکھوں کے اوپر دو سفید نقطے ہوں گے، پھر وہ سانپ اُس کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا، پھر وہ اس کی دونوں باچھیں پکڑے گا (اور کاٹے گا) اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا جمع کیا ہوا خزانہ ہوں۔(صحیح البخاري، کتاب الزکاۃ، باب إثم مانع الزکاۃ، رقم الحدیث: ١٤٠٣، ٢/١١٠، دار طوق النجاۃ)

(۶) مرتے وقت ایسا شخص زکاۃ ادا کرنے کی تمنا کرے گا؛ لیکن اس کے لیے سوائے حسرت کے اور کچھ نہ ہوگا۔(سورۃ المنافقون: ١٠، صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب فضل صدقۃ الشحیح الصحیح، رقم الحدیث: ١٤١٩، ٢/١١٠، دار طوق النجاۃ)

(۷) ایسے شخص کے لیے آگ کی چٹانیں بچھائی جائیں گی، اور اُن سے ایسے شخص کے پہلو، پیشانی اور سینہ کو داغا جائے گا۔(صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب إثم مانع الزکاۃ)

(۸) ایسے افراد کو جہنم میں ضریع، زقوم، گرم پتھر، اور کانٹے دار و بدبو دار درخت کھانے پڑیں گے۔(دلائل النبوۃ للبیهقي، باب الإسراء، رقم الحدیث: ٦٧٩)

(۹) ایسے افراد سے قیامت کے دن حساب کتاب لینے میں بہت زیادہ سختی کی جائے گی۔
(مجمع الزوائد، کتاب الزکاۃ، باب فرض الزکاۃ: ٣/٦٢)

(۱۰) جب لوگ زکاۃ روک لیتے ہیں تو اس کے بدلے اللہ تعالیٰ ان سے بارشیں روک لیتے ہیں۔(المستدرك للحاکم، رقم الحدیث: ٢٥٧٧)

(۱۱) جب کوئی قوم زکاۃ روک لیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو قحط سالی میں مبتلا کردیتے ہیں۔
(المعجم الأوسط للطبراني، تحت من اسمه عبدان، رقم الحدیث: ٤٥٧٧)

زکاۃ ادا کرنے سے مال میں کمی واقع نہیں ہوتی:

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کہ میں تین چیزوں پر قسم کھاتا ہوں اور تمہیں ایک اہم بات بتاتا ہوں، تم اسے یاد رکھنا۔ ارشاد فرمایا: کہ کسی بندے کا مال زکاۃ (وصدقہ) سے کم نہیں ہوتا، جس بندے پر بھی ظلم کیا جاتا ہے اور وہ اس پر صبر کرتا ہے، تو اللہ تعالی اس کی عزت میں اضافہ فرماتے ہیں۔ اور جو بندہ بھی سوال کا دروازہ کھولتا ہے تو اللہ تعالی اس پر فقر اور تنگ دستی کا دروازہ کھول دیتے ہیں''، یا نبی اکرم ﷺ نے اسی طرح کا کوئی جملہ ارشاد فرمایا۔ اور میں [ﷺ] تمہیں ایک اور خاص بات بتاتا ہوں، سو تم اسے یاد رکھنا، ارشاد فرمایا: ''دنیا تو چار قسم کے افراد کے لیے ہے:

ایک اس بندے کے لیے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال اور دین کا علم، دونوں نعمتیں عطا فرمائیں، تو وہ اس معاملہ میں اپنے رب سے ڈرتا ہے (اس طرح کہ اس مال کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال نہیں کرتا اور علمِ دین سے فائدہ اٹھاتا ہے) اور اس علمِ دین اور مال کی روشنی میں رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہے اور اس (مال) میں اللہ تعالیٰ کے حق کو پہچانتا ہے۔ (مثلاً: مال کو اللہ تعالیٰ کے لیے وقف کرتا ہے، اور دینی علم سے دوسروں کو تبلیغ، تدریس اور افتاء وغیرہ کے ذریعے سے فائدہ پہنچاتا ہے) تو یہ شخص درجات کے اعتبار سے چاروں سے افضل ہے۔

دوسرے اس بندے کے لیے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے علم کی نعمت تو عطا فرمائی لیکن مال عطا نہیں فرمایا، لیکن وہ نیت کا سچا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں آدمی کی طرح عمل کرتا (جو کہ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے حق کو سمجھ کر عمل کرتا ہے) تو یہ شخص اپنی نیت کے مطابق صلہ پاتا ہے اور اس شخص کا اور اس سے پہلے شخص کا ثواب برابر ہے۔

تیسرے اس بندے کے لیے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال کی نعمت عطا فرمائی، لیکن علم کی نعمت عطا نہیں فرمائی، تو وہ علم کے بغیر اپنے مال کو خرچ کرنے میں اپنے رب سے نہیں ڈرتا، اور نہ ہی اس مال سے صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ ہی اس مال میں اللہ تعالیٰ کے حق کو سمجھتا ہے، تو درجات میں یہ سب سے بدتر بندہ ہے۔

چوتھے اس بندے کے لیے ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے نہ تو مال کی نعمت عطا فرمائی اور نہ علم کی، تو وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی اس مال کے سلسلے میں فلاں بندے کی طرح عمل کرتا (جو اپنے مال کے خرچ کرنے میں اللہ سے نہیں ڈرتا اور نہ ہی صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ ہی مال میں اللہ تعالیٰ کے حق کو سمجھتا ہے) سو یہ بندہ اپنی نیت کے مطابق صلہ پاتا ہے؛ پس اس کا گناہ اور وبال اس پہلے شخص کے گناہ اور وبال کے مطابق ہی ہوتا ہے''۔ (ترمذی شریف کتاب الزہد رقم الحدیث: ۲۳۲۵، ۴/۵۶۲)

زکاۃ کن افراد پر اور کن افراد کے لیے ہے؟

دنیا میں بسنے والے افراد کا جائزہ لیا جائے تو ان تمام افراد کو تین طبقات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) مال دار افراد، جن پر مخصوص شرائط کے بعد زکاۃ فرض ہوتی ہے۔

(۲) دوسرے غریب افراد، جن پر زکاۃ فرض نہیں ہوتی اور ان کے لیے زکاۃ لینا جائز ہے۔

(۳) تیسرے وہ متوسط درجے کے افراد، جن پر زکاۃ تو فرض نہیں ہوتی؛ لیکن ان کے لیے زکاۃ لینا بھی جائز نہیں۔

اب ان تینوں قسم کے افراد کو پہچاننے کے لیے کیا معیار اور کسوٹی ہے کہ اس کے مطابق ہر طبقے والا اپنی حالت اور کیفیت کو پہچان کر اس کے مطابق اپنے اوپر عائد احکاماتِ الٰہیہ کو پہچان کر پورا کر سکے، اس کے لیے دو چیزوں کا جاننا ضروری ہے: ایک تو وہ کون سی اشیاء یا اموال ہیں جن کے ہوتے ہوئے زکاۃ فرض ہوتی ہے؟ اور دوسرا وہ اشیاء یا اموال کتنی مقدار میں ہوں کہ ان کے ہوتے ہوئے کوئی شخص زکاۃ دینے والا یا زکاۃ لینے والا ٹھہرتا ہے؟ ان میں سے پہلی چیز کو ''اموالِ زکاۃ'' اور دوسری چیز کو ''نصابِ زکاۃ'' سے پہچانا جاتا ہے۔ ذیل میں اموال زکاۃ اور نصابِ زکاۃ کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے:

اموالِ زکاۃ:

اموالِ زکاۃ سے مراد وہ اشیاء یا اموال ہیں، جن کا (مخصوص مقدار میں) مالک ہونے پر (جس کو نصاب سے پہچانا جاتا ہے اور اس کی تفصیل آگے آرہی ہے) زکاۃ فرض ہوتی ہے۔ وہ کل چار قسم (کی اشیاء یا اموال) ہیں:

(۱) **سونا**، عام ہے کہ وہ زیور کی شکل میں ہو، اینٹ ہو یا کسی برتن وغیرہ کی شکل میں ہو، چاہے استعمال میں ہو یا نہ ہو، خالص ہو یا اس میں کوئی کھوٹ یا ملاوٹ وغیرہ ہو، بہرصورت یہ (سونا) مالِ زکاۃ ہے۔

(۲) **چاندی**، عام ہے کہ وہ زیور کی شکل میں ہو، اینٹ ہو یا کسی برتن وغیرہ کی شکل میں ہو، چاہے استعمال میں ہو یا نہ ہو، خالص ہو یا اس میں کوئی کھوٹ یا ملاوٹ وغیرہ ہو، بہرصورت یہ (چاندی) مالِ زکاۃ ہے۔

(۳) **نقدی**، اپنے ملک کی ہو یا کسی اور ملک کی، اپنے پاس ہو یا بینک میں، چیک ہو یا ڈرافٹ، نوٹ ہو یا سکّے، کسی کو قرض دی ہوئی ہو (بشرطیکہ ملنے کی امید ہو) یا اس کی سرمایہ کاری کر رکھی ہو، ان تمام صورتوں میں یہ (نقدی) مالِ زکاۃ ہے۔

(۴) **مالِ تجارت،** یعنی تاجر کی دکان کا ہر وہ سامان جو بیچنے کی نیت سے خریدا گیا ہو اور تا حال اس کے بیچنے کی نیت باقی ہو، تو یہ (مالِ تجارت) مالِ زکاۃ ہے۔ (اور اگر مذکورہ مال (مالِ تجارت) کو گھر کے استعمال کے لیے رکھ لیا، یا اس کے بارے میں بیٹے یا دوست وغیرہ کو ہدیہ میں دینا طے کرلیا، یا پھر ویسے ہی اس مال کے بارے میں بیچنے کی نیت نہ رہی تو یہ مال، مالِ زکاۃ نہ رہا)۔ (بدائع الصنائع، کتاب الزکاۃ، أموال الزکاۃ:۲/۱۰۰، دار إحیاء التراث العربي)

یہ کل چار قسم کے اموال ہیں جن پر (مخصوص مقدار تک پہنچنے پر) زکاۃ فرض ہوتی ہے، البتہ اگر کوئی مقروض ہو تو قرضوں کی ادائیگی کے بعد بچنے والے اموال کی زکاۃ دی جائے گی۔

نصابِ زکاۃ:

سطورِ بالا میں معاشرے کے تین طبقات کو بیان کیا گیا تھا، جن کی تمیز ''نصاب'' کے مالک ہونے پر موقوف ہے، اس تمیز کو سمجھنے کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ نصاب دو قسم کا ہوتا ہے، ایک نصاب کا تعلق ''زکاۃ دینے والے'' سے ہے اور دوسرے نصاب کا تعلق ''زکاۃ لینے والے'' سے ہے، دونوں قسم کے نصابوں میں کچھ فرق ہے، جو ذیل میں لکھا جارہا ہے:

پہلی قسم کا نصاب (زکاۃ دینے والے کے لیے)

اللہ رب العزت نے اپنے غریب بندوں کے لیے امراء پر ان کے اموال کی ایک مخصوص مقدار پر زکاۃ فرض کی ہے، جس کو نصاب کہا جاتا ہے، اگر کوئی شخص اس نصاب کا مالک ہو تو اس پر زکاۃ فرض ہے اور اگر کسی کے پاس اس نصاب سے کم ہو تو اس شخص پر زکاۃ فرض نہیں ہے۔

(۱) اگر کسی کے پاس صرف ''سونا'' ہو اور کوئی مال (مثلاً: چاندی، نقدی یا مالِ تجارت) نہ ہو تو جب تک سونا ساڑھے سات تولے (87،479 گرام) نہ ہو جائے اس وقت تک زکاۃ فرض نہیں ہوتی، اور اگر سونا اس مذکورہ وزن تک پہنچ جائے تو زکاۃ فرض ہو جاتی ہے۔ (بدائع الصنائع، کتاب الزکاۃ، صفۃ الزکاۃ:۲/۱۰۵، دار إحیاء التراث العربي)

(۲) اگر کسی کے پاس صرف ''چاندی'' ہو اور کوئی مال (سونا، نقدی یا مالِ تجارت) نہ ہو تو جب تک چاندی ساڑھے باون تولے (612،35 گرام) نہ ہو جائے اس وقت تک زکاۃ فرض نہیں ہوتی، اور اگر چاندی اس مذکورہ وزن تک پہنچ جائے تو زکاۃ فرض ہو جاتی ہے۔ (بدائع الصنائع، کتاب الزکاۃ، أموال الزکاۃ:۲/۱۰۰، دار إحیاء التراث العربي)

(۳) اگر کسی کے پاس صرف ''نقدی'' ہو اور کوئی مال (مثلاً: سونا، چاندی، یا مالِ تجارت) نہ ہو تو جب تک نقدی اتنی نہ ہو جائے کہ اس سے ساڑھے باون تولے (612،35 گرام)

چاندی خریدی جاسکے، اس وقت تک زکاۃ فرض نہیں ہوتی اور اگر نقدی اتنی ہوجائے کہ اس سے ساڑھے باون تولے (612،35 گرام) چاندی خریدی جاسکے تو زکاۃ فرض ہوجاتی ہے۔ (بدائع الصنائع، کتاب الزکاۃ، أموال الزکاۃ: ۱۰۳/۲، دار إحیاء التراث العربي)

(۴) اگر کسی کے پاس سونا اور چاندی ہو (چاہے جتنی بھی ہو) یا سونا اور نقدی ہو یا سونا اور مالِ تجارت ہو یا چاندی اور نقدی ہو یا چاندی اور مالِ تجارت ہو یا (تینوں مال) سونا، چاندی اور نقدی ہو یا سونا، چاندی اور مالِ تجارت ہو یا (چاروں مال) سونا، چاندی، نقدی اور مالِ تجارت ہو تو ان تمام صورتوں میں ان اموال کی قیمت لگائی جائے گی، اگر ان کی قیمت ساڑھے باون تولے (612،35 گرام) چاندی کی قیمت کے برابر ہوجائے تو زکاۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔ (بدائع الصنائع، کتاب الزکاۃ، صفۃ الزکاۃ: ۱۰۵/۲، ۱۰۶، دار إحیاء التراث العربي)

دوسری قسم کا نصاب (زکاۃ لینے والے کے لیے)

اس نصاب میں مذکورہ نصاب (یعنی پہلی قسم کے نصاب کی تمام صورتوں) کے ساتھ ضرورت سے زائد سامان کو بھی شامل کیا جائے گا، اور یہاں بھی وہ تمام صورتیں بنیں گی جو پہلی قسم کے نصاب میں بنتی تھیں، مثلاً:

(۱) اگر کسی کے پاس صرف ''سونا'' اور ''ضرورت سے زائد سامان'' ہوتو ان دونوں قسم کے اموال کی قیمت لگائی جائے گی، اگر ان کی قیمت اتنی ہوجائے کہ اس سے ساڑھے باون تولے (612،35 گرام) چاندی خریدی جاسکے تو اس مقدار کی مالیت کے مالک کو زکاۃ لینا جائز نہیں ہے اور ایسے شخص پر صدقہ فطر اور قربانی کرنا واجب ہے۔

(۲) اگر کسی کے پاس صرف ''چاندی'' اور ''ضرورت سے زائد سامان'' ہو اور کوئی مال (سونا، نقدی یا مال تجارت) نہ ہوتو ان دونوں قسم کے اموال کی قیمت لگائی جائے گی اگر ان کی قیمت اتنی ہو جائے کہ اس سے ساڑھے باون تولے (612،35 گرام) چاندی خریدی جاسکے تو اس مقدار کی مالیت کے مالک کو زکاۃ لینا جائز نہیں ہے اور ایسے شخص پر صدقہ فطر اور قربانی واجب ہے۔

(۳) اگر کسی کے پاس صرف ''نقدی'' اور ''ضرورت سے زائد سامان'' ہو اور کوئی مال (مثلاً: سونا، چاندی، یا مالِ تجارت) نہ ہوتو جب ان کی قیمت اتنی ہوجائے کہ اس سے ساڑھے باون تولے (612،35 گرام) چاندی خریدی جاسکے، تو اس مقدار کی مالیت کے مالک کو زکاۃ لینا جائز نہیں ہے اور ایسے شخص پر صدقہ فطر اور قربانی واجب ہے۔ اور اگر ان دونوں کی قیمت اتنی نہ ہو کہ اس سے ساڑھے باون تولے (612،35 گرام) چاندی خریدی جاسکے تو ایسے شخص کا زکاۃ لینا جائز ہے۔

(۴) اگر کسی کے پاس سونا، چاندی اور ''ضرورت سے زائد سامان'' ہو (چاہے جتنا بھی ہو)۔
(۵) اگر کسی کے پاس سونا، نقدی اور ''ضرورت سے زائد سامان'' ہو۔
(۶) اگر کسی کے پاس سونا، مالِ تجارت اور ''ضرورت سے زائد سامان'' ہو۔
(۷) اگر کسی کے پاس چاندی، نقدی اور ''ضرورت سے زائد سامان'' ہو۔
(۸) اگر کسی کے پاس چاندی، مالِ تجارت اور ضرورت سے زائد سامان ہو۔
(۹) اگر کسی کے پاس (چاروں مال) سونا، چاندی، نقدی اور ''ضرورت سے زائد سامان'' ہو۔
(۱۰) اگر کسی کے پاس سونا، چاندی، مالِ تجارت ہو اور ''ضرورت سے زائد سامان'' ہو۔
(۱۱) اگر کسی کے پاس (پانچوں مال) سونا، چاندی، نقدی، مالِ تجارت اور ''ضرورت سے زائد سامان'' ہو تو ان تمام صورتوں میں ان تمام اموال کی قیمت لگائی جائے گی، اگر انکی قیمت ساڑھے باون تولے (612،35 گرام) چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے تو اس مقدار کی مالیت کے مالک کا زکاۃ لینا جائز نہیں ہے اور ایسے شخص پر صدقہ فطر اور قربانی کرنا واجب ہے۔ اور اگر مذکورہ صورتوں میں سے کوئی صورت نہ ہو تو ایسا شخص شریعت کی نگاہ میں صاحب نصاب نہیں کہلاتا، یعنی اس شخص کا زکاۃ اور ہر قسم کے صدقاتِ واجبہ لینا جائز ہوگا۔ (بدائع الصنائع، کتاب الزکاۃ، مصارف الزکاۃ: ۲/۱۵۸، دار إحیاء التراث العربي)

ضرورت سے زائد سامان:

وہ تمام چیزیں جو گھروں میں رکھی رہتی ہیں، جن کی سالہا سال ضرورت نہیں پڑتی، کبھی کبھار ہی استعمال میں آتی ہیں، مثلاً: بڑی بڑی دیگیں، بڑی بڑی دریاں، شامیانے یا برتن وغیرہ۔ (الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الأول في تفسیر الزکاۃ: ۱/۱۷۴، رشیدیہ)

الف: وی سی آر۔ ڈش، ناجائز مضامین کی آڈیو ویڈیو کیسٹیں جیسی چیزیں ضروریات میں داخل نہیں؛ بلکہ لغویات ہیں۔ مذکورہ قسم کا سامان ضرورت سے زائد کہلاتا ہے، اس لیے ان سب کی قیمت حساب میں لگائی جائے گی۔

ب: رہائشی مکان، پہننے، اوڑھنے کے کپڑے، ضرورت کی سواری اور گھریلو ضرورت کا سامان جو عام طور پر استعمال میں رہتا ہے، یہ سب ضرورت کے سامان میں داخل ہیں، اس کی وجہ سے انسان شرعاً مالدار نہیں ہوتا، یعنی ان کی قیمت نصاب میں شامل نہیں کی جاتی۔ (الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الأول في تفسیر الزکاۃ: ۱/۱۷۴، رشیدیہ)

ج: صنعتی آلات، مشینیں اور دوسرے وسائل رزق (جن سے انسان اپنی روزی کماتا

ہے) بھی ضرورت میں داخل ہیں ان کی قیمت بھی نصاب میں شامل نہیں کی جاتی، مثلاً: درزی کی سلائی مشین، لوہاراور کاشت کار وغیرہ کے اوزار، سبزی یا پھل بیچنے والی کی ریڑھی یا سائیکل وغیرہ۔ (الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الأول فی تفسیر الزکاۃ:۱/۱۷۲، رشیدیہ)

ہ: اگر کسی کے پاس ضرورت پوری کرنے کا سامان ہے؛ لیکن اس نے کچھ سامان اپنی ضرورت سے زائد بھی اپنے پاس رکھا ہوا ہے، مثلاً: کسی کی ضرورت ایک گاڑی سے پوری ہوجاتی ہے لیکن اس کے پاس دو گاڑیاں ہیں، تو اس زائد گاڑی کی قیمت کو نصاب میں داخل کیا جائے گا۔ (بدائع الصنائع، کتاب الزکاۃ، مصارف الزکاۃ:۲/۱۵۸، دار إحیاء التراث العربی)

زکاۃ واجب ہونے کے لیے تاریخ:

زندگی میں سب سے پہلی بار جب کسی کی ملکیت میں پہلی قسم کے نصاب کے مطابق مال آجائے، تو وہ دیکھے کہ اس دن قمری سال (چاند) کی کون سی تاریخ ہے؟ اس تاریخ کو نوٹ کر لے، یہ تاریخ اس شخص کے لیے زکاۃ کے حساب کی تاریخ کے طور پر متعین ہوگئی ہے۔ واضح رہے کہ زکاۃ کے وجوب اور ادائیگی کے لیے قمری سال ہونا ضروری ہے، اگر کسی کو قمری تاریخ یاد نہ ہو تو خوب غور وفکر کرکے کوئی قمری تاریخ متعین کرلینا چاہیے، آئندہ اسی کے مطابق حساب کیا جائے گا۔

زکاۃ کا حساب کرنے کا طریقہ:

جس چاند کی تاریخ کو کسی کے پاس بہ قدر نصاب مال آیا، اس سے اگلے سال ٹھیک اسی تاریخ میں اپنے مال کا حساب کیا جائے اگر بہ قدر (پہلی قسم کے) نصاب کے مال ہے تو اس کل مال کا اڑھائی فیصد (2.5%) زکاۃ دینا ہوگی۔ (العالمگیریہ، کتاب الزکاۃ:۱/۱۷۵، رشیدیہ)

سامان کی قیمت لگانے کا طریقہ:

''پہلی قسم کا نصاب'' اور ''دوسری قسم کا نصاب'' پہچاننے کے طریقے میں جو یہ ذکر کیا گیا کہ ''دوسری قسم کے نصاب میں ضرورت سے زائد سامان کی قیمت لگائی جائے'' تو اس قیمت سے مراد اس سامان کی قیمت فروخت ہے نہ کہ قیمتِ خرید۔ یعنی حساب کرنے کی تاریخ میں اس سامان کی قیمت لگوائی جائے جو عام بازار میں اس کی قیمت کے برابر ہو اور عموماً اس قیمت پر وہ بک بھی جاتی ہو، اس کو نصاب میں شمار کیا جائے گا۔ اسی طرح سونا، چاندی کی بھی قیمت فروخت کا اعتبار ہو گا۔ مثلاً: کراچی میں کسی شخص نے یہ چیز دس ہزار میں خریدی، پھر فروخت کرنے کے وقت اس کی قیمت پندرہ ہزار یا کم ہوکے سات ہزار ہوگئی تو فروخت والی قیمت کو زکاۃ کے لیے شمار کیا جائے گا۔ (ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم:۲/۲۸۶، سعید)

مال پر سال گذرنے کا مطلب:

جس تاریخ میں زکاۃ واجب ہوئی تھی، اس کے ایک سال بعد زکاۃ دی جائے گی، اس ایک سال کے گذرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس پہلی تاریخ اور ایک سال کے بعد والی تاریخ میں مال نصاب کے بہ قدر اس شخص کی ملکیت میں رہے، ان دونوں تاریخوں کے درمیان میں مال میں جتنی بھی کمی بیشی ہوتی رہے، اس سے کچھ اثر نہیں پڑتا، بس شرط یہ ہے کہ مال بالکلیہ ختم نہ ہوگیا ہو، یعنی مال کے ہر ہر جز پر سال کا گذرنا شرط نہیں ہے؛ بلکہ واجب ہونے کے بعد اگلے سال اسی تاریخ میں نصاب کا باقی رہنا ضروری ہے، اگر نصاب باقی ہوا تو ادائیگی لازم ہوگی ورنہ نہیں۔

(بدائع الصنائع، کتاب الزکاۃ، اموال الزکاۃ: ۹۶/۲، دار إحیاء التراث العربي)

مالِ تجارت کی زکاۃ کے احکام:

''مال تجارت سے مراد'' پیچھے واضح کی جاچکی ہے کہ تاجر کی دکان کا ہر وہ سامان جو بیچنے کی نیت سے خریدا گیا ہو اور تا حال اس کے بیچنے کی نیت باقی ہو، تو یہ (مالِ تجارت) مالِ زکاۃ ہے۔ (اور اگر مذکورہ مال (مالِ تجارت) کو گھر کے استعمال کے لیے رکھ لیا، یا اس کے بارے میں کسی کو ہدیہ میں دینا طے کرلیا، یا پھر ویسے ہی اس مال کے بارے میں بیچنے کی نیت نہ رہی تو یہ مال، مالِ زکاۃ نہ رہا)۔ بعض افراد اس غلط فہمی میں رہتے ہیں کہ تجارت کا مال صرف وہ ہے جس کی انسان با قاعدہ تجارت کرتا ہو، اور نفع کمانے کی نیت سے خرید وفروخت کرتا ہو؛ حالانکہ شرعاً کسی چیز کے مالِ تجارت بننے کے لیے اس میں مذکورہ قید ضروری نہیں؛ بلکہ جو چیز بھی انسان فروخت کرنے کی نیت سے خریدے وہ تجارت کے مال میں شمار ہوتی ہے، البتہ خریدتے وقت فروخت کرنے کی نیت نہ ہو تو بعد میں فروخت کر لینے کی نیت سے وہ چیز مالِ تجارت نہیں بنے گی۔ دوسری طرف وہ چیز جسے تجارت کی نیت سے خریدا تھا اگر بعد میں تجارت کی نیت بدل لی تو وہ چیز مالِ تجارت سے نکل جائے گی۔ سونا، چاندی اور نقد رقم اس تعریف سے خارج ہے، یعنی ان کے لیے کسی خاص نیت وغیرہ کی ضرورت نہیں، یہ ہر حال میں مالِ زکاۃ ہیں۔ (ردالمحتار، کتاب الزکاۃ: ۲۶۷/۲، سعید)

تجارتی اموال سے متعلق چند مسائل:

(۱) جن اشیاء کو فروخت کرنا مقصود نہ ہو؛ بلکہ ان کی ذات کو باقی رکھتے ہوئے ان سے کرایہ وغیرہ حاصل کرنا یا کسی اور شکل میں نفع کمانا مقصود ہو، تو وہ چیزیں مالِ تجارت میں داخل نہیں ہیں۔ مثلاً: کارخانوں کا منجمد اثاثہ، پرنٹنگ پریس، مشینری، پلانٹ، دوکان کا سامان، استعمال کی گاڑی، ٹریکٹر، ٹیوب ویل، کرائے پر چلانے کی نیت سے خریدی گئی گاڑی، رکشہ وغیرہ، کرائے پر

دینے کی نیت سے بنایا گیا مکان یا دوکان وغیرہ، گھر کے استعمال کے برتن، کرائے پر دینے کے لیے رکھے ہوئے برتن، کراکری کا سامان، فریج، فرنیچر، سلائی یا دھلائی کی مشین، ڈرائی کلینرز کے پلانٹ وغیرہ۔ اس قسم کی چیزیں چونکہ فروخت کرنے کی نیت سے نہیں خریدی گئیں؛ بلکہ ان کو باقی رکھ کر ان سے نفع اٹھانا مقصود ہے؛ اس لیے یہ مالِ تجارت میں داخل نہیں ہوں گی اور ان پر زکاۃ واجب نہیں ہوگی، ہاں اگر ان کو خریدا ہی فروخت کرنے کے لیے ہو تو یہ مالِ تجارت ہوں گی۔ اسی طرح موجودہ دور میں بعض مکینک حضرات اپنے کام کاج کے اوزاروں کے ساتھ بعض اوزاروں کو اس لیے خریدتے ہیں کہ بہ وقتِ ضرورت گاہکوں کی مشینری وغیرہ میں فٹ کردیں گے، اور اس کی قیمت گاہکوں سے وصول کرلیں گے، تو یہ مال بھی مالِ تجارت میں داخل ہے۔ (ردالمحتار، کتاب الزکاۃ: ۲/۲۶۷، سعید)

(۲) اگر کوئی جانور بیچنے کے لیے خریدے تو وہ بھی مالِ تجارت میں داخل ہیں، ان کی زکاۃ بھی واجب ہوگی (احسن الفتاویٰ: ۴/۲۸۶)

قصاب جو جانور ذبح کرکے گوشت بیچتے ہیں تو یہ جانور بھی مالِ تجارت میں داخل ہیں۔ جو جانور دودھ حاصل کرنے کے لیے خریدے تو وہ مالِ تجارت میں داخل نہیں ہیں؛ البتہ ان کے دودھ سے حاصل ہونے والی کمائی نقد رقم میں داخل ہوکر نصاب کا حصہ بنے گی۔ (احسن الفتاویٰ: ۴/۲۸۷)

(۳) اگر کسی کا پولٹری فارم یا مچھلی فارم ہو، تو ان کی زکاۃ میں یہ تفصیل ہے کہ ان کی زمین، مکان اور ان سے متعلقہ سامان پر تو زکاۃ فرض نہیں ہوتی، البتہ مرغیاں یا مچھلیاں اگر فروخت کرنے کے لیے رکھی ہیں تو یہ مالِ تجارت ہیں اور اگر فروخت کرنے کے لیے نہیں، بلکہ مرغیوں کے انڈے حاصل کرنے کے لیے وہ مرغیاں رکھی ہیں تو ان انڈوں سے حاصل ہونے والی آمدنی پر زکاۃ ہو گی۔ (احسن الفتاویٰ: ۴/۳۱۰) جو شخص انڈے فروخت کرنے کے لیے خریدتا ہے تو وہ انڈے مالِ تجارت ہیں، اور اگر ان انڈوں سے چوزوں کا حصول مقصود ہے تو ان بچوں کی قیمت پر زکاۃ لازم ہوگی۔

سامانِ تجارت کی قیمت لگانے کا طریقہ:

''پہلی قسم کا نصاب'' اور ''دوسری قسم کا نصاب'' پہچاننے کے طریقے میں جو یہ ذکر کیا گیا کہ ''دوسری قسم کے نصاب میں ضرورت سے زائد سامان کی قیمت لگائی جائے'' تو اس قیمت سے مراد اس سامان کی قیمت فروخت ہے نہ کہ قیمتِ خرید۔ یعنی حساب کرنے کی تاریخ میں اس سامان کی قیمت لگوائی جائے جو عام بازار میں اس کی قیمت کے برابر ہو اور عموماً اس قیمت پر وہ بک بھی جاتی ہو، اس کو نصاب میں شمار کیا جائے گا۔ (ردالمحتار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم: ۲/۲۸۶، سعید)

قرض پرزکاۃ کا حکم:

جورقم کسی کوبطورقرض دی ہو، اس کی دوقسمیں ہیں: ایک تو وہ قرض ہے، جس کے (کبھی نہ کبھی) واپس ملنے کی امید ہو۔ دوسرا وہ قرض ہے، جس کے واپس ملنے کی (کبھی بھی) امید نہ ہو۔

تو پہلی قسم والے قرض کی زکاۃ دی جائے گی اور دوسری قسم کے قرض کی زکاۃ نہیں دی جائے گی؛ البتہ اگر کبھی یہ قرض بھی وصول ہوگیا تو اس کی بھی زکاۃ ادا کی جائے گی۔ (ہندیہ، کتاب الزکاۃ، الباب الاول: ۱/۱۷۴، ۱۷۵، رشیدیہ)

قرض کی تین قسمیں:

پہلی قسم والے قرض کی تین قسمیں ہیں: (۱) دَینِ قوی (۲) دَینِ متوسط (۳) دَینِ ضعیف۔ ان تینوں قسم کے دُیون (قرضوں) کے وصول ہونے پر زکاۃ کی ادائیگی کا طریقہ اور حکم قدرے مختلف ہے، ذیل میں اجمالاً دَین کی تینوں قسموں پر روشنی ڈالی جاتی ہے:

دَینِ قوی کا حکم:

اگر کسی شخص کو نقد روپیہ یا سونا یا چاندی بہ طورِ قرض دی، یا کسی شخص کے ہاتھ تجارت کا مال بیچا اور اس کی قیمت ابھی وصول نہیں ہوئی، پھر یہ مال ایک سال یا دو، تین سال کے بعد وصول ہوا تو ایسے قرض کو ''دَینِ قوی'' کہتے ہیں۔

ایسا قرض اگر چاندی کے نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہے تو وصول ہونے پر سابقہ تمام سالوں کی زکاۃ حساب کرکے دینا فرض ہے، لیکن اگر قرض یک مُشت وصول نہ ہو، بلکہ تھوڑا تھوڑا وصول ہو، تو جب چاندی کے نصاب کا بیس فی صد (یعنی: ساڑھے دس تولے) وصول ہوجائے، تو صرف اس بیس فی صد کی زکاۃ ادا کرنا فرض ہوگا، پھر جب مزید بیس فی صد وصول ہوجائے گا تو اس کی زکاۃ ادا کرنا فرض ہوگی، اسی طرح ہر بیس فی صد وصول ہونے پر زکاۃ فرض ہوتی رہے گی اور زکاۃ سابقہ تمام سالوں کی نکالی جائے گی۔

اور اگر قرض کی رقم چاندی کے نصاب کے برابر نہیں؛ بلکہ اس سے کم ہے تو اس پر زکاۃ فرض نہیں ہوگی؛ البتہ اگر اس آدمی کی ملکیت میں کچھ اور مال یا رقم ہے اور دونوں کو ملانے سے چاندی کے نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہوجاتے ہیں تو زکاۃ فرض ہوگی۔ (ردالمحتار مع الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال: ۲/۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، سعید)

دَینِ متوسط کا حکم:

اگر کسی کو قرض نقد روپے اور سونا چاندی کی صورت میں نہیں دیا اور تجارت کا مال بھی

فروخت نہیں کیا، بلکہ کوئی چیز فروخت کی جو تجارت کی نہیں تھی، مثلاً: پہننے کے کپڑے یا گھر کا کوئی سامان یا کوئی زمین فروخت کی تھی، اس کی قیمت باقی ہے، تو ایسے قرض کو ''دَین متوسط'' کہتے ہیں۔

تو اگر یہ قیمت چاندی کے نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہے اور چند سالوں کے بعد وصول ہوئی تو وصول ہونے پر سابقہ تمام سالوں کی زکاۃ اس پر فرض ہوگی اور اگر یک مُشت وصول نہ ہو تو جب تک یہ قرض چاندی کے نصاب کے برابر یا اس سے زائد وصول نہ ہو جائے، تب تک زکاۃ ادا کرنا فرض نہ ہوگا، البتہ وصول ہونے کے بعد گذشتہ تمام سالوں کی زکاۃ ادا کرنا فرض ہے۔

اگر مذکورہ شخص صاحبِ نصاب ہو تو ''دَین متوسط'' سے جو بھی تھوڑی تھوڑی رقم ملتی رہے، اس کو اپنے پاس موجود نصاب میں ملاتا رہے اور زکاۃ دے۔ (العالمگیریہ، کتاب الزکاہ، باب اقسام الدیون: ۱/۱۷۵، رشیدیہ)

دَین ضعیف کا حکم:

کسی شخص کو نہ نقد روپیہ قرض دیا، نہ سونا چاندی فروخت کی اور نہ ہی کوئی اور چیز فروخت کی، بلکہ کسی اور سبب سے یہ قرض دوسرے کے ذمے ہو گیا، مثلاً: شوہر کے ذمے اپنی بیوی کا حق مہر ادا کرنا باقی ہو، یا بیوی کے ذمے شوہر کا بدلِ خلع ادا کرنا باقی ہو، یا کسی کے ذمے دیت ادا کرنا باقی ہو یا کسی مالک کے ذمے اپنے ملازم کی تنخواہ دینا باقی ہو، تو ایسے قرضوں کو ''دَین ضعیف'' کہتے ہیں۔

ایسے قرضوں پر زکاۃ کی ادائیگی کا حکم یہ ہے کہ ان اموال کی زکاۃ کا حساب وصول ہونے کے دن سے ہوگا، اس شخص پر سابقہ سالوں کی زکاۃ فرض نہیں ہوگی۔ وصول ہونے کے بعد اگر یہ پہلے سے صاحبِ نصاب ہو تو اس نصاب کے ساتھ اس مال کو ملا کے زکاۃ ادا کرے گا، ورنہ وصول ہو جانے کے بعد اس مال پر سال گذر جانے کے بعد زکاۃ ادا کرے گا۔ (فتح القدیر، کتاب الزکاۃ: ۲/۱۲۳، رشیدیہ)

اور جو ادھار خود لیا ہوا ہے، اس کی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ فوراً سارے کا سارا ادا کرنا لازم ہے، تو اس کو نصاب سے منہا کیا جائے گا، دوسری قسم یہ کہ یک مشت اس کل رقم کی ادائیگی لازم نہیں بلکہ قسطوں میں ادا کرنا ہے تو صرف اس مہینے کی قسط نصاب سے منہا کی جائے گی۔ اس کے علاوہ قرض اگر تجارت کے لیے لیا ہے تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ کسی عمارت، بلڈنگ یا مشینری وغیرہ کے لیے لیا ہے تو اسے نصاب سے منہا نہیں کیا جائے گا اور اگر محض تجارت کے لیے لیا ہے تو اسے نصاب سے منہا کیا جائے گا۔ (ردالمحتار، کتاب الزکاۃ: ۲/۲۶۳، سعید)

بینکوں سے زکاۃ کاٹنے کا حکم:

حکومت کے آرڈیننس کے تحت حکومت بینکوں سے لوگوں کی رقمیں زکاۃ کی مد میں کاٹتی

ہے۔شرعاً اس طریقے سے زکاۃ کی ادائیگی نہیں ہوتی،حکومتِ وقت کے اس طرح زکاۃ کاٹنے میں شرعاً دس خرابیاں ہیں،جنہیں فتاویٰ بینات جلد دوم،ص:۶۳۵-۶۴۰ میں تفصیل سے ذکر کیا گیاہے، بہ وقتِ ضرورت وہاں مراجعت کرلی جائے۔(فتاویٰ بینات،کتاب الزکاۃ،حکومت کا مسلمانوں سے زکاۃ وصول کرنا:۶۴۰-۶۳۵،مکتبہ بینات)

کمیٹی کی رقم پرزکاۃ کاحکم:

کچھ افراد مل کے کمیٹی ڈالتے ہیں، کچھ ممبروں کی کمیٹی پہلے نکل آتی ہے،مثلاً: بیس افراد نے مل کر ایک ایک ہزار روپے جمع کر کے کمیٹی ڈالی،ان میں سے ایک کی کمیٹی پہلے نکل آئی،اب اس شخص کے پاس انیس ہزار روپے دوسروں کے ہیں اور ایک ہزار اپنا،تو یہ شخص اگر صاحب نصاب ہےتو یہ اپنے ایک ہزار روپے کواس نصاب میں داخل کرے گا،انیس ہزار کونہیں،اسی طرح ہرممبر صرف اتنی رقم نصابِ زکاۃ میں جمع کرے گا،جتنی اس نے ابھی تک جمع کروائی تھی،البتہ آخری شخص پورے بیس ہزار کواپنے نصاب میں شامل کرے گا،اوراگر یہ مذکورہ افراد صاحبِ نصاب نہ ہوں تواس نکلنے والی کمیٹی کی رقم پرزکاۃ واجب نہیں ہوگی۔(الفتاویٰ الہندیہ،کتاب الزکاۃ،الباب الأول فی تفسیر الزکاۃ:۱/۱۷۳،رشیدیہ)

خلاصہ کلام:

آخر میں بطورِ خلاصہ ان تمام اثاثوں کا ذکر کیا جاتا ہے،جن پرزکاۃ واجب ہوتی ہےاورجن پرواجب نہیں ہوتی:

وہ اثاثے جن پرزکاۃ واجب ہوتی ہے:

(۱) سونے کی مارکیٹ ویلیو(خواہ سونا زیور کی صورت میں ہو، یا کسی بھی شکل میں ہو)۔ (۲) چاندی کی مارکیٹ ویلیو(خواہ چاندی زیور کی صورت میں ہو یا کسی بھی شکل میں ہو)۔(۳) نقدرقم۔(۴) کسی کے پاس رکھی گئی امانت(خواہ رقم ہو یا سونا،چاندی)۔(۵) بینک بیلنس۔(۶) غیرملکی کرنسی کی مارکیٹ ویلیو۔(۷) کسی بھی مقصد(مثلاً: حج، بچوں کی شادی یا مکان وغیرہ کی خریدنے) کے لیے رکھی ہوئی رقم۔(۸) حج کے لیے جمع کروائی ہوئی وہ رقم،جومعلم کی فیس اورکرایہ جات وغیرہ کاٹ کرواپس کردی جاتی ہے۔(۹) بچت سرٹیفکیٹ مثلاً:NIT،NDFC،FEBC، کی اصل رقم (اگرچہ ان کا خریدنا ناجائز ہے)۔(۱۰) پرائز بانڈز کی اصل قیمت (اگرچہ ان کی خرید و فروخت اوران پر ملنے والا انعام جائزنہیں ہے)۔(۱۱) انشورنس پالیسی میں جمع کردہ اصل رقم (اگرچہ مروجہ انشورنس کی تمام صورتیں ناجائز ہیں)۔(۱۲) قرض دی ہوئی رقم (بشرطیکہ واپس ملنے

کی امید ہو)۔(۱۳) کسی بھی مقصد کے لیے دی ہوئی ایڈوانس رقم، جس کا اصل یا بدل اسے واپس ملے گا۔(۱۴) سیکورٹی ڈیپازٹ کے طور پر جمع کردہ رقم۔(۱۵) بی سی (کمیٹی) میں جمع کروائی ہوئی رقم (بشرطیکہ ابھی تک کمیٹی نکلی نہ ہو)۔(۱۶) تجارتی یا تجارت کی نیت سے خریدے گئے حصص۔(۱۷) شرکت والے معاملے میں اپنے حصے کے قابلِ زکاۃ اثاثوں کی رقم مع نفع۔(۱۸) بیچنے کے لیے خریدا ہوا سامان، جائیداد، حصص اور خام مال۔(۱۹) تجارت کے لیے خریدی ہوئی پراپرٹی۔(۲۰) ہرقسم کے تجارتی مال کی مارکیٹ ویلیو (یعنی: قیمتِ فروخت)۔(۲۱) فروخت شدہ چیزوں کی قابلِ وصول رقم۔(۲۲) تیار مال کا اسٹاک۔(۲۳) خام مال۔

جو رقم مالِ زکاۃ سے منہا کی جائے گی:

(۱) ادھار لی ہوئی رقم۔(۲) خریدی ہوئی چیز کی واجب الادا قیمت۔(۳) کمیٹی حاصل کرنے کے بعد بقیہ اقساط کی رقم۔(۴) ملازمین کی تنخواہ، جس کی ادائیگی اس تاریخ تک لازم ہوچکی ہے۔(۵) یوٹیلٹی بلز، کرایہ وغیرہ جن کی ادائیگی اس تاریخ تک لازم ہوچکی ہو۔(۶) گزشتہ سالوں کی زکاۃ اگر ابھی تک ادا نہ کی گئی ہو۔(۷) قسطوں پر خریدی ہوئی چیز کی واجب الادا قسطیں۔

اب ماقبل میں ذکر کیے گئے ''**وہ اثاثے جن پر زکاۃ واجب ہوتی ہے**'' کی تمام صورتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی کل قیمت جمع کرلیں، پھر ''**جو رقم مالِ زکاۃ سے منہا کی جائے گی**'' میں ذکر کی گئی صورتوں کے ہونے کی صورت میں تمام چیزوں کی قیمت جمع کر کے پہلی رقم میں سے گھٹا لیں، اب جو رقم باقی بچے، اس کا چالیسواں حصہ (یعنی: ڈھائی فی صد) بطورِ زکاۃ نکال کر مستحقین تک پہنچائیں۔

ناقابلِ زکاۃ اثاثے:

(۱) رہائشی مکان، ایک ہو یا زیادہ۔(۲) دوکان؛ البتہ دوکان کا مال مالِ زکاۃ ہوتا ہے۔(۳) فیکٹری کی زمین، بشرطیکہ فروخت کی نیت سے نہ لی گئی ہو۔ (۴) دوکان، گھر، فیکٹری کا فرنیچر۔ (۵) زرعی زمین، بشرطیکہ فروخت کی نیت نہ ہو۔(۶) کرایہ پر دیا ہوا مکان، دوکان یا فلیٹ۔(۷) مکان، دوکان، اسکول یا فیکٹری بنانے کے لیے خریدا ہوا پلاٹ۔(۸) کرایہ پر چلانے کے لیے ٹرانسپورٹ گاڑی، مثلاً: ٹیکسی، رکشہ یا بس وغیرہ۔

❁ ❁ ❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆☆☆ درمیانِ رمضان دوبارہ چستی کی ضرورت ☆☆☆

ابھی اس مبارک مہینے، نیکیوں اور برکتوں کی عظیم بہار کو شروع ہوئے کچھ دن ہی تو گزرے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس سے قوی امید ہے یہ مہینہ ہمارے لیے عنایتوں اور رحمتوں سے بھر پور، مغفرت اور نوازشوں سے معمور ثابت ہوگا، اور ہو رہا ہے، توفیق عزوجل سے اس ماہ میں نیکی کے لیے حوصلے بلند، آنکھیں اشکبار، دل بارگاہِ الٰہی میں امیدِ کرم ورحمت سے لبریز ہیں، جسم نیکی کے لیے ہر وقت تیار ہے، وعظ ونصیحت کی مجالس اور جنت کے باغیچے، یعنی: اللہ کے گھر؛ مساجد ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن سے آباد نظر آتے ہیں۔

نعمتِ رمضان کی وجہ سے شکر باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ نے اس مہینے میں ہمیں دن کے وقت روزے رکھنے اور رات کے وقت، قیام یعنی: تراویح کی توفیق دے کر اپنے ہاں معزز بننے کا موقع فراہم کیا، ہمیں انواع واقسام کی نیکیاں، عبادات، اذکار، دعائیں اور صدقہ وخیرات کرنے کی ہمت بخشی، اس پر ہم "الحمد للہ" کہتے ہیں کہ یہ محض اسی کا احسان ہے، ہم اِن نوازشوں پر اُسی کا شکر ادا کرتے ہیں، اور ساتھ ہی دعا بھی کرتے ہیں کہ یا اللہ! اب ہماری کاوشوں کو شرفِ قبولیت بھی نواز!

قبولیت اور عدمِ قبولیت کی علامت

اللہ کے ہاں ہماری عبادات کی قبولیت کی علامت یہ بھی ہے کہ انسان بہتری کی جانب گامزن ہو جاتا ہے: (بیشک [مقبول] نیکی جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے) جبکہ دوسری جانب نیکیوں کے مسترد ہونے اور دھتکارے جانے کی علامت یہ معلوم ہوتی ہے کہ انسان الٹے پاؤں پھر جائے، نیکی کو چھوڑ بیٹھے، یا اس میں سستی شروع ہو جائے، انسان؛ نیک عمل کبھی کیا، اور کبھی چھوڑ دیا، کی ڈِگر پر آ جائے، جیسا کہ اس وقت درمیانِ رمضان میں ہماری حالت سامنے آ رہی ہے، کہ آہستہ آہستہ نمازیوں کی تعداد میں کمی نظر آنے لگی ہے، تلاوت کرنے والے اُن مناظر میں بھی وہ جوش وخروش نظر نہیں آ رہا، جو شروع رمضان سے نظروں کو تازگی بخشنے والے تھے، تراویح کی نماز میں بھی نمازیوں کی تعداد کافی کم ہوتی نظر آ رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو تو مستقل مزاج بندے پسند ہیں

میرے دوستو! یہ تبدیلی؛ خیر کی نہیں ہے، ہماری یہ روش اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ نہیں ہے، یہ طرزِ عمل جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کے خلاف ہے، اللہ تعالیٰ کو تو اعمال میں سے پسند؛ وہ عمل ہے جو مستقل مزاجی کے ساتھ کیا جائے، چاہے کمیت وکیفیت میں وہ عمل کم ہی کیوں نہ ہو، اور اسی کے مطابق جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عمل ہم سب کے سامنے بطور نمونہ چھوڑا ہے۔

اعمال میں مستقل مزاجی ایک ایسا خوبصورت وصف ہے جو ہر عمل کی جان ہے، چاہے وہ دینی عمل ہو یا دنیاوی۔ اگر عمل میں مستقل مزاجی نہ ہو تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو کام شروع کیا گیا ہے وہ بغیر سوچے سمجھے شروع کر لیا گیا ہے۔

شریعتِ الٰہی یہی کچھ ہمیں سکھانا چاہتی ہے کہ ہم ہر عمل کو خوب غور وفکر اور اوقاتِ زندگی کا صحیح تجزیہ کرنے کے بعد شروع کریں تاکہ اس عمل میں ٹھہراؤ پیدا ہو، اور اس کی وجہ سے دوسرے کاموں میں بھی حرج نہ ہو۔ یہی تدابیر اور منصوبہ بندی ہر ہر مؤمن سے مطلوب ہے، اسی مداومتِ عمل کی تعلیم ہمیں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ میں بھر پور طریقے سے ملتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام کاموں میں اسی اصول کی پابندی فرماتے تھے۔ جس کام کو، جس طریقہ سے، جس وقت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع فرمایا، اس پر برابر قائم رہتے تھے۔ "سنت" کا لفظ ہماری شریعت میں اسی اصول سے پیدا ہوا ہے۔ "سنت" وہ فعل ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ مداومت فرمائی ہے اور بغیر کسی قوی رکاوٹ کے کبھی اس کو ترک نہیں فرمایا۔

اس بنا پر جس قدر سنن ہیں وہ درحقیقت آپ ﷺ کی استقامتِ حال اور مداومتِ (یعنی ہمیشہ یا ثابت قدمی کیساتھ) عمل کی نا قابلِ انکار مثالیں ہیں۔آپ کے معمولات کا ذکر پوری سیرت میں موجود ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے تمام اخلاق واعمال کس قدر پختہ اور مستحکم تھے۔ایک روایت میں ہے:''وَكَانَ إِذَا عَمِلَ عَمَلًا أَثْبَتَهُ''.[سنن أبي داؤد، الرقم: ١٣٦٨]جب آپ ﷺ کوئی کام کرتے تھے تو اس پر مداومت فرماتے تھے۔

[☆]حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا: أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ؟ قَالَ: أَدْوَمُهَا، وَإِنْ قَلَّ، وَقَالَ :اكْلَفُوا مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ''. [صحيح البخاري، الرقم: ٦٤٦٥]ترجمہ:''کون سا عمل اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جس پر ہمیشگی کی جائے، خواہ وہ تھوڑی ہی ہو اور فرمایا نیک کام کرنے میں اتنی ہی تکلیف اٹھاؤ جتنی تم طاقت رکھتے ہو۔

[☆]حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:''وَكَانَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً دَاوَمَ عَلَيْهَا، وَكَانَ إِذَا غَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ مِنَ اللَّيْلِ بِنَوْمٍ صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً''. [سنن أبي داؤد، الرقم: ١٣٤٢] ترجمہ:''جب بھی آپ ﷺ کوئی نماز پڑھتے تو اس پر مداومت فرماتے، اور جب رات کو آنکھوں میں نیند غالب آجاتی تو دن میں بارہ رکعتیں ادا فرماتے''۔

[☆] آپ ﷺ راتوں کو اُٹھ کر عبادت کیا کرتے تھے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:''لَا تَدَعْ قِيَامَ اللَّيْلِ، فَإِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ لَا يَدَعُهُ، وَكَانَ إِذَا مَرِضَ أَوْ كَسِلَ صَلَّى قَاعِدًا''. [سنن أبي داؤد، الرقم: ١٣٠٧] ترجمہ: کہ تم تہجد (قیام اللیل) نہ چھوڑنا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ اسے کبھی نہیں چھوڑتے تھے، جب آپ بیمار ہوتے یا طبیعت میں کچھ سستی ہوتی تو بیٹھ کر ادا کرلیا کرتے تھے۔

[☆]حضرت جریر بن عبداللہؓ ایک صحابی ہیں جن کو دیکھ کر آپ ﷺ محبت سے مسکرادیا کرتے تھے۔اُن کا بیان ہے: ''وَلَا رَآنِي إِلَّا ضَحِكَ''. [صحيح مسلم، الرقم: ٢٤٧٥] کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا ہوں اور آپ ﷺ مسکرائے نہ ہوں۔

[☆]اور نبی اکرم ﷺ اسی طرزِ عمل کی اپنی امت کو ترغیب دیا کرتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ نے ایک بار حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو قیام اللیل چھوڑنے سے منع فرمایا، جبکہ وہ ابھی (نوجوان) لڑکے ہی تھے اور ان سے فرمایا:''يا عبدَ اللّٰهِ! لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ؛ كَانَ يَقُومُ اللَّيْلَ، فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ''.(صحيح البخاري، الرقم: ١١٥٢).ترجمہ:''اے عبداللہ! فلاں کی طرح مت ہوجانا، وہ تو تہجد پڑھتا تھا مگر اس نے چھوڑ دیا''۔

[☆]مسند احمد بن حنبلؒ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک حدیث ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''خُذُوا مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيقُونَ، فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَمَلُّ حَتَّى تَمَلُّوا''. قَالَتْ عَائِشَةُ: "وَكَانَ أَحَبُّ الصَّلَاةِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا دَاوَمَ عَلَيْهَا وَإِنْ قَلَّتْ، قَالَتْ عَائِشَةُ: وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّى صَلَاةً دَاوَمَ عَلَيْهَا. (رقم الحديث: ٢٤٥٤٠)

مفہومی ترجمہ: (فرائض کے علاوہ نفلی اعمال میں سے) اتنے اعمال کو ہی اختیار کرو جتنے اعمال کرنے کی تم طاقت رکھتے ہو، بے شک اللہ تعالیٰ کسی عمل سے اکتاہٹ میں نہیں پڑتے، یہاں تک کہ تم لوگ ہی (اگر) کسی عمل سے اکتاہٹ ظاہر کرو (گے تو پھر اللہ کی طرف سے بھی ایسا ہی اظہار ہوگا۔) حضرت عائشہؓ نے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ کو (نفل نمازوں میں سے) وہ نماز محبوب تھی جس پر (پڑھنے والوں کی طرف سے) مداومت اختیار کی جائے، اگرچہ (کمیت کے اعتبار سے) وہ کم ہی کیوں نہ ہو، اور جناب نبی اکرم ﷺ جب کسی نماز کو شروع فرماتے تھے تو اس کی ادائیگی پر ہمیشگی اختیار فرماتے تھے۔

[☆]سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''سَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَأَبْشِرُوا، فَإِنَّهُ لَا يُدْخِلُ أَحَدًا الْجَنَّةَ عَمَلُهُ''. قَالُوا: وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ''وَلَا أَنَا، إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِمَغْفِرَةٍ وَرَحْمَةٍ''. (صحيح البخاري، الرقم: 6467)

مفہومی ترجمہ:''دیکھو جو نیک کام کرو ٹھیک طور سے کرو اور حد سے نہ بڑھ جاؤ بلکہ اس کے قریب رہو (میانہ روی اختیار کرو) اور خوش رہو اور یاد رکھو کہ کوئی بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا۔صحابہؓ نے عرض کیا: اور آپ بھی نہیں یا رسول اللہ! فرمایا: اور میں بھی نہیں۔سوا اس کے کہ اللہ اپنی مغفرت ورحمت کے سایہ میں مجھے ڈھانک لے''۔

سستی دور کرنے کے ممکنہ حل اور تجاویز............

ممکنہ طور پر ہم ذیل ذیل میں ذکر کردہ تجاویز کو اختیار کرلیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہم سستی سے بچنے والوں میں داخل ہوجائیں گے:

[1] ہم اپنا ذہن اور اپنی سوچ یہ بنائیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے رمضان اور اس کے احکام کے بوجھ تلے بے جا دبے ہوئے نہیں ہیں، اور اس کی پابندیوں میں ہم غلاموں کی جھکڑے ہوئے نہیں ہیں، رمضان المبارک جیسا موقع ملنا تو میرے بڑے نصیب کی بات ہے، ماضی میں کبھی جب علماء کرام کے مواعظ سے، اور جنازوں وغیرہ میں دل پسیجتا تھا، آنکھیں نم ہوتی تھیں، اللہ کی طرف پلٹنے کو جی چاہتا تھا لیکن پھر شیطان کے پھندوں میں پھنسا اپنے ان جذبات کو عمل میں نہیں لا پاتا تھا، اس سب کی تلافی کے لیے یہ مہینہ اللہ حکیم کی جانب سے روح کی مسلسل طہارت کے پروگرام کا ایک حصہ بن کر مجھے ملا ہے۔ اس پروگرام میں مسلمان کو ہر وقت ذکر الٰہی اور موقع بہ موقع مسنون دعاؤں اور آداب کی ترغیب دی گئی ہے، اور اس ماہ کو ہمارے لیے شیطان ونفس سے محافظ بنا کر بھیجا گیا، جیسا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ (گناہوں سے) ڈھال ہے، اور ہم ہیں کہ ہم از خود اس ڈھال کو پھاڑ کر اپنے آپ کو دوبارہ اسی سابقہ ڈگر پر چلانے کے لیے نفس وشیطان کے سپرد کیے جارہے ہیں۔

[2] رمضان کی اس عطاء کو اللہ رب العزت کی طرف سے ایک انعام سمجھیں کہ جب اس نے ہمیں رمضان کی ان مبارک گھڑیوں میں زندہ رکھا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس نے ہمیں اپنے گناہوں سے خلاصی کروانے کا موقع فراہم کیا ہے، ہم تو اس کا شکر ادا کریں۔ رمضان کا استقبال تو کرنا ہی ہے، اس کے ہر نئے دن کو نئے جذبے اور نئی ہمت کے ساتھ شروع کریں۔ آنکھ، کان اور زبان کی حفاظت کے ذریعہ اس ڈھال کو مضبوط کرتے رہیں۔ اس کے ہر گزرے لمحے کی کمی پر افسوس اور استغفار کریں، گزرتے لمحے کو قیمتی جانیں اور اللہ کی حمد بیان کریں، اور آتے لمحے کیلیے خود کو پہلے سے زیادہ تیار کریں اور اللہ سے عافیت اور توفیق بھی مسلسل اہتمام سے مانگتے رہیں۔

[3] ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر باش رہنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معاملہ بھی یہ تھا کہ حضور کی مجلس میں جو روحانی کیفیت ہوتی، وہاں سے ہٹنے کے بعد اس میں کمی محسوس کرتے، کجا ہم جیسے نااہلوں کی کیفیت! انسان کمزور ہے اپنے ماحول سے متأثر ہوجاتا ہے، لہذا یہ جمعہ وار یا کبھی کبھار کے وعظ سن لینا ہماری طبیعتوں کے لیے کافی نہیں۔ غیر رمضان بھی اور رمضان میں بھی روزانہ کی ترتیب سے ایسے ماحول کا خود کو عادی بنانا ہی اس کا حل ہے، اگرچہ تھوڑے وقت کے لیے ہو، جس میں تسلسل کے ساتھ اپنے ایمان اور عمل پر محنت ہوتی رہے اور ساتھ ساتھ ہم دوسروں تک اس ایمان وعمل کی دعوت پہنچاتے رہیں۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت تھی اور صحابہ کرامؓ کا معمول تھا۔ روزانہ ایمان کے تذکروں والی مجالس میں شرکت کرتے رہنا، ایمان کے گرم رہنے کا ذریعہ بنتا ہے، اور ایمان کی ترقی ایمان والے بولوں کی دعوت میں مضمر ہے۔ اس نظم میں خود کو ڈھالنے سے آدمی میں ایمان کے حوالے سے مستقل مزاجی پیدا ہوتی ہے اور گناہوں سے بچتے رہنے اور نیکیوں میں آگے بڑھنے کی تحریک ملتی رہتی ہے۔

[4] مساجد میں، گھروں میں اجتماعی طور پر اور انفرادی طور پر بھی حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی کتاب ''فضائل رمضان'' کا مستقل مطالعہ کرنے کا معمول بنایا جائے، اور حضرت رحمہ اللہ کی ہی ایک اور کتاب ''اکابر کا رمضان'' بھی بندوبست کر کے اپنے مطالعہ میں رکھی جائے۔

[5] اپنے دوستوں اور ہم خیالوں کے ساتھ طے کریں کہ وہ پورا رمضان خاص طور پر اور سال کے بقیہ گیارہ ماہ عام طور پر ایک دوسرے کو اعمال کی طرف کھینچ کر لاتے رہیں گے، اور ایک دوسرے سے کارگزاری بھی لیتے رہیں گے۔

رمضان کے وسط میں پہنچتے پہنچتے عبادت میں آجانے والی سستی کو دور کرنے کے چند ممکنہ حل اور کچھ تجاویز ذکر کی گئی ہیں۔ مختلف قسم کے افراد کے لیے ان میں کمی بیشی ہوسکتی ہے، ہمارا مقصود تو بس اشارہ کرنا ہے۔ کہ ابھی سے اپنے حالات پر غور کریں اور اس سستی کو دور کرنے کے لیے ہنگامی بنیادوں پر اقدامات کریں۔

☆☆☆............☆☆............☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رمضان میں چار کاموں کی کثرت کا حکم

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک لمبی حدیث مبارکہ [جسے حضرت سلمان فارسیؓ روایت کرتے ہیں] میں رمضان المبارک کے بارے میں ایک نصیحت یہ مذکور ہے: ''وَاسْتَكْثِرُوْا فِيهِ مِنْ أَرْبَعِ خِصَالٍ: خَصْلَتَيْنِ تُرْضُوْنَ بِهِمَا رَبَّكُمْ، وَخَصْلَتَيْنِ لَا غِنَآءَ بِكُمْ عَنْهُمَا رَبَّكُمْ: فَشَهَادَةُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَتَسْتَغْفِرُوْنَهُ، وَأَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ لَا غِنَاءَ بِكُمْ عَنْهُمَا: فَتَسْأَلُوْنَ اللّٰهَ الْجَنَّةَ ، وَتَعُوْذُوْنَ بِهِ مِنَ النَّارِ''. کہ چار چیزوں کی اس مہینہ میں کثرت رکھا کرو۔ جن میں سے دو چیزیں اللہ کی رضا کے واسطے اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے تمہیں چارۂ کار نہیں، پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو، وہ کلمۂ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے، اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کی طلب کرو اور آگ سے پناہ مانگو۔

اس نصیحت کے دونوں پہلوؤں کی افادیت واہمیت احادیث مبارکہ کی روشنی میں پوری طرح مسلّم ہے۔ ذیل میں ان چاروں کے بارے میں کچھ گفتگو کی جاتی ہے:

((پہلا کام: کلمۂ طیبہ کی کثرت))

سب سے پہلے جس کلمے کی کثرت کا ذکر کیا گیا ہے وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' ہے، اس کلمہ کو توحید کا کلمہ کہا گیا ہے، یہی کلمہ **کلمۂ اخلاص** ہے، یہ **کلمۂ تقویٰ** ہے، عُروۃُ الوثقیٰ ہے، دعوۃ الحق ہے، ثَمَنُ الجنۃ ہے، **قولِ ثابت** ہے، **قولِ سدید** ہے، **احسنُ القول** ہے، مَقالیدُ السمٰوٰت والأرض ہے، یہ وہ پاکیزہ کلمہ ہے، جس کی فضیلت میں سینکڑوں احادیث وارد ہوئی ہیں، جن کا خلاصہ اگر مختصر الفاظ میں سمیٹا جائے تو کچھ فضائل یہ سامنے آتے ہیں: [1] تمام ذکروں میں سب سے افضل ذکر ہے۔ [2] ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں سے وزنی کلمہ ہے۔ [3] اخلاص کے ساتھ اس کلمے کو کہنے والا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا سب سے زیادہ حق دار ہوگا۔ [4] اخلاص کے ساتھ اس کلمے کو کہنے والا جنت میں داخل ہوگا۔ [5] اس کلمے کو پڑھنے والے کے لیے آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ [6] اس کلمے کی وجہ سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ [7] اس کلمے کے ذریعے سے ایمان کی تجدید ہوتی ہے۔ [8] اس کلمے کو حق سمجھ کر پڑھنے والے پر جہنم حرام ہو جاتی ہے۔ [9] اس کلمے کا اقرار کرنا جنت کی کنجیاں ہیں۔ [10] اس کلمے کی وجہ سے اعمال نامہ میں سے برائیاں مٹ جاتی ہیں اور اُن کی جگہ نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔ [11] اس کلمے کو کہنے والوں پر نہ موت کے وقت وحشت ہوگی، اور نہ قبر میں، اور نہ میدانِ حشر میں۔ [12] یہ کلمہ اعمال میں سب سے زیادہ وزنی ہے۔ [13] اس کلمے کی گواہی دینے والا اللہ تعالیٰ کے حفاظتی قلعہ میں داخل ہو جاتا ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ [15] اس کلمے کا ذکر کرنے کی وجہ سے شیطان ذلیل ہو کر مومن کے دل سے نکل جاتا ہے۔ [16] اس کلمے کے ذکر کی وجہ سے دلوں کا زنگ اور میل دور ہو جاتا ہے۔ [17] یہ کلمہ اپنے پڑھنے والے کی طرف سے فوراً اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے۔ [18] اس کلمے کا ذکر کرنے والے سے موت کی سختی ہٹالی جاتی ہے۔ [19] ایک حدیث میں آیا کہ میری امت کا نشان؛ جب وہ پُل صراط سے گزریں گے، ''لا الٰہ الا اللہ'' ہوگا۔ [20] روزانہ سو بار اس کلمے کو پڑھنے والا کا چہرہ قیامت والے دن چودھویں رات کی چاند کی طرح روشن ہوگا۔ [21] ایمان کی ستر شاخوں میں سے سب سے افضل شاخ ''لا الٰہ الا اللہ'' ہے۔ [22] ''لا الٰہ الا اللہ'' جنت کا درخت ہے۔ [23] ''لا الٰہ الا اللہ'' کا ثواب اُحد پہاڑ سے زیادہ ہے۔ [24] سو دفعہ اس کلمے کو روزانہ پڑھنے کا اجر زمین وآسمان کے خلا کو بھر دیتا ہے۔ [25] یہ کلمہ غلام مل جانے سے بہتر ہے۔

اتنے ڈھیر سارے فضائل کو سامنے رکھتے ہوئے اور بالخصوص جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت ووصیت کو سامنے رکھتے ہوئے عام دنوں میں بھی اور رمضان المبارک کے ان بابرکت ایام میں خوب کثرت سے اس کلمے کا ورد کیا جائے، دن میں کم از کم تین سو بار تو ضرور پڑھ لیا جائے، اور اس کلمے کے ذکر کے وقت اوپر ذکر کردہ تمام فضائل کی نیت کی جائے، اور وقتاً فوقتاً اس کلمے کے آخر میں ''محمد رسول اللہ'' بھی پڑھ لیا جائے۔

((دوسرا کام: استغفار کی کثرت))

استغفار کہتے ہیں؛ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں کی معافی کی درخواست پیش کرنا، گناہوں کی معافی طلب کرنا جہاں ہماری نجات کے لیےضروری ہے وہاں ہی یہ عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کو بھی بہت زیادہ حاصل کرنے والا ہے۔ اُمت کی تعلیم کی خاطر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود یکہ گناہوں سے پاک صاف تھے، لیکن روزانہ سو بار استغفار کرتے تھے، ایک روایت میں ستر کا عدد ذکر ہوا ہے، اور علمائے کرام کی تشریحات کے مطابق اس سے مقصود کسی مخصوص عدد کی تحدید نہیں ہے بلکہ اس عمل کی کثرت مراد ہے۔

استغفار کے کوئی مخصوص الفاظ نہیں ہیں، بلکہ استغفار کے لیے کئی طرح کے الفاظ استعمال کیے جاسکتے ہیں، مثلا: [☆] اَستَغفِرُ اللّٰہَ، [☆] اَستَغفِرُ اللّٰهَ العظِيم وَأَتُوبُ إليه، [☆] اَستَغفِرُ اللّٰهَ الذي لا إلٰه إلا هو الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَأَتُوبُ إليه، [☆] اَستَغفِرُ اللّٰهَ ربِّيْ مِنْ كل ذَنبٍ وَأَتُوبُ إليه، [☆] اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي، [☆] رَبِّ اغْفِرْ لِي وغیرہ وغیرہ

استغفار کی کثرت پر اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے علاوہ بھی اور بہت کچھ ملتا ہے، مثلا:

[1] استغفار بندے کے اعمال نامہ میں نور بن کر چمکتا ہے۔

[2] جس کی منشاء وخواہش ہو کہ اس کا نامہ اعمال اس کے لیے خوش گوار ثابت ہو تو اس کو چاہیے کہ اس میں استغفار کی کثرت کرے۔

[3] حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی بندہ (اللہ سے یوں استغفار) کرے گا: ”أَستَغفِرُ اللّٰهَ الَّذِي لا إلٰهَ إلا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ“، تو اس کے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے خواہ جنگ سے بھاگنے کا گناہ کیوں نہ ہو۔

[4] جس نے ہر روز ستر (70) بار اللہ سے استغفار کیا، اس کو جھوٹے لوگوں میں سے نہ لکھا جائے گا، اور جس نے ہر رات ستر (70) بار اللہ سے استغفار کیا، اس کو غافلین میں شمار نہ کیا جائے گا۔

[5] جس نے مومن مرد وعورت کے لیے استغفار کیا، اس کے لیے ہر مومن مرد وعورت کے بدلے ایک ایک نیکی لکھی جائے گی۔

[6] جس نے مومن مرد وعورت کے لیے ہر روز ستائیس (27) بار اللہ سے استغفار کیا، اس کو مستجاب الدعوات (وہ شخص جس کی دعائیں قبول ہوں) میں لکھا جائے گا، اور ان کے طفیل زمین والوں کو رزق دیا جاتا ہے۔

[7] جس نے استغفار کی کثرت کی (اور دوسری روایت میں ہے: جس نے اپنے اوپر لازم کیا بخشش مانگتے رہنے کو) تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر مشکل آسان فرمادیں گے اور ہر تنگی سے نجات کا راستہ فراہم فرمائیں گے اور اس کو ایسی ایسی جگہ سے روزی پہنچے گی جہاں اس کا وہم وگمان تک نہ جائے گا۔

[8] شیطان نے کہا: تیری عزت کی قسم، اے رب! میں تیرے بندوں کو جب تک روح ان کے جسموں میں موجود ہے، بہکا تا رہوں گا۔ رب تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: میری عزت اور میرے جلال کی قسم! میں بھی انہیں بخشتا رہوں گا، جب تک وہ استغفار (گناہوں سے بخشش طلب) کرتے رہیں گے۔

[9] دل بھی لوہے کی مانند زنگ آلود ہو جاتے ہیں، ان کی صفائی استغفار ہے۔

[10] خوش خبری ہے اس بندے کے لیے جو اپنے نامہ اعمال میں کثرت سے استغفار پائے۔

((تیسرا اور چوتھا کام: جنت میں داخلے کا، اور جہنم سے بچاؤ کا سوال))

تیسری اور چوتھی چیز جس کے مانگنے کا حدیث مبارکہ میں حکم ہوا وہ اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرنا ہے، اور جہنم سے پناہ مانگنا ہے، جنت؛ اللہ تعالیٰ کا مہمان خانہ ہے، جو وہ اپنے مؤمن بندوں اور بندیوں کو اُن کے ایمان و اعمال صالحہ کے بدلے میں دے گا، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ. وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ . ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. [التوبة:٧٢]﴾. ترجمہ: ان مومن مردوں اور عورتوں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں ایسے باغ دے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے ان سدا بہار باغوں میں ان کے لیے پاکیزہ قیام گاہیں ہوں گی، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ کی خوشنودی انہیں حاصل ہوگی، یہی بڑی کامیابی ہے۔

اور جہنم اللہ تعالیٰ کا قید خانہ ہے، جہاں وہ اپنے مجرم اور نافرمان بندوں کو ڈال کر ان کے برے اعمال اور نافرمانیوں کی سزا دے گا۔

﴿وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ. سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ. لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ. [إبراهيم: 49-51]﴾ ترجمہ: اور تو اس دن گناہگاروں کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیکھے گا۔ کُرتے ان کے گندھک کے ہوں گے اور ان کے چہروں پر آگ لپٹی ہوگی۔ تاکہ اللہ ہر شخص کو اس کے کیے کی سزا دے، بے شک اللہ بڑی جلدی حساب لینے والا ہے۔

جہنم سے بچ جانا اور جنت کا مل جانا؛ انسان کے لیے وہ کامیابی ہے جس کے حصول کے لیے دنیوی زندگی عطاء کی گئی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ. وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ . وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ. [آل عمران: ١٨٥]﴾ ترجمہ: ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے، اور تمہیں قیامت کے دن پورے پورے بدلے ملیں گے، پھر جو کوئی دوزخ سے دور رکھا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا سو وہ پورا کامیاب ہوا، اور دنیا کی زندگی سوائے دھوکے کی پونجی کے اور کچھ نہیں۔

اس لیے حکم دیا کہ جنت میں لے جانے والے اور جہنم سے دور کرنے والے اعمال اختیار کرو، اور اللہ تعالیٰ سے جنت کی طلب اور جہنم سے پناہ بھی مانگو۔ چنانچہ ایک حدیث مبارکہ میں مذکور ہے: "مَا اسْتَجَارَ عَبْدٌ مِّنَ النَّارِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ إِلَّا قَالَتِ النَّارُ: اَللّٰهُمَّ أَجِرْهُ مِنِّيْ. وَلَا يَسْأَلُ الْجَنَّةَ إِلَّا قَالَتِ الْجَنَّةُ: اَللّٰهُمَّ أَدْخِلْهُ إِيَّايَ". [مسند احمد: ١٢١٩٤] ترجمہ: کہ جو شخص روزانہ تین بار اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرتا ہے تو جنت خود اس کے لیے دعا کرتی ہے کہ اے اللہ! تو اس بندے کو میرے اندر داخل کر، اور اسی طرح جو شخص تین بار جہنم سے پناہ مانگتا ہے تو جہنم کہتی ہے کہ اے اللہ! اس کو مجھ سے دور رکھ۔

اور کہا گیا ہے کہ جنت مانگو تو جنت الفردوس مانگو، فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ زمین و آسمان کے درمیان ہے اور "فردوس" صورۃً اور معنًا اپنے درجات (کی بلندی) کے اعتبار سے سب جنتوں سے اعلی و برتر ہے اور اسی فردوس سے بہشت کی چاروں نہریں نکلتی ہیں اور فردوس ہی کے اوپر عرشِ الٰہی ہے، پس جب تم اللہ سے جنت مانگو تو جنت الفردوس مانگو۔ "فِي الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَا بَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، وَالْفِرْدَوْسُ أَعْلَاهَا دَرَجَةً وَمِنْهَا تُفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ الْأَرْبَعَةُ، وَمِنْ فَوْقِهَا يَكُوْنُ الْعَرْشُ، فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَسَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ ". [سنن الترمذي، الرقم: ٢٥٣١]

اسی طرح منقول ہے کہ جوشخص نماز فجر اور نماز مغرب کے بعد اپنے جگہ بیٹھے بیٹھے ہی سات بار یہ دعا "اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِي مِنَ النَّارِ" پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے پناہ نصیب فرماتے ہیں۔

عن عبد الرحمن بن حسان الكناني أن الحارث بن المسلم بن الحارث التميمي حدثه عن أبيه قال قال لي رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم : "إِذَا صَلَّيْتَ الصُّبْحَ فَقُلْ قَبْلَ أَنْ تُكَلِّمَ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ: "اَللّٰهُمَّ أَجِرْنِي مِنَ النَّارِ" سَبْعَ مَرَّاتٍ، فَإِنَّكَ إِنْ مِتَّ مِنْ يَوْمِكَ ذٰلِكَ كَتَبَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَكَ جِوَارًا مِنَ النَّارِ، وَإِذَا صَلَّيْتَ الْمَغْرِبَ فَقُلْ قَبْلَ أَنْ تُكَلِّمَ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ: "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ، اَللّٰهُمَّ أَجِرْنِي مِنَ النَّارِ" سَبْعَ مَرَّاتٍ، فَإِنَّكَ إِنْ مِتَّ مِنْ لَيْلَتِكَ تِلْكَ كَتَبَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَكَ جِوَارًا مِنَ النَّارِ". [مسند أحمد: ١١٥٦]

حضرت حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا جب تم فجر کی نماز پڑھ چکو تو کسی سے بات کرنے سے قبل سات مرتبہ "اَللّٰهُمَّ أَجِرْنِي مِنَ النَّارِ" کہہ لیا کرو، اگر تم اسی دوران فوت ہو گئے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے جہنم سے حفاظت کا فیصلہ لکھ دیں گے، اس طرح جب مغرب کی نماز پڑھ چکو تو کسی سے بات کرنے سے پہلے سات مرتبہ "اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ، اَللّٰهُمَّ أَجِرْنِي مِنَ النَّارِ" کہہ لیا کرو، اگر تم اسی رات میں فوت ہو گئے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے جہنم سے حفاظت کا فیصلہ لکھ دیں گے۔

مذکورہ دعا فجر اور مغرب کے بعد سات مرتبہ پڑھنے کی ہے: "اَللّٰهُمَّ أَجِرْنِي مِنَ النَّارِ" یہ تو اپنی حفاظت کے لیے ہوگئی۔ اور اگر اس دعا میں دوسروں کو شامل کرتے ہوئے "أَجِرْنِي" کی جگہ "أَجِرْنَا" پڑھ لیا جائے تو یہ بھی صحیح ہے۔ اور اگر یوں کہہ لیا جائے: "اَللّٰهُمَّ أَجِرْنِي وَأَجِرْ جَمِيْعَ أَهْلِ الْإِيْمَانِ مِنَ النَّارِ" تو زیادہ اچھا ہے۔ اور اگر مجمع میں دعا کرا رہے ہوں تو پھر "أَجِرْنَا" ہی کہنا اچھا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ رمضان المبارک میں خوب کثرت سے نہ صرف یہ کہ جہنم سے پناہ کی دعا کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرنا چاہیے، بلکہ جنت میں لے جانے والے اعمال میں لگنے اور جہنم سے بچانے والے اعمال میں لگنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

اللہم وفقنا لما تحب وترضیٰ

خدایا یہ تیری جنت !!!

تحریر: جناب عمران فیصل صاحب

جن لوگوں نے دنیا میں آخرت کی تیاری کے لیے مشقتیں اٹھائیں۔۔۔مصیبتوں پر۔۔۔بیماریوں پر۔۔۔لوگوں کی تکلیف دہ باتوں پر۔۔۔ان کے کالے کرتوتوں پر۔۔۔اذیتوں پر۔۔۔رزق کی تنگی پر۔۔۔جانی مالی نقصان پر۔۔۔اور۔۔۔گناہوں سے بچنے پر صبر کیا۔۔۔سخت سے سخت حالات میں بھی اپنی تقدیر سے۔۔۔اللہ سے ناراض نہیں ہوئے۔۔۔کوئی شکوہ نہیں کیا۔۔۔آج ان کے صبر اور برداشت کا انعام مل رہا ہے۔۔۔آج ان کے چہرے چمک رہے ہیں۔۔۔مارے خوشی کے دمک رہے ہیں۔۔۔ایک طرف اللہ کے رسول ان سے خوش۔۔۔دوسری طرف اللہ ان سے راضی۔۔۔دنیا کی تکلیفیں برداشت کرنا رائیگاں نہیں گیا۔۔۔دین پر عمل کرنے میں جو دشواریاں پیش آئیں انہیں سہنا کام آیا۔۔۔

آج فرشتے اعلان کر رہے ہیں۔۔۔کائنات کی عظیم الشان کامیابی مبارک ہو۔۔۔دنیا کے رنج والم کے گھر سے نجات مبارک ہو۔۔۔اب چلو جنت کو۔۔۔امن وسکون والے گھر کو۔۔۔رنگ ونور والی دنیا کو۔۔۔خوشیوں اور شادمانیوں کو۔۔۔جہاں ہمیشہ موج مستیاں ہیں۔۔۔بیوی بچوں سے خوش گپیاں ہیں۔۔۔دوستوں کی محفلیں ہیں۔۔۔دعوتیں ہیں۔۔۔نعمتیں ہیں۔۔۔اور وہ کچھ ہے جو ہم بیان نہیں کر سکتے اور دیکھے بغیر تم سمجھ نہیں سکتے۔۔۔

جنت کی طرف جانے والے کے اس عظیم الشان قافلے کی روانگی کا عجیب منظر ہے۔۔۔دنیا میں تقویٰ سے رہنے والے۔۔۔گناہوں سے بچنے والے۔۔۔نیک اعمال کرنے والے۔۔۔آج گروہ درگروہ جنت کی جانب رواں دواں ہیں۔۔۔گاتے مسکراتے۔۔۔ہنستے ہنساتے۔۔۔نہ کوئی فکر نہ کوئی غم۔۔۔نہ کوئی پریشانی نہ کسی نقصان کا اندیشہ۔۔۔

جنت کے راستے میں پانی کی ایک نہر ہے۔۔۔اس کی لطافت۔۔۔رنگ ونور۔۔۔خوشبو اور مہک کون بیان کر سکتا ہے۔۔۔کہا جائے گا اس سے غسل کرو۔۔۔چمکتی دمکتی جنت میں جانے کے لیے خود بھی مہک جاؤ۔۔۔چمک جاؤ۔۔۔دمک جاؤ۔۔۔تب جو اس پانی سے نہائے گا۔۔۔معطر ہو جائے گا۔۔۔رنگ ونور کا ابرتاب ناک اس پر چھا جائے گا۔۔۔اس کا لباس بن جائے گا۔۔۔

آگے جو نگاہ گئی۔۔۔تو جنت کے دروازے پر اٹک گئی۔۔۔کیا چمک ہوگی۔۔۔کیا شعاعیں پھوٹ رہی ہوں گی۔۔۔عقل دنگ اور زبان گنگ ہو جائے گی۔۔۔جب۔۔۔نگاہ جمائے ایک عالم گذر جائے گا۔۔۔تب۔۔۔فرشتے کہیں گے۔۔۔چالیس برس بیت گئے۔۔۔اب کس کا انتظار؟؟؟ سب کہیں گے کیا یہ حسن کسی جنت سے کم ہے؟؟؟ کیا یہی ہماری جنت نہیں ہے؟؟؟ فرشتے ان کی معصومیت پر مسکرائیں گے۔۔۔انہیں ترغیب دلائیں گے۔۔۔آگے کی جانب بڑھنے کی۔۔۔دائمی گھر میں جانے کی۔۔۔

پھر۔۔۔وہ بھی ایک منظر ہوگا جب اربوں کھربوں لوگ جنت کے دروازے سے گذر رہے ہوں گے۔۔۔بھیڑ کی وجہ سے کندھے سے کندھا چھل رہا ہوگا۔۔۔ہنسنے بولنے سے رونق میلہ لگا ہوگا۔۔۔اور اس میلے کی رونق بڑھانے۔۔۔خوشیوں کو چار چاند لگانے۔۔۔فرشتوں کی ٹولیاں آئیں گی۔۔۔ایک جائے گی دوسری آئے گی۔۔۔دوسری جائے گی تیسری آئے گی۔۔۔پررونق چہروں کے ساتھ۔۔۔نورانی جسموں کے ساتھ۔۔۔استقبال کرنے کے لیے۔۔۔خوش آمدید کہنے کے لیے۔۔۔ اھلاً وسھلاً مرحبا۔۔۔سلامٌ علیکم طِبْتُم۔۔۔آیئے۔۔۔تشریف لایئے۔۔۔مبارک۔۔۔سلامت۔۔۔امن کے شہر میں۔۔۔خوشیوں کے دیس میں۔۔۔نعمتوں کے ملک میں داخلہ مبارک۔۔۔اب یہاں سے کوئی نہیں نکلے گا۔۔۔کبھی نہیں نکلے گا۔۔۔

جنت پہلی دفعہ دیکھنے کے باوجود کسی کو اجنبی نہیں لگے گی۔۔۔جانی پہچانی لگے گی۔۔۔گویا اس سے کچھ بھولی بسری یادیں وابستہ ہیں۔۔۔گویا کبھی ہم بھی اسی دیار کے باشندے تھے۔۔۔گویا کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا۔۔۔آج رحمتِ خداوندی سے مومنوں کو ان کی میراث واپس مل رہی ہے۔۔۔تاکہ

ان کے لیے رحمتوں کا اتمام ہو۔۔۔نعمتوں کا اہتمام ہو۔۔۔اور خدا کا فضلِ عام ہو۔۔۔

جنت کے دروازے میں داخل ہوتے ہی۔۔۔فرشتوں کی مبارک سلامت وصول کرتے ہی۔۔۔سب بکھر جائیں گے۔۔۔اپنی اپنی جنتوں کی جانب روانہ ہو جائیں گے۔۔۔خود بخود ہی۔۔۔اپنے آپ ہی۔۔۔جیسے وہ برسوں سے ان ہی راستوں پر چلتے رہے ہوں۔۔۔اچانک راستے میں خوش لباس، خوش شکل، نور کے پیکر ان کو گھیر لیں گے۔۔۔ان کے قدموں میں قالین بچھائیں گے۔۔۔خوشبوؤں کی برسات کریں گے۔۔۔کہیں گے ہم آپ کے خادم ہیں۔۔۔آپ کے غلام بے دام ہیں۔۔۔ہم آپ کے باغات تک۔۔۔آپ کے محلات تک آپ کے ہمراہ ہوں گے۔۔۔

ان باغات۔۔۔محلات۔۔۔اور اشجار وانہار کا کیا کہنا۔۔۔ایک طرف نظر دوڑائی تو دیکھا نعمتوں سے لدے گہرے سبز باغات ہیں۔۔۔ایک باغ کا سلسلہ ختم ہوتا ہے تو دوسرا شروع ہو جاتا ہے۔۔۔دوسرا ختم تو تیسرا شروع۔۔۔دوسری طرف دیکھیں گے تو ایک کے بعد دوسرا محل۔۔۔دوسرے کے بعد تیسرا۔۔۔چم چم کرتے چاندی کے کلس۔۔۔شعاعیں بکھیرتے سونے کے مینار۔۔۔اور سرخ یاقوت کا گنبد سبز باغات کے درمیان ایسا سج رہا ہے جیسے انگوٹھی میں نگینہ۔۔۔پلٹ کر پیچھے نظر دوڑائی تو سرسبز گھاس پر۔۔۔رنگ برنگے خوشبو بکھیرتے پھولوں کے درمیان۔۔۔چمک دار موتیوں کی مانند چھوٹے چھوٹے کم عمر خادم پھر رہے ہیں۔۔۔کوئی جامِ شراب لا رہا ہے تو کوئی گرما گرم کباب۔۔۔

نہریں ہیں کہ کہیں قدموں کو چھو کر گزر رہی ہیں۔۔۔تو کہیں محل کے نیچے سے بہہ رہی ہیں۔۔۔اور کہیں ہاتھ میں موجود سونے کی چھڑی کے اشارے سے رُخ بدل رہی ہیں۔۔۔کہیں ٹھنڈے میٹھے۔۔۔بے بدل ذائقے والے پانی کی نہریں ہیں تو کہیں دودھ، شہد اور شراب نہروں کی شکل میں بہہ رہے ہیں۔۔۔نہروں میں رواں کشتیوں پر بیٹھے سوار کو مچھلیاں پیشکش کرتی ہیں۔۔۔ہمیں نوشِ جاں فرمائیں تو ایسا ذائقہ کہیں نہ پائیں۔۔۔

وہم وگماں سے ماوراء ان حسین مناظر کے طلسم میں گم کتنے عالم گذر جائیں گے۔۔۔کون جانتا ہے۔۔۔وہاں کون ہے جو وقت کا حساب رکھے۔۔۔اعمال کی کتاب لکھے۔۔۔پھر۔۔۔اچانک کانوں میں رس گھولتی آواز گونجے گی۔۔۔جیسے فضاؤں میں گھنٹیاں بج اٹھیں۔۔۔سُر بکھر گئے۔۔۔ترنم نے انگڑائیاں لیں۔۔۔تب وہ چونکے گا۔۔۔مخاطب کو دیکھے گا۔۔۔حسن و جمال کا پیکر جس کی خوبصورتی پر شاعری دم توڑ دے۔۔۔غزل اپنی ذات پہ شرمندہ ہو کر منہ چھپاتی پھرے۔۔۔سورج کی روشنی اندھیر ہو جائے۔۔۔اور۔۔۔چاند اپنی بے رونقی پر خاک اُڑائے۔۔۔

اس پیکرِ حسن و جمال کے سر کا ایک ایک بال اپنی تعریف خود کروائے گا۔۔۔دانتوں کو موتی سے تشبیہ دینا ان کی توہین ہے۔۔۔کیوں کہ۔۔۔موتیوں سے نور نہیں نکلتا۔۔۔کئی کئی لباس میں ملبوس ہونے کے باوجود ایک ایک لباس الگ الگ نظر آئے گا۔۔۔لباس کا گھیرا اتنا طویل کہ سینکڑوں حسین خادمائیں قطار اندر قطار اس کی کمر سے دور تک جاتا دامن تھامے کھڑی ہوں گی۔۔۔بڑی بڑی آنکھوں میں معصومیت، حیرت اور انتظار ہوگا۔۔۔حیرت اس پر کہ بھلا میرے ہوتے کسی اور جانب نگاہ کیسے گئی۔۔۔اور انتظار اس بات کا کہ ہجر مزید کتنا طویل ہوگا!!!

دوستوں یاروں کی محفل کا۔۔۔مجلس کا۔۔۔بے تکلفی کا الگ ہی لطف ہے۔۔۔دسترخوان اتنا وسیع کہ سینکڑوں ہزاروں لوگ بیٹھے ہیں لیکن سب نظر کے اتنا نزدیک جیسے سامنے بیٹھے ہوں۔۔۔اس دعوت میں شور ہوگا۔۔۔ہنگامہ ہوگا۔۔۔چھینا جھپٹی ہوگی۔۔۔پر بدمزگی کوئی نہ ہوگی۔۔۔شراب کا جام لیے موتی جیسے خادم اس انداز سے حاضر ہوں گے کہ سونے کے شفاف جام میں سرخ چمکتی شراب دور سے نظر آئے گی۔۔۔یہ دنیا کی شراب کی طرح ناپاک نہ ہوگی۔۔۔بدبودار نہ ہوگی۔۔۔بدذائقہ نہ ہوگی۔۔۔بدرنگ بھی نہ ہوگی۔۔۔اسے پی کر نہ کوئی بے ہوش ہوگا۔۔۔نہ الٹیاں ہوں گی۔۔۔اور نہ ہی کسی کے سر میں درد ہوگا۔۔۔اِدھر غلمان۔۔۔وِلدان۔۔۔سرخ جام ہتھیلی پر دھرے حاضر ہوں گے۔۔۔اُدھر درختوں کی شاخیں جھکی چلی آئیں گی۔۔۔اپنے ثمر لُٹائیں گی۔۔۔فضاؤں سے بھنے ہوئے پرندے اور دریاؤں سے تلی ہوئی مچھلیاں آئیں گی۔۔۔اور ان کی بچی ہوئی ہڈیاں دوبارہ زندہ ہو کر واپس چلی جائیں گی۔۔۔کیوں کہ جنت میں کسی کو موت نہیں۔۔۔کسی کو بھی نہیں!!!

ایک دن۔۔۔اچانک۔۔۔یکایک۔۔۔معلوم ہے کیا ہوگا؟؟؟ عجب سماں ہوگا۔۔۔جنت کا نور ایسا نکھرے گا کہ کبھی کسی نے نہ دیکھا

ہوگا۔۔۔فرشتوں میں ہل چل مچ جائے گی جیسے کوئی عظیم الشان واقعہ رونما ہورہا ہے۔۔۔تب۔۔۔سب اوپر کی طرف۔۔۔اس نور کی طرف دیکھنے لگیں گے۔۔۔جو ہر آن۔۔۔ ہر لحظہ۔۔۔ ہر لمحہ بڑھ رہا ہے۔۔۔ پھر اس حجاب سے۔۔۔نور کے نقاب سے۔۔۔ کائنات عالم کے خالق۔۔۔ جنت کے مالک۔۔۔مخلوقات کے رب۔۔۔عزتوں کے رب۔۔۔ اللہ رب العزت بذات خود اپنی شان کے مطابق جنتیوں کو مخاطب کریں گے۔۔۔شور و مستیوں کی۔۔۔رنگ و نور کی اس جنت میں چاروں طرف سناٹا چھایا ہے۔۔۔سانس سینوں میں رُک گئی۔۔۔پلکیں جھپکنا اور دل دھڑکنا بھول گیا۔۔۔

تب ان کی جانب سے سلام ہوگا۔۔۔لطف آفریں کلام ہوگا۔۔۔ اللہ ایک ایک جنتی سے اس کا حال پوچھیں گے۔۔۔ پوچھیں گے تمہیں یہاں کوئی تکلیف تو نہیں؟؟؟ کسی چیز کی کمی تو نہیں؟؟؟ تم یہاں خوش تو ہو؟؟؟ تب سب کہیں گے۔۔۔ ہمیں امیدوں سے بڑھ کر ملا، گمان سے زیادہ پایا، جن کے حق دار نہ تھے وہ نعمتیں ملیں۔۔۔ ہماری اوقات سے زیادہ نوازا گیا۔۔۔ اب نہ کوئی حسرت ہے نہ آرزو۔۔۔مگر یہ کہ آپ ہوں ہمارے روبرو!!!

تب اللہ کہیں گے کہ اچھا آجاؤ میدانِ مزید میں۔۔۔ یہاں دیدار عام ہوگا۔۔۔کوئی محروم نہ ہوگا۔۔۔سب کشاں کشاں اس میدان کی جانب چلیں گے جس کا نام مزید ہے۔۔۔اعلان ہوگا منبر سجایا جائے۔۔۔داؤد علیہ السلام کو بٹھایا جائے۔۔۔ پھر داؤد ہوں گے اور زبور کے نغمے۔۔۔خدا کی حمد کے ترانے۔۔۔ایک سماں ہوگا۔۔۔سب دم بخود ہوں گے۔۔۔ایک زمانہ گذرے گا تو یہ سحر ٹوٹے گا۔۔۔ جب داؤد خاموش ہوں گے تو اعلان ہوگا۔۔۔ منبر سجایا اور محمد کو بٹھایا جائے۔۔۔صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔۔۔آج وجد میں سارا جہاں ہے کہ رسول عربی کی زباں ہے اور تلاوتِ قرآں ہے۔۔۔

آپ خاموش ہوں گے تو عالم پہ سناٹا طاری ہوگا۔۔۔اربوں کھربوں لوگ ہوں گے لیکن سانسوں کی بھی آواز نہ ہوگی۔۔۔ پھر خداوندِ عالم کہیں گے۔۔۔اب مجھ سے بھی کچھ سنو۔۔۔ اب میں اپنے بندوں کو۔۔۔ جنت کے مہمانوں کو سناؤں گا۔۔۔ پھر ان کی کیا شان ہوگی۔۔۔ ناقابل بیان ہوگی۔۔۔تعریف سے لغت حیران ہوگی۔۔۔ بلاغت پریشان ہوگی۔۔۔ پھر جب اللہ تعالیٰ خاموش ہوں گے۔۔۔تب۔۔۔نگاہ مشتاق ہوگی۔۔۔روح بے تاب ہوگی۔۔۔ کہ کب وعدہ خدا پورا ہوگا۔۔۔جن کی خاطر دُکھ جھیلے ان کا وصل ہوگا۔۔۔ آخر جنت کے داروغہ رضوان کو حکم ہوگا۔۔۔ یا رضوان ارفع الحجب۔۔۔اے رضوان ہمارے اور ہمارے بندوں کے درمیان سے پردے اٹھانا شروع کرو۔۔۔حکم کی تعمیل ہوگی۔۔۔ایک ایک کر کے حجاب اٹھتے جائیں گے۔۔۔دل خاموش۔۔۔سانس خاموش۔۔۔نگاہیں متجسس۔۔۔کب دیدار عام ہوگا۔۔۔جلوہ تام ہوگا۔۔۔ یہاں تک کہ سارے حجاب اٹھ جائیں گے۔۔۔آج لوگ اپنے خدا کو دیکھیں گے۔۔۔مسکراتا ہوا۔۔۔راضی اور خوش۔۔۔نور ہی نور۔۔۔اللہ نور السموات والارض!!!

لذت و انبساط کا یہ عالم ہوگا کہ کسی کو یاد نہ ہوگا کہاں کی جنت، کون سی حوریں۔۔۔محبوب رب سامنے ہے۔۔۔حواس گم ہیں۔۔۔رخِ جلوہ جاناں کے سامنے جنت ہیچ۔۔۔حوریں ہیچ۔۔۔ ہر نعمت ہیچ۔۔۔مخلوق اور خالق کا کیا مقابلہ۔۔۔ اللہ خالق ہے۔۔۔ اللہ اللہ ہے۔۔۔ اللہ لا مثل لہٗ ہے۔۔۔سب کہیں گے بس خدا ہو اور ہم ہوں۔۔۔ یہ منظر یوں ہی قائم رہے !!!

تب۔۔۔ مدتوں بعد۔۔۔حجاب دوبارہ گرنے لگیں گے۔۔۔ اللہ کہیں گے۔۔۔بس اب اپنی اپنی جنتوں کو لوٹ جاؤ۔۔۔ان نعمتوں میں مگن ہو جاؤ جو ہم نے تمہارے لیے بنائی ہیں۔۔۔ہم نے تمہارے ذرّہ برابر عمل کو بھی ضائع نہیں کیا۔۔۔ ہر عمل کا اجر بڑھا چڑھا کر دیا۔۔۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دیا۔۔۔اس میں کبھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔۔۔ جاؤ لوٹ جاؤ خوشیوں کے گھر۔۔۔ آج میں تم سے ایسا راضی ہوں کہ اب کبھی خفا نہ ہوں گا۔۔۔کبھی ناراض نہ ہوں گا۔۔۔کبھی نہیں۔۔۔کبھی بھی نہیں۔۔۔

کیوں کہ ہم کو تم سے محبت جو بڑی ہے !!!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆☆☆☆............ رمضان المبارک اور توبہ کی اہمیت وضرورت............☆☆☆☆

اس وقت رمضان المبارک بہت تیزی سے گزرتا ہوا تیسرے عشرے میں داخل ہونے والا ہے، اس عشرے کو "براءۃ من النار" یعنی: جہنم سے آزادی کا عشرہ کے نام سے پہچانا جاتا ہے؛ [واضح رہے کہ محدثین کرام نے رمضان المبارک کی تین عشروں میں تقسیم والی حدیث ''کہ پہلا حصہ: رحمت اور دوسرا حصہ: مغفرت اور تیسرا حصہ: آگ سے آزادی ہے'' کو ضعیف کہا ہے۔] عبادت اور اہمیت کے اعتبار سے یہ عشرہ پہلے دونوں عشروں سے بڑھ کر ہے، جنابِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمامِ عبادت اس عشرے میں پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ جاتا تھا، ہم سب کے لیے بھی ضروری ہے کہ ان بقیہ ایام کو غنیمت سمجھیں، اللہ کے ساتھ لو لگائیں، اپنی گناہوں کی مغفرت کی فکر کریں، اللہ نہ کرے کہ یہ مبارک ایام گذر گئے، اور ہم اپنی مغفرت نہ کروا سکے تو یہ ہمارے لیے بہت بڑا خسران عظیم ہوگا، بلکہ ہلاکت ہوگا، اور ہلاکت بھی معمولی نہیں، بہت بڑی ہلاکت، کیونکہ یہاں تو حضرت جبرئیل امین کی بددعا ہے اور اس کے اوپر امامُ الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا آمین کہنا ہے کہ ہلاک ہو جائے وہ شخص جو رمضان المبارک کا مہینہ پائے اور اپنی بخشش نہ کروا سکے۔

اب سوچنے کا مقام یہ ہے کہ یہ مہینہ تو ہے ہی اللہ کی عطاؤں، رحمتوں اور برکتوں کے نزول کا، اور گناہوں کی معافی کا۔ پھر بخشش کیوں نہ ہو، وجہ صاف ظاہر ہو جاتی ہے کہ ایسا بندہ یقیناً اپنے آپ کو ان گناہوں سے نہ نکال سکا جو اللہ کی رحمتوں سے محروم کرنے والے تھے، یہ اللہ کی بغاوت میں ہی پڑا رہا، اسی وجہ سے اس کی مغفرت نہ ہو سکی، اس لیے لازم ہے کہ پہلے تو اللہ تعالیٰ کے حضور استغفار کیا جائے، اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو عملی طور پر بھی ان نافرمانیوں سے الگ کیا جائے۔

دوسری طرف پوری دنیا اس وقت حوادث، وباؤں، بلاؤں اور خانہ جنگیوں کی لپیٹ میں ہے۔ ان مشکل حالات سے نکلنے کی خاطر بھی اپنے گناہوں پر ندامت، توبہ ومناجات اور خصوصی دعاؤں کے اہتمام اور اللہ کی طرف رجوع کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

توبہ اور استغفار دونوں ہی ضروری ہے، تاکہ بندہ ان مشکلات سے نکل سکے، **استغفار**؛ معافی طلب کرنے کو کہتے ہیں، اور **توبہ** میں آئندہ دوبارہ گناہ نہ کرنے کا عزم ہوتا ہے۔

سرِدست توبہ کہ جب توبہ واستغفار میں لگیں گے تو اس کا کیا فائدہ ہوگا؟! اس کا جواب یہ ہے کہ

سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ ہم ان محرومین اور بدبختوں کی فہرست سے نکل جائیں گے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرئیل امین کی بددعا کے مصداق ہیں، اور اس وقت یہی مقصود ومطلوب ہے۔

دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اس بندے کی مشکلات دور ہونا شروع ہو جائیں گی، اس کے حالات سنورنے لگ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اس کی طرف متوجہ ہونا شروع ہو جائیں گی، جیسا کہ استغفار کی فوائد گنواتے ہوئے اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا. يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا. وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا. [نوح: ۱۰-۱۲]﴾ ''گناہ بخشواؤ اپنے رب سے، بے شک وہ بخشنے والا ہے، تم پر آسمان کی دھاریں (تیز بارشیں) برسائے گا، اور بڑھا دے گا تم کو مال اور بیٹوں سے، اور بنا دے گا تمہارے واسطے باغ اور بنا دے گا تمہارے لیے نہریں''۔

ان آیات میں **نعمتوں اور برکات کے حصول کا طریقہ** گناہوں سے توبہ، استغفار اور تقویٰ کو بیان فرمایا ہے، جب معلوم ہوا کہ گناہوں کا چھوڑنا اور توبہ کرنا مال واولاد کی کثرت اور خوشحالی کا سبب ہے **تو اس سے ہر صاحبِ عقل وشعور لازمی طور پر یہی نتیجہ نکالے گا** کہ اس کے بالمقابل گناہ اور نافرمانی، نعمتوں میں کمی اور بدحالی کا سبب ہے۔ اس لیے گناہ سے نکلنا ضروری ہے، تاکہ بدحالی سے بچ سکے اور خوشحالی آسکے۔

دارالافتاء جامع مسجد اشتیاق، جاگے روڈ، ڈسکہ   مفتی محمد راشد ڈسکوی غفرلہ، (0300-7798967) مفتی محمد اُویس حفظہ اللہ، (0323-3693369)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”التَّائِبُ مِنَ الذَّنبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ“. [سنن ابن ماجة، الرقم: ٤٢٥٠] گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص جیسا ہے جس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”كُلُّ ابْنِ آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ“. [سنن الترمذي، الرقم: ٢٤٩٩] ترجمہ: ”ہر انسان خطا کار ہے اور اچھے خطا کار (خطا ہو جانے کے بعد ندامت سے سچی) توبہ کرنے والے ہیں“۔

توبہ کہتے ہیں؛ ندامت کے ساتھ، اپنے گناہوں کی اللہ تعالیٰ سے آئندہ نہ کرنے کے جذبے کے ساتھ معافی مانگنا۔ یعنی: اپنے گناہ پر سچی شرمندگی ہو، آئندہ اس گناہ کو نہ کرنے کا عزم ہو اور صدقِ دل سے اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا ہو۔

☆☆ توبہ کی اَقسام ☆☆

توبہ کی دو اقسام ہیں: 1۔ ظاہری توبہ؛ ظاہری توبہ یہ ہے کہ انسان قولاً وفعلاً اپنے تمام اعضائے ظاہری (آنکھ، ناک، کان، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ) کو گناہوں اور برائیوں سے ہٹا کر اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری میں لگا دے، اور خود کو نیکیوں کی طرف راغب کرتا رہے۔ نیز شریعتِ مصطفیٰ ﷺ کے مخالف افعال سے تائب ہو کر شرعی احکامات کے مطابق عمل پیرا ہو۔

2۔ باطنی توبہ؛ باطنی توبہ کا مفہوم یہ ہے کہ انسان دل کو گناہوں کی غلاظتوں اور آلائشوں سے پاک کر کے شریعت کے موافق اعمالِ صالحہ کی پابندی کرے۔ جب انسان کا ظاہر حکمِ الٰہی کے موافق ہو جائے اور قلب و باطن بھی اللہ رب العزت کی اطاعت میں ڈھل جائے اور برائی؛ نیکی سے بدل جائے، تب اس کو کامل توبہ نصیب ہوگی۔

☆☆ توبہ کے دنیوی واُخروی فوائد ☆☆

توبہ کی وجہ سے ملنے والے بے شمار فوائد وفضائل میں سے کچھ ذیل میں ذکر کیے جاتے ہیں:

[1] توبہ؛ اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ ﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ. [البقرہ:۲۲۲]﴾ ترجمہ: بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

[2] توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ بے پناہ خوش ہوتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي، وَأَنَا مَعَهُ حَيْثُ يَذْكُرُنِي، وَاللّٰهِ لَلّٰهُ أَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ يَجِدُ ضَالَّتَهُ بِالْفَلَاةِ، وَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا، وَإِذَا أَقْبَلَ إِلَيَّ يَمْشِي أَقْبَلْتُ إِلَيْهِ أُهَرْوِلُ“. [صحيح مسلم، الرقم: ٦٩٥٢]

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، جہاں وہ میری یاد کرے اور البتہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ سے ایسا خوش ہوتا ہے، جیسے: تم میں سے کوئی خالی زمین میں اپنا گمشدہ جانور پائے، اور جو شخص میری طرف ایک بالشت نزدیک ہو میں اس کی طرف ایک ہاتھ نزدیک ہوتا ہوں، اور جو ایک ہاتھ نزدیک ہو تو میں ایک باع (دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کے برابر) نزدیک ہوتا ہوں، اور جب وہ میری طرف چلتا ہوا آتا ہے تو میں دوڑتا ہوا اس کی طرف آتا ہوں۔

[3] توبہ کامیابی وکامرانی کا سبب ہے۔ ﴿وَتُوبُوا إِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. [النور:۳۱]﴾ ترجمہ: اے مومنو! تم سب مل کر اللہ سے توبہ کرو، توقع ہے کہ فلاح پاؤ گے۔

[4] توبہ کرنے والے کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دینے کا حکم ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ قَالَ: ''أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ''، فُتِحَتْ لَهُ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ''. [سنن الترمذي، الرقم: ٥٥] ترجمہ: جو وضو کرے اور اچھی طرح کرے پھر یوں کہے: ''أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ''، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں میں سے بنادے، تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے وہ جس سے بھی چاہے جنت میں داخل ہو۔

[5] توبہ جنت میں داخلے اور جہنم سے نجات کا سبب ہے۔ ﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا. اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا. [مريم: ٥٩، ٦٠] ترجمہ: پھر ان کی جگہ ایسے ناخلف آئے جنھوں نے نماز ضائع کی اور خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے، پھر عنقریب گمراہی کی سزا پائیں گے، مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک کام کیے سو وہ لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کا ذرا نقصان نہ کیا جائے گا۔

[6] توبہ رحمت ومغفرتِ الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ ﴿وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ [الأعراف: ١٥٣] ﴾ ترجمہ: اور جنھوں نے برے کام کیے پھر اس کے بعد توبہ کی اور ایمان لے آئے، تو بے شک تیرا رب توبہ کے بعد البتہ بخشنے والا مہربان ہے۔

[7] توبہ کرنا گناہوں کو نیکیوں میں بدل ڈالتا ہے۔ ﴿يُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا. اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا. [الفرقان: ٦٩، ٧٠] ترجمہ: ''قیامت کے روز اس کو مکرّر عذاب دیا جائے گا اور اسی میں وہ ہمیشہ ذلت کے ساتھ پڑا رہے گا، اِلّا یہ کہ کوئی (ان گناہوں کے بعد) توبہ کر چکا ہو اور ایمان لا کر عمل صالح کرنے لگا ہو ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور وہ بڑا غفور رحیم ہے''۔

[8] توبہ خیر و بھلائی کا سبب ہے۔ ﴿فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ. [التوبة: ٣] ﴾ ترجمہ: اور اگر اگر تم لوگ توبہ کرلو تو تمہارے ہی لیے بہتر ہے اور جو منہ پھیرتے ہو تو خوب سمجھ لو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو۔

[9] توبہ ایمان کی علامت اور اجر عظیم کے حصول کا سبب ہے۔ ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا [النساء: ١٤٦] ﴾ ترجمہ: البتہ جو اُن میں سے تائب ہو جائیں اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کرلیں اور اللہ کا دامن تھام لیں اور اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر دیں، ایسے لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں اور اللہ مومنوں کو ضرور اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

[10] توبہ فرشتوں کی دعا کا سبب ہے۔ ﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ. [غافر: ٧] ﴾ ترجمہ: عرش الٰہی کے حامل فرشتے اور وہ جو عرش کے گردو پیش حاضر رہتے ہیں، سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر رہے ہیں وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان لانے والوں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب، تو اپنی رحمت اور اپنے علم کے ساتھ ہر چیز پر چھایا ہوا ہے، پس

معاف کردے اور عذاب دوزخ سے بچالے اُن لوگوں کو جنہوں نے توبہ کی ہے اور تیرا راستہ اختیار کر لیا ہے۔

............☆☆............گناہوں سے توبہ کا طریقہ............☆☆............

علماء کرام نے فرمایا کہ بندہ جن گناہوں میں مبتلا تھا، ان سے توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ اس گناہ کا تعلق اللہ کے حقوق سے ہے یا بندوں کے حقوق سے؟

اگر اللہ تعالی کے حقوق میں سے کوئی حق ہے، جیسا کہ ترکِ نماز کا مرتکب تھا، تو اس گناہ سے توبہ اس وقت تک صحیح نہیں ہوسکتی، جب تک قلبی ندامت کے ساتھ فوت شدہ نمازوں کی قضا نہ پڑھ لے۔ اسی طرح روزہ اور زکوۃ وغیرہ کا معاملہ ہے کہ جب تک سابقہ روزوں اور زکوۃ کی ادائیگی نہیں کرے گا، اس وقت تک اس کی توبہ کامل نہیں ہوگی۔ اگر گناہ کسی کو ناحق قتل کرنے کا ہے تو استغفار کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو قصاص کے لیے پیش کردے، اگر اولیاءِ مقتول نے اس کا مطالبہ کیا ہے تو، ورنہ دیت ادا کرے۔ اگر گناہ کسی پر ایسی جھوٹی تہمت لگانے کا ہے جس سے حد لازم آتی ہے تو استغفار کرتے ہوئے اپنے آپ کو صاحبِ حق کے سامنے حد کے لیے پیش کردے۔ اگر قتل اور تہمت میں اسے معاف کردیا گیا تو اخلاص کے ساتھ ندامت اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کافی ہوجائے گا۔ اسی طرح چور، ڈاکو، شرابی اور زانی بھی توبہ کرلیں اور ان گناہوں کو ترک کریں اور اپنی اصلاح کریں تو ان کی توبہ درست ہوجائے گی۔

اور اگر گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہے تو اگر قدرت رکھتا ہے تو فوراً صاحب حق کا حق ادا کرے، اگر فوری ادائیگی کی قدرت نہ ہو تو جتنی جلدی ممکن ہو قدرت ہونے پر ادائیگی کا عزم کرلے۔ اگر کسی مسلمان کو نقصان پہنچانے کا سبب اختیار کیا ہے تو فوری طور سے اس سببِ نقصان کو زائل کردے، پھر اس مسلمان بھائی سے معافی طلب کرے اور اس کے لیے استغفار بھی کرے، اور اگر صاحب حق نے اس کو معاف کردیا تو یہ اس گناہ سے بری ہوجائے گا۔ اسی طرح اگر کسی دوسرے کو کسی بھی طرح کا ضرر پہنچایا تھا یا ناحق اسے ستایا تھا اور صاحب حق سے نادم ہوکر معافی مانگی، اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عزم بھی ہو اور برابر اس سے معافی طلب کرتا رہا، یہاں تک اس مظلوم نے اسے معاف کردیا تو اس کے وہ گناہ معاف ہوجائیں گے۔

یہی حال باقی تمام معاصی و گناہوں کا ہے کہ اگر حقوق اللہ سے تعلق ہے تو ذکر کردہ شرائط کے مطابق توبہ کرے اور اگر بندوں کے حقوق کا معاملہ ہو تو مذکورہ طریقۂ توبہ کو اپنانے کے ساتھ حقوق کی ادائیگی کرے یا معاف کروائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆☆☆………… رمضان المبارک اور اعتکاف …………☆☆☆

''اعتکاف'' عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا لغوی معنی: خود کو روک لینا، بند کر لینا، کسی کی طرف اس قدر توجہ کرنا کہ چہرہ بھی اُس سے نہ ہٹے وغیرہ کے ہیں۔[لسان العرب:۹/۲۵۵]

جبکہ شریعت کی اصطلاح میں انسان کا دنیا کے تمام تعلقات سے کٹ کر ایک مخصوص مدت کے لیے عبادت کی نیت سے مسجد میں اللہ کو راضی کرنے کے جذبے کے ساتھ ٹھہرنا ''اعتکاف'' کہلاتا ہے۔

رمضان المبارک کی عبادات میں ایک عبادت خاص الخاص ایسی ہے جو صرف اسی ماہ مبارک کے ساتھ اور اس ماہ کے بھی آخری عشرے کے ساتھ خاص ہے، جسے ہم اعتکاف کے نام سے پہچانتے ہیں، کوئی بندہ پورا سال بھی اعتکاف میں بیٹھا رہے، تو رمضان المبارک کے آخری دس دنوں کے مسنون اعتکاف کے برابر اجر نہیں پا سکتا۔ بلکہ رمضان المبارک کے پہلے بیس دنوں کے اعتکاف پر بھی وہ اجر نہیں جو آخری عشرے کے اعتکاف پر ملتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر کوئی سفر درپیش نہ ہوتا تھا تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام ضرور اعتکاف فرمایا کرتے تھے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ''كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ رَمَضَانَ عَشْرَةَ أَيَّامٍ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ اعْتَكَفَ عِشْرِينَ يَوْمًا''. (صحيح البخاري، الرقم: 1939) ترجمہ: ''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان المبارک میں دس دن اعتکاف فرماتے تھے اور جس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک ہوا اُس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس دن اعتکاف کیا''۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: ''أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ''. (صحيح البخاري، الرقم: 1922) ترجمہ: ''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری دس دن اعتکاف کیا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

اس لیے پورے سال میں اس موقعہ کے اس مسنون عمل کو اپنی زندگی میں زندہ کرنے کی ہمیں بھرپور کوشش کرنی چاہیے، نامعلوم دوبارہ زندگی وفا کرے یا نہ کرے، اس بار تو ہم عزم کر ہی لیں کہ ان شاء اللہ العزیز اعتکاف میں ضرور بیٹھنا ہے۔ مرد حضرات مساجد میں اور مستورات اپنے گھروں میں اعتکاف کی ترتیب بنائیں۔

…………((اعتکاف کی اقسام))…………

جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا کہ اعتکاف کی نیت کر کے (یعنی: اللہ تعالیٰ کا قرب اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے) مسجد میں ٹھہرنے کو **اعتکاف** کہتے ہیں۔ احادیث مبارکہ کی روشنی میں فقہاء کرام نے اعتکاف کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے: [1] واجب، [2] سنت [3] اور نفل۔

واجب اعتکاف وہ ہوتا ہے کہ کوئی شخص منت یا نذر مان کر اپنے اوپر اعتکاف لازم کر لے، مثلا: کوئی شخص یہ کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو اتنے دنوں کا اعتکاف کروں گا، یا کسی کام پر موقوف کیے بغیر یونہی کہہ دے کہ میں نے اتنے دنوں کا اعتکاف اپنے اوپر لازم کر دیا، تو یہ اعتکاف واجب ہوتا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ جتنے دنوں کے اعتکاف کرنے کی نیت کی ہے، اتنے دن اعتکاف میں بیٹھنا ضروری ہو جاتا ہے۔ تفصیلی احکام بوقت ضرورت وحاجت کتب فقہ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

دوسری قسم کا اعتکاف؛ سنت اعتکاف ہوتا ہے، یہ اعتکاف رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں کیا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ مستقل ان ایام کے اعتکاف فرمانے کی تھی۔ جیسا کہ اوپر حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا۔

مفتی محمد راشد ڈسکوی غفرلہ، (0300-7798967) مفتی محمد اُویس حفظہ اللہ، (0323-3693369)

تیسری قسم کا اعتکاف؛ نفل اعتکاف ہوتا ہے، اس اعتکاف کے لیے نہ کوئی وقت متعین ہے، نہ ایام کی مقدار، جتنے دنوں کا اعتکاف کرنے کو جی چاہے کرلے، حتیٰ کہ اگر کوئی شخص تمام عمر کے نفلی اعتکاف کی نیت کرلے تو تب بھی جائز ہے، اور کم سے کم جتنی مدت کے لیے بھی چاہے نفلی اعتکاف کیا جا سکتا ہے۔ حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''**هُوَ اِعْتِكَافٌ مَا مَكَثَ فِيْهِ، وَإِنْ جَلَسَ فِيْ الْمَسْجِدِ احْتِسَابَ الْخَيْرِ فَهُوَ مُعْتَكِفٌ، وَإِلَّا فَلَا**''. (المصنف لعبد الرزاق، الرقم: ۸۰۰۷) ترجمہ: ''جتنی دیر بھی مسجد میں ٹھہرے، وہ اعتکاف ہے، اور اگر مسجد میں اجر کی نیت سے بیٹھے تو وہ معتکف ہے، ورنہ نہیں''۔

اس لیے ہر شخص کو چاہیے کہ جب مسجد میں داخل ہو، چاہے کچھ ہی دیر کے لیے ہو، تو مسجد میں داخلے کی دعا پڑھتے ہی نفلی اعتکاف کی نیت کرلیا کرے، تو اس نیت کا فائدہ یہ ہوگا کہ جتنی دیر نماز، ذکر اور تلاوت وغیرہ میں مشغول رہے گا، ساتھ ساتھ اعتکاف کا ثواب بھی ملتا رہے گا۔ ایک دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اعتکاف کی نیت کی برکت سے مسجد میں لیٹنا اور کچھ کھانا و پینا بھی اس کے لیے جائز ہوجائے گا۔ نفلی اعتکاف کے لیے کوئی مسنون دعا وغیرہ نہیں ہے، اکثر مساجد میں داخل ہونے کی جگہ میں ''نَوَيْتُ سُنَّةَ الْاِعْتِكَافِ'' کے الفاظ لکھے ہوتے ہیں، تو واضح رہے کہ ایسے کچھ بھی الفاظ احادیث وغیرہ میں نہیں ملتے، تاہم اگر کوئی عربی زبان میں ہی الفاظ کہنا چاہے تو پھر وہ ''نَوَيْتُ الْاِعْتِكَافَ'' کہے۔ ''نَوَيْتُ سُنَّةَ الْاِعْتِكَافِ'' نہیں، کیونکہ سنت اعتکاف تو آخری عشرے کا ہوتا ہے، یہ نہیں، یہ تو نفلی اعتکاف ہے۔

فی الحال تو ہمارا مقصود **رمضان المبارک کے آخری عشرے کا مسنون اعتکاف** ہے، اس اعتکاف کا بہت زیادہ ثواب ہے اور اس کی فضیلت اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ معتکف کی مثال تو اس شخص کی مثل ہے کہ وہ کسی کے در پر جا پڑے کہ جب تک میری درخواست قبول نہ ہو تب تک اس در سے ٹلنے والا نہیں ہوں۔ جیسا کہ حضرت عثمان بن عطاء رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''**إِنَّ مَثَلَ الْمُعْتَكِفِ مَثَلُ الْمُجْرِمِ أَلْقىٰ نَفْسَهُ بَيْنَ يَدَيِ الرَّحْمٰنِ، فَقَالَ: وَاللّٰهِ لَا أَبْرَحُ حَتّٰى تَرْحَمَنِيْ**''. (شعب الإيمان للبيهقي، الرقم: ۳۶۸۴)

اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی کریم ذات تو بخشش کے لیے بہانہ ڈھونڈتی ہے بلکہ بے بہانہ ہی مرحمت فرماتی رہتی ہے، اس لیے جب کوئی شخص اللہ کے گھر میں اس کے دروازے پر دنیا سے منقطع ہوکر جا پڑے تو پھر اس شخص کے نوازے جانے میں کیا تامل ہوسکتا ہے اور اللہ جَلَّ شَانُہٗ جس کا اعزاز و اکرام فرمادیں تو اس ذات کے بھرپور خزانوں کا بیان کون کرسکتا ہے۔

علامہ ابن قیمؒ 'زاد المعاد' میں لکھتے ہیں: ''**وَشَرَعَ لَهُمُ الْاِعْتِكَافَ الَّذِيْ مَقْصُوْدُهُ وَرُوْحُهُ عُكُوْفُ الْقَلْبِ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى، وَجَمْعِيَّتُهُ عَلَيْهِ، وَالْخَلْوَةُ بِهِ، وَالْاِنْقِطَاعُ عَنِ الْاِشْتِغَالِ بِالْخَلْقِ، وَالْاِشْتِغَالُ بِهِ وَحْدَهُ سُبْحَانَهُ بِحَيْثُ يَصِيْرُ ذِكْرُهُ وَحُبُّهُ، وَالْإِقْبَالُ عَلَيْهِ فِيْ مَحَلِّ هُمُوْمِ الْقَلْبِ وَخَطَرَاتِهِ، فَيَسْتَوْلِيْ عَلَيْهِ بَدَلَهَا، وَيَصِيْرُ الْهَمُّ كُلُّهُ بِهِ، وَالْخَطَرَاتُ كُلُّهَا بِذِكْرِهِ، وَالتَّفَكُّرُ فِيْ تَحْصِيْلِ مَرَاضِيْهِ وَمَا يُقَرِّبُ مِنْهُ فَيَصِيْرُ أُنْسُهُ بِاللّٰهِ بَدَلًا عَنْ أُنْسِهِ بِالْخَلْقِ، فَيَعُدُّهُ بِذٰلِكَ لِأُنْسِهِ بِهِ يَوْمَ الْوَحْشَةِ فِيْ الْقُبُوْرِ حِيْنَ لَا أَنِيْسَ لَهُ، وَلَا مَا يَفْرَحُ بِهِ سِوَاهُ، فَهٰذَا مَقْصُوْدُ الْاِعْتِكَافِ الْأَعْظَمِ**''. [زاد المعاد: ۲/۸۲، ۸۳]

جس کا مفہومی ترجمہ یہ ہے کہ اعتکاف سے مقصود اور اس کی روح، دل کو اللہ کی پاک ذات کے ساتھ وابستہ کرلینا ہے کہ سب طرف سے ہٹ کر اسی کے ساتھ مجتمع ہوجائے اور ساری مشغولیوں کے بدلہ میں اسی کی پاک ذات کی طرف متوجہ ہوجائے اور اس کے غیر کی طرف سے منقطع ہوکر ایسی طرح اس میں لگ جاوے کہ خیالات تفکرات سب کی جگہ اس کا پاک ذکر، اس کی محبت سما جاوے حتیٰ کہ مخلوق کے ساتھ اُنس کے بدلہ، اللہ کے ساتھ اُنس پیدا ہو جاوے کہ یہ اُنس قبر کی وحشت میں کام دے کہ اس دن اللہ کی پاک ذات کے سوا نہ کوئی مُونس، نہ دل بہلانے والا، اگر دل اس کے ساتھ مانوس ہو چکا ہوگا تو کس قدر لذت سے وقت گزرے گا۔

صاحبِ مراقی الفلاح علامہ شرنبلالیؒ [حاشية الطحاوي علی المراقي، ص: ۷۰۸، ۷۰۹ میں] لکھتے ہیں کہ ''اعتکاف اگر اخلاص کے ساتھ ہو تو افضل ترین اعمال میں سے ایک عمل ہے۔ اس کی خصوصیتیں گنتی اور شمار سے خارج ہیں کہ اس میں اپنے دل کو دنیا و مافیہا سے یکسو کر لینا ہے اور اپنے نفس کو مولیٰ کے سپرد کر دینا اور اپنے آقا کی چوکھٹ پر پڑ جانا ہے''۔

علاوہ ازیں! احادیث مبارکہ کی روشنی میں اعتکاف کے بے شمار فوائد و فضائل معلوم ہوتے ہیں، جن کا خلاصہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

[☆] اعتکاف میں درحقیقت ہر وقت عبادت میں مشغولی ہے کہ آدمی ہر وقت عبادت میں شمار ہوتا ہے۔

[☆] اللہ کے ساتھ بندہ کا قرب بڑھتا رہتا ہے۔

[☆] اعتکاف میں اللہ کے گھر پڑ جانا ہے اور کریم میزبان ہمیشہ گھر آنے والے کا اکرام کرتا ہے۔

[☆] معتکف اللہ کے قلعہ میں محفوظ ہوتا ہے کہ دشمن (یعنی: شیطان) کی رسائی وہاں تک ممکن نہیں ہو سکتی۔

[☆] شیطان سے حفاظت کا مؤثر ذریعہ ہے۔

[☆] اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی ضمانت ہے۔

[☆] اعتکاف میں فرشتوں کی ہم نشینی، ان کی طرف سے اعانت وتعاون ہے۔

[☆] معتکف سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔

[☆] یہ اللہ تعالیٰ کے اہل اور پڑوسی شمار ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ، بہت سے فضائل اور خواص اس اہم عبادت (اعتکاف) کے ہیں۔

مسئلہ : مرد کے لیے اعتکاف کے سلسلے میں سب سے افضل جگہ مسجدِ حرام ہے پھر مسجدِ نبوی، پھر مسجد بیت المقدس ان کے بعد مسجدِ جامع، پھر وہ مسجد، جس میں صرف نمازیں ہوتی ہوں۔

عورت کے لیے اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنا چاہیئے۔ اگر گھر میں کوئی جگہ مسجد کے نام سے متعین نہ ہو تو کسی کونہ کو اس کیلئے مخصوص کر لے۔ عورتوں کے لیے اعتکاف بہ نسبت مردوں کے زیادہ آسان ہے کہ گھر میں بیٹھے بیٹھے گھر کا کام وکاج بھی گھر کی بچیوں وغیرہ سے لیتی رہیں اور مفت کا ثواب بھی حاصل کرتی رہیں، مگر اس کے باوجود بہت سی عورتیں اس سنت سے گویا بالکل ہی محروم رہتی ہیں۔

((نبی اکرم ﷺ کا اعتکاف کا معمول))

جناب نبی اکرم ﷺ کا معمول اعتکاف کے بارے میں یہ تھا کہ اعتکاف کا حکم نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ نے کبھی اعتکاف کا ناغہ نہیں فرمایا، (سوائے ایک بار کے، جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔)

سب سے پہلے سال آپ ﷺ نے پورے مہینے کا اعتکاف فرمایا، جس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ ''نبی کریم ﷺ نے رمضان المبارک کے پہلے عشرہ میں اعتکاف فرمایا اور پھر دوسرے عشرہ میں بھی، پھر ترکی خیمہ سے جس میں اعتکاف فرما رہے تھے، سر باہر نکال کر ارشاد فرمایا کہ میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف شبِ قدر کی تلاش اور اہتمام کی وجہ سے کیا تھا، پھر اسی کی وجہ سے دوسرے عشرہ میں کیا، پھر مجھے کسی بتلانے والے (یعنی فرشتہ) نے بتلایا کہ وہ رات اخیر عشرہ میں ہے، لہٰذا جو لوگ میرے ساتھ اعتکاف کر رہے ہیں وہ اخیر عشرہ کا بھی اعتکاف کریں۔ مجھے یہ رات دکھلا دی گئی تھی پھر بھُلا دی گئی (اس کی علامت یہ ہے) کہ میں نے اپنے آپ کو اس رات کے بعد کی صبح میں کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا۔ لہٰذا اب اس کو اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو'' (صحیح مسلم، الرقم: ۱۱۶۷)۔ راوی کہتے ہیں کہ اس رات میں بارش ہوئی اور مسجد چھپر کی تھی وہ ٹپکی اور میں نے اپنی آنکھوں سے نبی کریم ﷺ کی پیشانی مبارک پر کیچڑ کا اثر دیکھا، اور وہ اکیس (۲۱) کی صبح تھی۔

اس سال کے بعد آپ ﷺ کا معمول مبارک ہر سال صرف دس دن یعنی: آخری عشرے میں کرنے کا بن گیا، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ". (صحيح البخاري، الرقم: 1922) ترجمہ: "حضور نبی اکرم ﷺ رمضان المبارک کے آخری دس دن اعتکاف کیا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ ﷺ کا وصال ہوگیا۔

البتہ وفات سے ایک سال قبل آپ ﷺ سفر کے عارضے کی وجہ سے اعتکاف نہ فرما سکے، تو بطور قضاء کے، یا اس کی تلافی کے طور پر آپ ﷺ نے اس سے اگلے سال یعنی: اپنی زندگی کے آخری سال بیس دن کا اعتکاف فرمایا، جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ رَمَضَانَ عَشْرَةَ أَيَّامٍ، فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ اعْتَكَفَ عِشْرِينَ يَوْمًا". (صحيح البخاري، الرقم: 1939) ترجمہ: "حضور نبی اکرم ﷺ ہر سال رمضان المبارک میں دس دن اعتکاف فرماتے تھے اور جس سال آپ ﷺ کا وصال مبارک ہوا اُس سال آپ ﷺ نے بیس دن اعتکاف کیا"۔

((مسنون اعتکاف کے فضائل))

[☆] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معتکف کے بارے میں فرمایا: "هُوَ يَعْكِفُ الذُّنُوبَ، وَيُجْرٰى لَهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا". (السنن لابن ماجة، الرقم: 1781) ترجمہ: "وہ گناہوں سے رکا رہتا ہے۔ اُس کے لیے تمام نیکیاں اُسی طرح لکھی جاتی ہیں جیسے وہ خود اُن کو کرتا رہا"۔ مثلاً: معتکف بیمار کی عیادت کے لیے، جنازے میں شرکت کے لیے، کسی کی مدد ونصرت وغیرہ کے لیے نہیں جا سکتا، لیکن اعتکاف کی برکت سے اسے ان نیکیوں کا اجر بھی مل جاتا ہے۔

[☆] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "مَنِ اعْتَكَفَ يَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ ثَلَاثَ خَنَادِقَ كُلُّ خَنْدَقٍ أَبْعَدُ مِمَّا بَيْنَ الْخَافِقَيْنِ". (المعجم الأوسط للطبراني، الرقم: 7326) ترجمہ: "جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے (صدق وخلوص کے ساتھ) ایک دن اعتکاف بیٹھے اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان تین خندقوں کا فاصلہ کر دیتا ہے، ہر خندق مشرق سے مغرب کے درمیانی فاصلہ سے زیادہ لمبی ہے"۔

[☆] حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما اپنے والد (حضرت حسینؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مَنِ اعْتَكَفَ عَشْرًا فِي رَمَضَانَ كَانَ كَحَجَّتَيْنِ وَعُمْرَتَيْنِ". (المعجم الكبير للطبراني، الرقم: 2888) ترجمہ: "جو شخص رمضان المبارک میں دس دن اعتکاف کرتا ہے اس کا ثواب دو حج اور دو عمرہ کے برابر ہے"۔

☆☆☆............☆☆............☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆☆☆............عورتوں کا اعتکاف............☆☆☆

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ جس طرح مردوں کے لیے اعتکاف کا حکم ہے اسی طرح عورتوں کے لیے بھی اعتکاف کا حکم ہے، **لیکن عورتیں** اعتکاف گھر میں کریں گی مسجد میں نہیں، **شروع اسلام میں** امہات المؤمنین کے خیمے مسجد میں لگائے جاتے تھے، **لیکن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ** جب مسجد میں قافلوں کی آمد زیادہ ہوگئی تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ناپسند سمجھتے ہوتے منع فرمادیا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: "كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، فَكُنْتُ أَضْرِبُ لَهُ خِبَاءً فَيُصَلِّي الصُّبْحَ، ثُمَّ يَدْخُلُهُ، فَاسْتَأْذَنَتْ حَفْصَةُ عَائِشَةَ أَنْ تَضْرِبَ خِبَاءً، فَأَذِنَتْ لَهَا، فَضَرَبَتْ خِبَاءً، فَلَمَّا رَأَتْهُ زَيْنَبُ ابْنَةُ جَحْشٍ ضَرَبَتْ خِبَاءً آخَرَ، فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم رَأَى الْأَخْبِيَةَ، فَقَالَ: مَا هَذَا؟ فَأُخْبِرَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: آلْبِرَّ تُرَوْنَ بِهِنَّ، فَتَرَكَ الِاعْتِكَافَ ذَلِكَ الشَّهْرَ، ثُمَّ اعْتَكَفَ عَشْرًا مِنْ شَوَّالٍ". [صحيح البخاري، الرقم: ٢٠٣٣]

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے (مسجد میں) ایک خیمہ لگا دیتی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ کے اس میں چلے جاتے تھے۔ پھر حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی عائشہ رضی اللہ عنہا سے (اپنے اعتکاف کے لیے) خیمہ کرنے کی اجازت چاہی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی اور انہوں نے ایک خیمہ کھڑا کرلیا، جب زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو انہوں نے بھی (اپنے لیے) ایک خیمہ کھڑا کرلیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی خیمے دیکھے تو فرمایا، یہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی حقیقت کی خبر دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم سمجھتے ہو یہ خیمے ثواب کی نیت سے کھڑے کئے گئے ہیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینہ (رمضان) کا اعتکاف چھوڑ دیا اور شوال کے عشرہ کا اعتکاف کیا۔

چناں چہ! جس طرح عورت کے لیے گھر کی اندرونی جانب نماز پڑھنے کو مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل قرار دیا گیا اسی طرح اس کے اعتکاف کی عبادت کو بھی گھر میں افضل قرار دیا گیا ہے۔

☆ اعتکاف کے لیے چونکہ مسجد ضروری ہے اس لیے عورت کو چاہیے کہ اگر گھر میں کوئی جگہ عبادت کے لیے مقرر ہو تو اس جگہ میں اعتکاف کے لیے بیٹھے، اور اگر ایسی کوئی جگہ مقرر نہ ہو تو سب سے پہلے گھر میں کسی جگہ کو عبادت کی نیت سے نماز کے لیے مقرر کرے۔

☆ پھر بیسویں روزہ کو سورج غروب ہونے سے پہلے اس جگہ میں سنت اعتکاف کی نیت سے داخل ہو جائے۔ پردے لٹکا کر خیمہ بنالینا بہتر ہے تاکہ یکسوئی حاصل ہو۔

☆ جو جگہ نماز کی نیت سے مقرر کر دی گئی ہو اس جگہ پر تمام احکام مسجد کے جاری نہیں ہوں گے، مثلا: اس جگہ میں حائضہ عورت اور جنبی آدمی داخل ہوسکتا ہے۔ البتہ اس جگہ کو گھر کے دوسرے کاموں کے لیے استعمال نہ کرنا بہتر ہے، ہاں! اعتکاف کے بعد اگر دوبارہ اس جگہ کو گھر کے کاموں کے لیے استعمال کرلیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

☆ اعتکاف کی حالت میں عورت اسی جگہ کھائے، پیے اور سوئے، صرف وضوء اور قضائے حاجت کے لیے باہر آئے بیت الخلاء جاتے ہوئے محرم افراد اور ماں بہن سے اپنا منہ چھپانے کی ضرورت نہیں، بس خاموشی سے جائے اور اپنی ضرورت پوری کر کے فوراً واپس آئے۔ اور اس کے علاوہ گھر کے کسی کام کے لیے اعتکاف کی جگہ سے باہر آنے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

☆ اعتکاف کرنے والی عورت اعتکاف کی جگہ میں رہتے ہوئے اگر گھر کے کسی کام کی گھر کی بچیوں کو ہدایت دے تو یہ جائز ہے۔البتہ بہتر یہ ہے کہ پہلے سے کسی کو گھر کے کاموں کے مقرر کرلے،تا کہ اعتکاف میں یکسوئی حاصل رہے۔

☆ اگر گھر میں کوئی کھانا پکانے والا نہ ہو تو اعتکاف کی جگہ میں پہلے سے کھانے پکانے کا سامان رکھ کر اپنے لیے اور گھر والوں کے لیے کھانا پکا سکتی ہے لیکن اعتکاف کی جگہ سے باہر نکل کر باورچی خانے میں جا کر پکانا جائز نہیں ہے،ایسی صورت میں اعتکاف ٹوٹ جائے گا،ایسے حالات میں کہ گھر میں کوئی پکانے والا ہی نہ ہو تو یہ عورت اعتکاف میں نہ بیٹھے۔

☆ صرف ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت سے نہانے کے لیے اعتکاف کی جگہ سے باہر آنے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا،اس لیے اعتکاف کی جگہ میں ہی کوئی بڑا ٹب رکھ کر اس میں نہانا چاہے تو اس کی گنجائش ہے۔

☆ گھر کے دوسرے افراد اعتکاف والی عورت کے ساتھ اعتکاف کی جگہ میں افطاری کر سکتے ہیں لیکن اعتکاف والی عورت افطار کرنے کے لیے اعتکاف والی جگہ سے باہر نہیں آسکتی۔

☆ اگر کسی عورت کو دوران اعتکاف حیض آجائے تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔اور صرف اس ایک دن کے اعتکاف کی قضاء کرنا واجب ہو گا۔اور قضاء کرتے وقت روزہ بھی رکھنا ضروری ہوگا کیوں کہ روزے کے بغیر اعتکاف کی قضاء صحیح نہیں ہوگی۔بہتر صورت یہ رہے گی کہ جب ان ایام حیض کے روزوں کی قضاء کرے گی،انہی دنوں میں ایک دن کے روزے کے ساتھ اعتکاف کی قضاء بھی کرلے۔

☆ شادی شدہ عورت اعتکاف میں بیٹھنے سے قبل اپنے خاوند سے اعتکاف کی اجازت لے لے،اس کے بغیر اعتکاف نہ کرے۔اور اگر خاوند اعتکاف سے منع کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔لیکن جب وہ ایک دفعہ اعتکاف کی اجازت دے دے تو اب منع نہیں کرسکتا۔

☆ جب خاوند نے اجازت دے دی تو اب اس کے لیے بیوی کے ساتھ ہمبستری کرنا بوس کنار کرنا جائز نہیں اور نہ ہی ہمبستری کی نیت سے اس جگہ میں بیوی کے پاس داخل ہونا جائز ہے۔تاہم اگر بیوی سے رات میں ہمبستری کرلی تو اس سے اس کی بیوی کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا اور دوسری باتوں سے اعتکاف تو نہیں ٹوٹے گا البتہ گناہ ضروری ہوگا۔

☆ عورت سے اس کے اعتکاف کے دوران اس کے گھر والے اور دیگر رشتہ دار بوقت ضرورت ملاقات کر سکتے ہیں،بات چیت کر سکتے ہیں،لیکن ہر وقت یہی ماحول بنائے رکھنا مناسب نہیں ہے۔ ☆ اعتکاف کے دوران تیل لگانا، کنگھی کرنا، ناخن کاٹنا، کپڑے بدلنا وغیرہ اُمور درست ہیں۔ ☆ جو جگہ اعتکاف کے لیے مقرر کی تھی وہاں سے نکل کر کسی اور کمرے میں جا کر اعتکاف کے لیے بیٹھنے سے بھی اعتکاف ٹوٹ جائے گا،ہاں کوئی بہت ہی ایمرجنسی ہو جائے،مثلاً: چھت وغیرہ گرنے لگے تو دوسرے جگہ تبدیل کرنے کی گنجائش ہے۔

☆ اُنتیسویں یا تیسویں روزے میں عید کا چاند نظر آنے کے بعد اعتکاف ختم ہو جائے گا،اس کے بعد اگر اعتکاف کی جگہ سے باہر آنا چاہے تو آسکتی ہے۔

☆ اعتکاف کے دوران قرآن مجید کی تلاوت خوب کثرت سے کی جائے،تیسرے کلمے (یعنی: سبحان اللّٰہ، الحمد للہ، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ، لا حول ولا قوۃ الا باللہ) کی تسبیح صبح وشام،استغفر اللہ، درود شریف،آیت کریمہ،اور سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم،کی تسبیحات کرتی رہے۔اور تمام نوافل تہجد،اشراق،چاشت،اوابین،اور صلاۃ التسبیح کا بھی اہتمام کرے،پڑھنا جانتی ہو تو دینی کتب کا مطالعہ بھی کرسکتی ہے۔

☆☆☆............☆☆............☆☆☆

عورت کا اعتکاف گھر میں ہونا چاہیے، مسجد میں نہیں،

اس سے متعلق ((جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی)) کا ایک تفصیلی فتویٰ افادۂ عام کے لیے ذیل میں نقل کیا جا رہا ہے، جو کہ جامعہ کی ویب سائٹ پر موجود ہے۔

............((عورتوں کا اعتکاف گھر میں صحیح ہوگا یا نہیں؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اثر کی تحقیق اور اس کا محمل))............

سوال

کیا درج ذیل روایت کی کوئی سند ہے؟ اگر ہے تو کیا اس کی سند مستند ہے؟ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے جب عورت کے اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کے بارے میں سوال کیا گیا تو وہ کہنے لگے: گھر میں عورت کا اعتکاف کرنا بدعت ہے، اور اللہ تعالی کے ہاں مبغوض ترین اعمال بدعات ہیں، اس لیے نماز باجماعت والی مسجد کے علاوہ کہیں بھی اعتکاف صحیح نہیں۔ اس لیے کہ گھر میں نماز والی جگہ نہ تو حقیقتاً مسجد ہے اور نہ ہی حکماً، اس کا بدلنا اور اس میں جنبی شخص کا سونا بھی جائز ہے، اور اگر یہ جائز ہوتا تو سب سے پہلے امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن اس پر عمل پیرا ہوتیں، اس کے جواز کے لیے اگرچہ وہ ایک بار ہی عمل کرتیں۔ اھ دیکھیں الموسوعۃ الفقہیۃ (5/212)

جواب:

سوال میں ذکر کردہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول اثر امام بیہقی أحمد بن الحسین أبو بکر (المتوفی:458) رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "السنن الکبری" للبیہقی، میں ان الفاظ سے ذکر کیا ہے:

"عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: " إن أبغض الأمور إلی اللہ البدع، وإن من البدع الاعتکاف فی المساجد التی فی الدور"۔(السنن الکبری 4/ 519)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ کے یہاں مبغوض ترین چیز بدعت ہے، اور گھروں کی مسجدوں میں اعتکاف کرنا بھی بدعت میں سے ہے۔

مذکورہ اثر کا محمل اور مطلب بیان کرنے سے پہلے متعلقہ مسئلہ کی کچھ تفصیل ذیل میں ملاحظہ ہو:

1۔۔مردوں کے لیے ہر قسم کے اعتکاف کے لیے مسجد شرعی کا ہونا ضروری ہے، اگر مرد گھر میں اعتکاف کرے گا تو اس کا اعتکاف درست نہیں ہوگا، اس پر تمام ائمہ مجتہدین کا اتفاق ہے، البتہ بعض کتب میں محمد بن عمر لبابہ مالکی کا اس میں اختلاف نقل کیا گیا ہے کہ ان کے نزدیک ہر جگہ اعتکاف درست ہے، یہ شاذ قول ہے جو کہ قابلِ اعتبار نہیں ہے۔

باقی ائمہ مجتہدین میں اس بات پر اتفاق کے بعد کہ مردوں کے اعتکاف کے درست ہونے کے لیے مسجد کا ہونا شرط ہے، اس میں کچھ اختلاف ہے کہ مسجد سے مراد کون سی مسجد ہے؟ جو ایک مستقل بحث ہے، جس کے ذکر کی یہاں ضرورت نہیں۔

2۔۔عورتوں کے اعتکاف کی جگہ میں ائمہ کی آراء مختلف ہیں: امام مالک، اور امام شافعی رحمہک اللہ کے نزدیک عورت بھی اعتکاف کے باب میں مرد ہی کی طرح ہے، اس کا اعتکاف بھی مسجد ہی میں ہوگا، گھروں میں ان کے لیے اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے، اور ان کا استدلال مذکورہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اثر سے ہے، جب کہ فقہاءِ احناف رحمہم اللہ کے نزدیک عورتوں کے لیے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ یہی بہتر ہے کہ گھروں کی مسجد میں اعتکاف کریں، اور گھر کی مسجد سے مراد وہ جگہ ہے جسے گھر میں نماز، ذکر، تلاوت اور دیگر عبادات کے لیے خاص اور متعین کرلیا گیا ہو، باقی اگر عورت مسجدِ شرعی میں اعتکاف کرے (جب کہ پردے اور دیگر شرعی احکامات کی مکمل رعایت ہو) تو اعتکاف تو ہو جائے گا، لیکن

یہ مکروہ تنزیہی ہے۔

البتہ موجودہ زمانہ فتنہ وفساد کا زمانہ ہے، مساجد میں مردوں سے اختلاط کا قوی اندیشہ ہے، بے حیائی بھی عام ہے؛ اس لیے موجودہ زمانہ میں جس طرح مسجد میں عورتوں کا نماز کے لیے آنا مکروہ تحریمی ہے، اسی طرح مسجد میں اعتکاف کرنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔

احناف رحمہم اللہ کا استدلال یہ ہے کہ: اعتکاف ایسی عبادت ہے جو مسجد کے ساتھ خاص ہے، اور عورتوں کے لیے گھر کی مسجد بالکل اسی طرح ہے جس طرح مردوں کے لیے مسجد کا حکم ہے، یہی وجہ ہے مسجد میں آپ ﷺ کی موجودگی میں جماعت کے ثواب کی فضیلت کے باوجود عورتوں کو گھر میں نماز پڑھنے کو پسند فرمایا گیا، اور ان کی گھر کی مسجد کو نماز میں مسجد جماعت کا درجہ دیا گیا، اور ان کی نماز کو گھر کے اندر والے حصے میں پڑھنے کو افضل بتایا گیا، حضرت امّ حمید رضی اللہ عنہا نے بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ مجھے آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کا شوق ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا شوق (اور دینی جذبہ) بہت اچھا ہے، مگر تمہاری نماز اندرونی کوٹھی میں کمرے کی نماز سے بہتر ہے، اور کمرے کی نماز گھر کے احاطے کی نماز سے بہتر ہے، اور گھر کے احاطے کی نماز محلے کی مسجد سے بہتر ہے، اور محلے کی مسجد کی نماز میری مسجد (مسجدِ نبوی) کی نماز سے بہتر ہے۔ چناں چہ حضرت امّ حمید ساعدی رضی اللہ عنہا نے فرمائش کر کے اپنے کمرے (کوٹھے) کے آخری کونے میں جہاں سب سے زیادہ اندھیرا رہتا تھا مسجد (نماز پڑھنے کی جگہ) بنوائی، وہیں نماز پڑھا کرتی تھیں، یہاں تک کہ ان کا وصال ہوگیا اور اپنے خدا کے حضور حاضر ہوئیں"۔ (الترغیب والترہیب: ۱/۱۷۸)

لہذا جب گھر میں نماز کے لیے مختص کی گئی جگہ ان کے حق میں نماز کے باب میں مسجد کے حکم میں ہے تو اسی طرح اعتکاف کے باب میں بھی وہ مسجد ہی کے حکم میں ہے، اس لیے نماز اور اعتکاف دونوں مسجد کے ساتھ خصوصیت رکھنے میں برابر ہیں۔

شمس الأئمہ السرخسی (المتوفی: 483ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے جب اعتکاف کا ارادہ کیا تو آپ نے مسجد میں خیمہ لگانے کا حکم دیا، تو آپ کے لیے مسجد میں خیمہ لگالیا گیا، پھر جب آپ مسجد میں داخل ہوئے تو وہاں اور بہت سے خیمہ دیکھے تو پوچھا کہ یہ کن کے ہیں؟ تو آپ ﷺ کو بتلایا گیا کہ یہ حضرت عائشہ، حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہیں تو آپ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا: کیا تم اس سے نیکی کا ارادہ کرتی ہو؟ (یہ روایت احادیث کی بہت سی کتابوں میں اختصار وتفصیل کے ساتھ مذکور ہے، بعض روایت میں حضرت زینب رضی کا عنہ کا بھی ذکر آتا ہے، نیز آپ کے اس جملہ **" کیا تم اس سے نیکی کا ارادہ کرتی ہو؟! "** کے شراح نے مختلف مطالب بیان کیے ہیں) پھر آپ ﷺ نے سب خیمہ نکلوانے کا حکم دیا، اور اس عشرہ میں اعتکاف نہیں کیا"۔ تو جب آپ ﷺ نے ان کے لیے مسجد میں اعتکاف کو ناپسند کیا باوجود اس کے کہ اس زمانہ میں عورتیں جماعت کی نماز کے لیے مسجد آیا کرتی تھیں تو اس میں زمانہ میں بدرجہ اولیٰ انہیں منع کیا جائے گا۔

خصوصاً جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی موجودگی میں عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع کیا گیا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود فرمایا کہ آج حضور ﷺ ہوتے تو آپ خود عورتوں کو روک دیتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی مزاج شناس تھیں، وہ سمجھ رہی تھیں کہ حالات اور ماحول بدلنے کی وجہ سے آپ ﷺ بھی خواتین کے مسجد میں آنے کو پسند نہیں فرماتے۔

بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع (2/ 113)

' وأما المرأة فذكر في الأصل: أنها لا تعتكف إلا في مسجد بيتها، ولا تعتكف في مسجد جماعة، وروى الحسن عن أبي حنيفة أن للمرأة أن تعتكف في مسجد الجماعة، وإن شائت اعتكفت في مسجد بيتها، ومسجد بيتها أفضل لها من مسجد حيها، ومسجد حيها أفضل لها من المسجد الأعظم، وهذا لا يوجب اختلاف الروايات، بل يجوز اعتكافها في مسجد الجماعة على الروايتين جميعاً بلا خلاف بين أصحابنا، والمذكور في الأصل محمول على نفي الفضيلة لا على نفي الجواز توفيقاً بين الروايتين، وهذا عندنا.

وقـال الشـافعي: لا يجوز اعتكافها في مسجد بيتها، وجه قوله: أن الاعتكاف قربة خصت بالمساجد بالنص، ومسجد بيتها ليـس بـمسـجـد حقيقة، بل هو اسم للمكان المعد للصلاة في حقها، حتى لا يثبت له شيء من أحكام المسجد، فلا يجوز إقامة هذه الـقـربة فيـه۔ ونحن نقول: بل هذه قربة خصت بالمسجد، لكن مسجد بيتها له حكم المسجد في حقها في حق الاعتكاف؛ لأن له حـكـم الـمسـجد في حقها في حق الصلاة؛ لحاجتها إلى إحراز فضيلة الجماعة، فأعطى له حكم مسجد الجماعة في حقها، حتى كـانـت صلاتها في بيتها أفضل على ما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: »صـلاة المرأة في مسجد بيتها أفضل من صلاتها في مسجد دارها، وصلاتها في صحن دارها أفضل من صلاتها في مسجد حيها «، وإذا كان له حكم المسجد في حقها في حـق الـصلاة فكذلك في حق الاعتكاف؛ لأن كل واحد منهما في اختصاصه بالمسجد سواء، وليس لها أن تعتكف في بيتها في غير مسجد، وهو الموضع المعد للصلاة؛ لأنه ليس لغير ذلك الموضع من بيتها حكم المسجد، فلا يجوز اعتكافها فيه.'

المبسوط للسرخسي (3/ 119)

' (قـال): ولا تـعتـكف المرأة إلا في مسجد بيتها، وقال الشافعي – رحمه الله تعالى –: لا اعتكاف إلا في مسجد جماعة، الـرجـال والـنساء فيه سواء، قال: لأن مسجد البيت ليس له حكم المسجد؛ بدليل جواز بيعه، والنوم فيه للجنب والحائض، وهذا؛ لأن المقصود تعظيم البقعة، فيختص ببقعة معظمه شرعاً، وذلك لا يوجد في مساجد البيوت.

(ولـنـا) أن مـوضـع أداء الاعتـكـاف فـي حـقها الموضع الذي تكون صلاتها فيه أفضل، كما في حق الرجال، وصلاتها في مسـجد بيتها أفضل فإن النبي صلى الله عليه وسلم لما »سـئل عن أفضل صلاة المرأة؟ فقال: في أشد مكان من بيتها ظلمة «۔ وفي الحديث: أن »النبي صلى الله عليه وسلم لما أراد الاعتكاف أمر بقبة فضربت في المسجد، فلما دخل المسجد رأى قباباً مضروبة، فـقـال: لمن هذه؟ فقيل: لعائشة وحفصة، فغضب وقال: آلبر يردن بهن؟ وفي رواية: يردن بهذا، وأمر بقبته فنقضت، فلم يعتكف في ذلك العشر «۔ فـإذا كـره لهـن الاعتـكـاف في المسجد مع أنهن كن يخرجن إلى الجماعة في ذلك الوقت؛ فلأن يمنعن في زماننا أولـى، وقـد روى الـحسن عن أبي حنيفة رحمهما الله تعالى أنها إذا اعتكفت في مسجد الجماعة جاز ذلك، واعتكافها في مسجد بيتهـا أفـضـل، وهـذا هو الصحيح؛ لأن مسجد الجماعة يدخله كل أحد، وهي طول النهار لا تقدر أن تكون مستترةً، ويخاف عليها الـفتـنة مـن الـفسـقة، فالمنع لهذا، وهو ليس لمعنى راجع إلى عين الاعتكاف، فلا يمنع جواز الاعتكاف، وإذا اعتكفت في مسجد بيتهـا، فتـلك البقعة في حقها كمسجد الجماعة في حق الرجل، لا تخرج منها إلا لحاجة الإنسان، فإذا حاضت خرجت ولا يلزمها بـه الاستـقبـال إذا كـان اعتـكـافهـا شهـراً أو أكثر، ولكنها تصل قضاء أيام الحيض لحين طهرها، وقد بينا هذا في الصوم المتتابع في حقها .ومسجد بيتها الموضع الذي تصلي فيه الصلوات الخمس من بيتها.'

علامہ خطابی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ عورتوں کا گھروں میں اعتکاف کرنا جائز ہے۔البتہ مردوں کا گھروں میں اعتکاف درست نہ ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود (10/ 234)

(قـال) الخطابي: وفيه كالدلالة على أن اعتكاف المرأة في بيتها جائز .وحكى عن أبي حنيفة، فأما الرجل فلم يختلفوا أن اعتكافه في بيته غير جائز .وإنما شرع الاعتكاف في المساجد۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں کہ "آپ ﷺ کے بعد ان کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی تھیں" لکھتے ہیں:

" (ثم اعتكف أزواجه)، أي في بيوتهن؛ لما سبق من عدم رضائه لفعلهنّ " **یعنی وہ گھروں میں اعتکاف کرتی تھیں**: **اس لیے پہلے (دوسری حدیث جو اوپر ذکر ہوئی اس میں) گزر چکا ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے مسجد میں اعتکاف کرنے کو پسند نہیں کیا تھا، یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے عورتوں کیا اپنے گھروں کی مسجد میں اعتکاف کرنے کو مستحب لکھا ہے۔**

مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (4/ 1446)

' »كان صلى الله عليه وسلم يعتكف في كل رمضان، فإذا صلى الغدوة جاء إلى مكانه الذى اعتكف فيه، فاستأذنته عائشة – رضي الله عنها – أن تعتكف فأذن لها، فضربت فيه قبة، فسمعت بها حفصة، فضربت فيه قبة، فسمعت زينب، فضربت فيه قبة أخرى، فلما انصرف صلى الله عليه وسلم من الغدوة أبصر أربع قباب، فقال: " ما هذا؟ " فأخبر خبرهن، فقال: "ما حملهن على هذا؟ آلبر؟ انزعوها! "، فنزعت، فلم يعتكف في رمضان حتى اعتكف في أحد العشرين من شوال، وفي رواية: فأمر بخبائه فقوض، وترك الاعتكاف في شهر رمضان حتى اعتكف العشر الأول من شوال «، وتقدم اعتكافه في العشر الأواسط (ثم اعتكف أزواجه)، أي في بيوتهن؛ لما سبق من عدم رضائه لفعلهن، ولذا قال الفقهاء: يستحب للنساء أن يعتكفن في مكانهن (من بعده)، أي من بعد موته إحياء لسننه، وإبقاء لطريقته'۔

"""الأستاذ الدكتور موسیٰ شاہین لاشین""" اپنی کتاب فتح المنعم میں لکھتے ہیں:

" آپ ﷺ کے بعد ان کی ازواج مطہرات اعتکاف کیا کرتیں " کے ظاہر سے یہ لگ رہا ہے کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات آپ کی وفات کے بعد مسجد میں اعتکاف کرتی تھیں، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں، بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ آپ کی وفات کے بعد اپنے گھروں میں اعتکاف کرتی تھیں، اور حدیث کے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ اعتکاف منسوخ نہیں ہوا، بلکہ آپ ﷺ کے رحلت فرمانے کے بعد بھی جاری ہے۔

فتح المنعم شرح صحيح مسلم (5/ 72)

' (ثم اعتكف أزواجه من بعده): ظاهره أن الأزواج اعتكفن في مسجده من بعد وفاته، وليس كذلك، بل المراد أنهنّ اعتكفن في بيوتهنّ بعد وفاته، فالمقصود به أن الاعتكاف لم ينسخ، ومشروعيته مستمرة.

علامہ محمود محمد خطاب السبکی اپنی کتاب "المنہل العذب" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذکورہ اثر نقل فرمانے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:" وهذا في حق الرجل، أما المرأة فتعتكف في مسجد بيتها، ويكره اعتكافها في مسجد جماعة"

یعنی یہ مردوں کے حق میں ہے، باقی جہاں تک عورتوں کی بات ہے وہ اپنے گھروں کی مسجد میں اعتکاف کریں گی، ان کا مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے۔

المنهل العذب المورود شرح سنن أبي داود (10/ 228)

' وفي عرف الشرع: المكث في مسجد جماعة "، وهو ما له إمام ومؤذن ولو لم تصل فيه الخمس"، مع النية، فاللبث ركن، والنية شرط .وكذا المسجد؛ لحديث ابن عباس: إن أبغض الأمور إلى الله تعالى البدع، وإن من البدع الاعتكاف في المساجد التي في الدور .رواه البيهقي .وقال علي: لا اعتكاف إلا في مسجد جماعة .رواه عبد الرزاق وابن أبي شيبة .وهذا في حق الرجل .أما المرأة فتعتكف في مسجد بيتها .ويكره اعتكافها في مسجد جماعة'۔

" أحمد بن عبد الرحمن بن محمد البنا الساعاتي" (المتوفى: 1378 ه) بھی اپنی کتاب "الفتح الربانی" میں لکھتے ہیں:

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذکورہ اثر مردوں کے بارے میں کہ ان کا گھروں میں اعتکاف کرنا درست نہیں ہے۔

الفتح الربانی لترتیب مسند الإمام أحمد بن حنبل الشیبانی (10/ 242)

' ویشترط فی المسجد أن یکون مسجد جماعة، وهو ماله إمام ومؤذن ولو لم تصل فیه الخمس؛ لحدیث ابن عباس: "إن أبغض الأمور إلی الله تعال البدع، وإن من البدع الاعتکاف فی المساجد التی فی الدور ."رواه البیهقی .وقال علی رضی الله عنه: لا اعتکاف إلا فی مسجد جماعة .رواه عبد الرزاق وابن أبی شیبة .وهذا فی حق الرجل، أما المرأة فتعتکف فی مسجد بیتها، ویکره اعتکافها فی مسجد جماعة'۔

علامہ محمود محمد خطاب السبکی اپنی کتاب "المنہل العذب" میں امام صاحب کا مذہب نقل کرنے کے بعد مزید تحریر فرماتے ہیں کہ:

"" کفایہ "" میں ہے کہ یہی صحیح ہے، اس لیے جماعت کی مسجد میں ہر ایک شخص آتا جاتا رہتا ہے، اور عورت پورا دن اس پر قادر نہیں ہوسکے گی کہ وہ پردہ میں چھپی رہے، اور ہمہ وقت اس پر فاسق لوگوں سے خوف لاحق رہے گا۔

نیز مزید تحریر فرماتے ہیں:

' لکن إذا خیف علیها الفتنة امتنع اعتکافها فی المسجد المباح للناس اتفاقاً'۔

اگر عورت پر فتنہ کا خوف ہو تو اس کو مسجد میں اعتکاف کرنے سے بالاتفاق منع کیا جائے گا۔

المنهل العذب المورود شرح سنن أبی داود (10/ 236)

' وهذا کله فی حق الرجل ,وأمّا المرأة، فقال مالك والشافعی وأحمد: لا تعتکف إلا فی مسجد مباح لعموم الناس، ولیس لها أن تعتکف فی مسجد بیتها .وبه قال ابن حزم .وعن أبی حنیفة إن اعتکفت فی مسجد الجماعة جاز، واعتکافها فی مسجد بیتها أفضل .قال فی الکفایة: وهو الصحیح؛ لأن مسجد الجماعة یدخل فیه کل أحد، وهی طول النهار لا تقدر أن تکون مستترةً، ویخاف علیها الفتنة من الفسقة اه? لکن إذا خیف علیها الفتنة امتنع اعتکافها فی المسجد المباح للناس اتفاقاً .ومسجد بیتها المکان المهیأ لصلاتها فیه'۔

اس سے معلوم ہوا کہ فتنہ کے خوف ہونے کی صورت میں بالاتفاق انہیں مسجد میں اعتکاف کرنے سے منع کیا جائے گا، اور موجودہ زمانہ میں فتنہ و فساد کا زور، بے حیائی کا غلبہ، مرد و زن کے اختلاط، کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سوال میں ذکر کردہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کا اثر مردوں کے ساتھ خاص ہے، اور عورتوں کے اعتکاف کی جگہ ان کے گھر کی مسجد ہی ہے، اور اس میں انہیں مسجد جتنا ثواب ملے گا، اور موجودہ زمانہ میں ان کا مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن نے آپ ﷺ کے بعد گھروں میں ہی اعتکاف کیا تھا، لہذا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اگر عورت کے لیے گھر میں اعتکاف جائز ہوتا تو ازواجِ مطہرات اس کے جواز کے لیے ضرور کرتیں، اگرچہ ایک بار ہی عمل کرتیں۔

فتح القدیر للکمال ابن الهمام (2/ 394)

' (قوله: أما المرأة فتعتکف فی مسجد بیتها) أی الأفضل ذلك، ولو اعتکفت فی الجامع أو فی مسجد حیها –وهو أفضل من الجامع فی حقها– جاز، وهو مکروه، ذکر الکراهة قاضی خان.' **فقط واللہ اعلم**

فتوی نمبر: 143909201772

دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆☆☆............مردوں کا اعتکاف............☆☆☆

ماہِ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں مردوں کے لیے مسجد میں اِعتکاف کرنا سُنّتِ مُوکَّدہ علی الکفایہ ہے اگر مسلمان اِس سُنّت کو اِجتماعی طور پر چھوڑ دیں گے تو سب ہی گنہگار رہوں گے اور اگر بستی کے کچھ اَفراد بھی اِس سُنّت کا اِہتمام کرلیں تو چونکہ یہ سُنّتِ مُوکَّدہ علی الکفایہ ہے اِس لئے چند اَفراد کا اِعتکاف یا ایک مسلم کا اِعتکاف بھی سب کی طرف سے کافی ہوگا۔ اگر کوئی بھی شخص اِعتکاف میں نہ بیٹھے تو سب ہی اللہ تعالیٰ کے مجرم شمار ہوں گے۔

............☆☆............اعتکاف مسنون کا وقت............☆☆............

مسنون اِعتکاف کا وقت رمضان المبارک کی بیس تاریخ کو غروبِ آفتاب کے پہلے سے لے کر عید کا چاند نظر آنے تک ہوتا ہے۔ چاہے چاند 29/رمضان المبارک کو نظر آجائے یا 30/رمضان المبارک کو۔ ہر حال میں مسنون اِعتکاف پورا ہوجائے گا۔ اگر کوئی شخص 20/رمضان المبارک کو غروب آفتاب کے بعد اِعتکاف کے لیے مسجد میں آئے گا تو اُس کا اِعتکاف مسنون اِعتکاف نہیں ہوگا۔

............☆☆............اعتکاف صحیح ہونے کی شرائط............☆☆............

اعتکافِ مسنون کے صحیح ہونے کے لیے مندرجہ ذیل چیزیں ضروری ہیں،

[1] مسلمان ہونا۔ [2] عاقل ہونا، اَلبتہ مرد و عورت کا بالغ ہونا شرط نہیں، بلکہ ایسا نابالغ ؛ جو سمجھدار ہو، کا اِعتکاف بھی صحیح ہے۔

[3] اعتکاف کی نیت کرنا۔ [4] مرد کا مسجد میں اعتکاف کرنا۔

[5] مرد اور عورت کا جنابت، یعنی: غسل واجب ہونے والی حالت سے پاک ہونا، (یہ شرط اعتکاف کے جائز ہونے کے لیے ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص حالت جنابت میں اعتکاف شروع کردے تو اعتکاف تو صحیح ہوجائے گا لیکن یہ شخص گناہ گار ہوگا)۔

[6] عورت کا حیض و نفاس سے خالی ہونا۔

[7] روزے سے ہونا (واجب اِعتکاف اور سُنّتِ مُوکَّدہ علی الکفایہ اِعتکاف کے لیے روزہ بھی شرط ہے۔ نفلی اِعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں۔ اگر مسنون اعتکاف کے دوران کوئی ایک روزہ نہ رکھ سکے، یا کسی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے تو مسنون اعتکاف بھی ٹوٹ جائیگا، اور اس دن کے اعتکاف کی قضاء واجب ہوگی)۔

نوٹ: جس شخص کے بدن سے بدبو آتی ہو یا ایسا وبائی مرض ہو جس کی وجہ سے لوگ تنگ ہوتے ہوں تو ایسا شخص اعتکاف میں نہ بیٹھے، البتہ! اگر بدبو تھوڑی ہو جو خوشبو وغیرہ سے دور ہوجاتی ہو اور لوگوں کو تکلیف نہ ہو، تو پھر بیٹھنا جائز ہے۔

............☆☆............اعتکاف کو فاسد کرنے والی چیزیں............☆☆............

اعتکاف کو فاسد کرنے والے سب سے **پہلی چیز** مسجد سے بلا عذر باہر نکلنا ہے، چاہے ایک منٹ کے لیے ہی ہو، اعتکاف کی مدت میں مسجد شرعی سے باہر نکلنا سوائے حاجت کے جائز نہیں ہے، چاہے وہ حاجتِ طبعی ہو، چاہے حاجتِ شرعی۔

حاجت طبعی، جیسے: پاخانہ، پیشاب، اِستنجاء، وضو اور اگر غسل فرض کی ضرورت ہو تو غسل وغیرہ۔

[☆] پیشاب، پاخانہ کے لیے قریب ترین بیت الخلاء کا انتخاب کرنا چاہیے۔

[☆] اگر مسجد سے متصل بیت الخلاء بنا ہوا ہے اور اسے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے تو وہیں ضرورت پوری کرنی چاہیے اور اگر ایسا نہیں ہے تو دور جا سکتا ہے، چاہے کچھ دور جانا پڑے۔

[☆] اگر بیت الخلاء مشغول ہو تو انتظار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ فارغ ہونے کے بعد ایک لمحہ بھی وہاں ٹھہرنا جائز نہیں۔

[☆] قضاء حاجت کے لیے جاتے وقت یا واپسی پر کسی سے مختصر بات چیت کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس کے لیے ٹھہرنا نہ پڑے۔

حاجتِ شرعی، مثلاً: اس مسجد میں جمعہ نہ ہونے کی وجہ سے دوسری مسجد میں جمعہ کے لیے جانا، یا اَذان کہنے کے لیے مسجد میں انتظام نہ ہونے کی صورت میں مسجد سے خارج، مینارہ وغیرہ پر جانا۔ ویسے آج کل تو چونکہ مساجد کے اندر ہی اذان کی جگہیں بنی ہوتی ہیں اس لیے اذان دینے کا تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔

غسلِ فرض کے علاوہ کسی اور غسل مثلا: جمعہ کے دن کے لیے غسل کرنے کی خاطر، یا گرمی کی وجہ سے غسل کرنے کے لیے مسجد سے نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔ گرمی سے بچنے کے لیے مسجد میں اے سی، واٹر کولر وغیرہ کا معقول بندوبست کر لینا چاہیے، اور اسی طرح گرمی کی صورت میں ٹھنڈے پانی سے تر کیا ہوا گیلا تولیہ وغیرہ جسم پر پھیر کر کام چلایا جا سکتا ہے۔ ایسے ہی حدودِ مسجد میں کوئی بڑا ٹب یا برتن وغیرہ رکھ کر اس میں بیٹھ کر اپنے جسم پر پانی بہایا جا سکتا ہے۔ یا پھر بہت مجبوری کی صورت میں جب بیت الخلاء میں قضاء حاجت کے لیے جائیں تو حدودِ مسجد میں ہی کرتا، قمیص وغیرہ اتار لیں، اور جتنی دیر میں استنجا کرنا تھا، اتنی دیر میں دو چار لوٹے پانی کے جسم پر بہا کر فوراً مسجد میں لوٹ آئیں۔

اعتکاف کو توڑنے والی دوسری چیز: جماع اور وہ دواعی جماع ہیں، جن کی وجہ سے انزال ہو جائے۔

تیسری چیز: مجنون اور بے ہوش ہو جانا ہے، بشرطیکہ بے ہوشی اور جنون دو دن سے متجاوز ہو جائے۔

☆☆ اعتکاف کے دوران جائز کام ☆☆

[☆] کھانا پینا (بشرطیکہ مسجد کو گندا نہ کیا جائے)، [☆] سونا،

[☆] ضرورت کی بات کرنا، [☆] اپنا، یا دوسرے کا نکاح، یا کوئی اور عقد کرنا،

[☆] کپڑے بدلنا، [☆] خوشبو لگانا، [☆] تیل لگانا،

[☆] معتکف کا اپنی نشست گاہ کے اردگرد چادریں لگانا۔ [☆] معتکف کا مسجد میں اپنی جگہ بدلنا۔

[☆] برتن وغیرہ دھونا، [☆] بقدرِ ضرورت بستر،

[☆] عورت کا اعتکاف کی حالت میں بچوں کو دودھ پلانا۔

[☆] کنگھی کرنا (بشرطیکہ مسجد کی چٹائی اور قالین وغیرہ خراب نہ ہوں، کوئی موٹا کپڑا بچھا لیا جائے)،

[☆] مسجد میں کسی مریض کا معائنہ کرنا، نسخہ لکھنا یا دوا بتا دینا، لیکن یہ کام بغیر اجرت کے کرے تو جائز ہیں، ورنہ مکروہ ہیں،

[☆] ضروریاتِ زندگی کے لیے خرید و فروخت کرنا، بشرطیکہ سودا مسجد میں نہ لایا جائے، کیونکہ مسجد کو باقاعدہ تجارت گاہ بنانا جائز نہیں۔

[☆] صابن، کھانے پینے کے برتن، ہاتھ دھونے کے برتن اور مطالعہ کے لیے دینی کتب مسجد میں رکھنا۔

اعتکاف کے دوران ممنوعات ومکروہات

[☆] بلاضرورت باتیں کرنا۔

[☆] ضرورت سے زیادہ سامان مسجد میں لاکر بکھیر دینا۔

[☆] مسجد کی بجلی، گیس اور پانی وغیرہ کا بے جا استعمال کرنا۔

[☆] مسجد میں سگریٹ وحقہ پینا۔

[☆] اعتکاف کی حالت میں فحش یا بیکار اور جھوٹے قصے کہانیوں یا اسلام کے خلاف مضامین پر مشتمل لٹریچر، تصویر دار اخبارات ورسائل یا اخبارات کی جھوٹی خبریں مسجد میں لانا، رکھنا، پڑھنا، سننا۔

[☆] اجرت کے ساتھ حجامت بنانا اور بنوانا، لیکن اگر کسی کو حجامت کی ضرورت ہے اور بغیر معاوضہ کے بنانے والا میسر نہ ہو تو ایسی صورت اختیار کی جاسکتی ہے کہ حجامت بنانے والا مسجد سے باہر رہے اور معتکف مسجد کے اندر۔

اعتکاف کے دوران ذکر واذکار اور عبادات کی ترتیب

[☆] اعتکاف کے دوران قرآن مجید کی تلاوت خوب کثرت سے کرنا۔

[☆] تیسرے کلمے (یعنی: سبحان اللّٰہ، الحمد للّٰہ، اللّٰہ اکبر ، لا الہ الا اللّٰہ، لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ) کی تسبیح صبح وشام،

[☆] استغفر اللہ ، درود شریف، آیت کریمہ، اور سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم، کی تسبحات کرتے رہنا۔

[☆] اور تمام نوافل تہجد، اشراق، چاشت، اوابین، اور صلاۃ التسبیح کا بھی اہتمام کرنا۔

[☆] پڑھنا جانتے ہوں تو دینی کتب کا مطالعہ بھی کر سکتے ہیں۔

☆☆☆............☆☆............☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆☆☆..........طاق راتوں اور لیلۃ القدر کی اہمیت وفضیلت..........☆☆☆

پورے رمضان المبارک میں آخری عشرہ، اور پھر آخری عشرے میں طاق راتیں، پورے ماہ مبارک کے مقابلے میں اہمیت کی حامل ہیں، آخری عشرے کی سب سے اہم فضیلت وخصوصیت یہ ہے کہ اس میں ایک ایسی رات پائی جاتی ہے جو ہزار مہینوں سے بھی زیادہ افضل ہے اور اسی رات میں قرآن مجید جیسا بے مثال وبے نظیر تحفہ دنیائے انسانیت کو ملا۔ اس مبارک رات کو ''لیلۃ القدر'' کا نام دیا گیا ہے۔

☆☆..........لیلۃ القدر نام کیوں رکھا گیا؟..........☆☆

امام قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر[الجامع لأحکام القرآن المعروف بـ تفسیر القرطبيُ: ۲۲/۳۹۲] میں اس رات کا نام لیلۃ القدر متعین ہونے کی کئی وجوہات ذکر کی ہیں، ان میں چند ذیل میں نقل کی جاتی ہیں:

[☆] لیلۃ القدر کا مطلب ہے قدر اور تعظیم والی رات ہے، یعنی: خصوصیتوں اور فضیلتوں کی بنا پر یہ قدر والی رات ہے۔ وَقِیلَ :سُمِّیَتْ بِذَلِکَ لِأَنَّ لِلطَّاعَاتِ فِیهَا قَدْرًا عَظِیمًا، وثوابا جزیلا .

[☆] امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''إِنَّمَا سُمِّیَتْ بِذٰلِکَ لِعِظَمِهَا وَقَدْرِهَا وَشَرَفِهَا'' . کہ قدر کا معنی مرتبہ کے ہیں، چونکہ یہ رات باقی راتوں کے مقابلے میں شرف ومرتبہ کے لحاظ سے بلند ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس رات کی جلالت ومنزلت اور مقام ومرتبہ کی بنا پر اس کا نام ''لیلۃ القدر'' رکھا ہے۔ چنانچہ جو بھی اس رات میں بیدار رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا وہ بھی اللہ کے نزدیک قدر وشان والا ہو جائے گا۔

[☆] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: ''إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَی یَقْضِی الْأَقْضِیَةَ فِيْ لَیْلَةِ نِصْفِ شَعْبَانَ، وَیُسَلِّمُهَا إِلَی أَرْبَابِهَا فِيْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ''.کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو تمام فیصلے فرما لیتا ہے اور چونکہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک سال کی تقدیر و فیصلے کا قلمدان فرشتوں کو سونپا جاتا ہے، اس وجہ سے اس رات کو ''لیلۃ القدر'' کہا جاتا ہے۔

[☆] اس رات کو قدر کے نام سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے: وَقِیلَ : سُمِّیَتْ بِذَلِکَ لِأَنَّهُ أَنْزَلَ فِیهَا کِتَابًا ذَا قَدْرٍ، عَلَی رَسُولٍ ذِی قَدْرٍ، عَلَی أُمَّةٍ ذَاتِ قَدْرٍ . رجمہ: اس رات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قابل قدر کتاب قابل قدر امت کے لیے صاحبِ قدر رسول کی معرفت نازل فرمائی۔

[☆] قدر کا معنی تنگی کا بھی آتا ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے امام خلیلؒ فرماتے ہیں: ''لِأَنَّ الْأَرْضَ تَضِیقُ فِیهَا بِالْمَلَائِکَةِ'' . اسے قدر والی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس رات آسمان سے فرش زمین پر اتنی کثرت کے ساتھ فرشتوں کا نزول ہوتا ہے کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے۔

[☆] امام ابو بکر الوراقؒ اس رات کو ''قدر'' کہنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''سُمِّیَتْ بِذَلِکَ لِأَنَّ مَنْ لَمْ یَکُنْ لَهُ قَدْرٌ وَلَا خَطَرٌ یَصِیرُ فِيْ هَذِهِ اللَّیْلَةِ ذَا قَدْرٍ إِذَا أَحْیَاهَا''.کہ یہ رات عبادت کرنے والے کو صاحبِ قدر بنا دیتی ہے، اگرچہ وہ پہلے اس لائق نہیں تھا۔

☆☆..........لیلۃ القدر کے فضائل..........☆☆

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس رات کی فضیلت میں اپنے کلام پاک کی پوری ایک سورۃ نازل فرمائی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ . وَمَآ اَدْرٰکَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ . لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ . تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ کُلِّ اَمْرٍ . سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ .[القدر: ۱-۵]﴾ ہم نے قرآن کریم کو شب قدر میں نازل کیا ہے۔ آپ کو کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔ اس شب میں فرشتے اور روح (حضرت جبریل) اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لیے اترتے ہیں، یہ رات سراسر سلامتی ہے اور فجر

کے طلوع ہونے تک رہتی ہے ﴾۔

[☆] شب قدر کی فضیلت بے شمار آیات واحادیث سے ثابت ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِه''[صحيح البخاري، الرقم: ٢٠١٤]. ترجمہ: جو شخص رمضان کے روزے ایمان اور احتساب (حصول اجر وثواب کی نیت) کے ساتھ رکھے، اس کے اگلے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔اور جو لیلۃ القدر میں ایمان واحتساب کے ساتھ نماز میں کھڑا رہے اس کے بھی اگلے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

[☆] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''إِنَّ هَذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ، وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا إِلَّا مَحْرُومٌ'' [سنن ابن ماجة، الرقم: ١٦٤٤] ترجمہ: ''یہ مہینہ (رمضان کا) تم کو ملا ہے، اس میں ایک رات ہے جو ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔جو اس (رات کی خیروں) سے محروم رہا، گویا وہ تمام خیر سے محروم رہا، اور اس کی خیر وبرکت سے کوئی (حقیقی) محروم ہی محروم رہ سکتا ہے''۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی مبارک رات کی تلاش کے لیے آخری عشرے کا اعتکاف فرماتے تھے اور آخری عشرہ میں پوری پوری رات عبادت میں مشغول رہتے تھے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تو سید الرسل اور محبوب رب العالمین تھی، وہ اللہ کے نزدیک مقبول اور بخشے بخشائے تھے، لیکن آپ پھر بھی اللہ کی رضا کی تلاش میں اتنی جدوجہد فرماتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہمارے لیے اسوہ اور نمونہ ہے۔اللہ تعالی کی رحمت ومغفرت کے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی زیادہ محتاج ہیں۔لہٰذا، ہمیں تو اس رات کی تلاش میں خوب سے خوب جستجو کرنا چاہیے اور آخری عشرہ کی راتوں کو ذکر وعبادت میں گزارنا چاہیے۔

☆☆ یہ مبارک رات کیوں عطاء ہوئی؟ ☆☆

اس رات کے حصول کا سب سے اہم سبب تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس امت پر شفقت اور غم خواری ہی ہے۔

موطا امام مالک میں ہے: ''إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أُرِيَ أَعْمَارَ النَّاسِ قَبْلَهُ، أَوْ مَا شَاءَ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ، فَكَأَنَّهُ تَقَاصَرَ أَعْمَارَ أُمَّتِهِ أَنْ لَا يَبْلُغُوا مِنَ الْعَمَلِ، مِثْلَ الَّذِي بَلَغَ غَيْرُهُمْ فِيْ طُولِ الْعُمُرِ، فَأَعْطَاهُ اللّٰهُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ''[المؤطا للإمام مالك: الرقم: ١١٤٥]. ترجمہ: جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو سابقہ امتوں کے لوگوں کی لمبی لمبی عمروں کے بارے بتلایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مقابلے میں اپنی امت کے لوگوں کی عمر کو کم دیکھتے ہوئے یہ خیال فرمایا کہ میری امت کے لوگ اتنی کم عمر میں سابقہ امتوں کے برابر عمل کیسے کر سکیں گے؟ (پس) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی کے دربار اقدس میں اپنی امت کے لیے آرزو کرتے ہوئے جب یہ دعا فرمائی کہ اے میرے رب! میری امت کے لوگوں کی عمریں کم ہونے کی وجہ سے نیک اعمال بھی کم رہ جائیں گے تو اس پر اللہ تعالی نے شب قدر عنایت فرمائی، جو ہزار مہینے سے افضل ہے۔

لیلۃ القدر کا ملنا فقط آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی خصوصیت ہے۔امام جلال الدین سیوطیؒ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''إِنَّ اللّٰهَ وَهَبَ لِأُمَّتِيْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ لَمْ يُعْطَهَا مَنْ كَانَ قَبْلَهُمْ'' [الدر المنثور: ٦/٣٧١]. ترجمہ: یہ مقدس رات اللہ تعالی نے فقط میری امت کو عطا فرمائی ہے سابقہ امتوں میں سے یہ شرف کسی کو بھی نہیں ملا۔

چناں چہ! اس رات کو رمضان اور خاص کر اس کے آخری عشرہ میں تلاش کرنا مستحب ہے۔

☆☆ لیلۃ القدر ہوتی کب ہے؟ ☆☆

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ

رَمَضَانَ" [صحيح البخاري، الرقم: ٢٠١٧] ترجمہ: شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ڈھونڈو۔

پھر احادیث کی روشنی میں شب قدر کے آخری عشرہ میں بھی طاق راتوں میں وقوع کا زیادہ امکان معلوم ہوتا ہے۔

ابوسلمہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے پوچھا، وہ میرے دوست تھے،"اِعْتَكَفْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْعَشْرَ الْأَوْسَطَ مِنْ رَمَضَانَ، فَخَرَجَ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ فَخَطَبَنَا، وَقَالَ: إِنِّي أُرِيتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، ثُمَّ أُنْسِيتُهَا أَوْ نُسِّيتُهَا، فَالْتَمِسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ فِي الْوَتْرِ" [صحيح البخاري، الرقم: ٢٩١٦]. انہوں نے جواب دیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ رمضان کے دوسرے عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھے۔ پھر بیس تاریخ کی صبح کو نبی کریم ﷺ اعتکاف سے نکلے اور ہمیں خطبہ دیا آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی، لیکن بھلا دی گئی یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) میں خود بھول گیا۔ اس لیے تم اسے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

حضرات محدثین وعلماء فرماتے ہیں کہ شب قدر سے متعلق روایات کثرت سے مروی ہیں اور ان کے مجموعہ سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ شب قدر ہر سال منتقل ہوتی رہتی ہے، اور طاق راتوں میں اس کا امکان زیادہ ہوتا ہے جب کہ بعض احادیث میں ستائیسویں رات کو شب قدر ہونے کی بات بھی وارد ہوئی ہے۔ جیسا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے شب قدر کے متعلق فرمایا:"لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ" [سنن أبي داؤد، الرقم: ١٣٨٦]

☆☆ لیلۃ القدر کی علامتیں ☆☆

شب قدر کی دو اہم علامتیں کتب احادیث میں مذکور ہیں: ایک یہ کہ رات نہ بہت زیادہ گرم اور نہ بہت زیادہ ٹھنڈی ہوتی ہے اور دوسری یہ کہ شب قدر کے بعد والی صبح کو سورج کے طلوع ہونے کے وقت سورج کی شعاعیں، یعنی: کرنیں نہیں ہوتی ہیں۔

نوٹ: اختلافِ مطالع کے سبب مختلف ملکوں اور شہروں میں شبِ قدر مختلف دنوں میں ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں، کیونکہ ہر جگہ وملک کے اعتبار سے جو رات شبِ قدر قرار پائے گی، اُس جگہ اُسی رات میں شبِ قدر کی برکات حاصل ہوں گی، ان شاء اللہ العزیز۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی بے پایاں مصلحت وحکمت سے شب قدر کو مخفی رکھا ہے۔ اس کو مخفی رکھنے میں شاید ہماری طلب اور ذوق جستجو کا امتحان مقصود ہے۔ اگر کوئی شخص خلوصِ نیت اور صدقِ دل سے کوشش کرے، چاہے اسے علم ہو یا نہ ہو، تو ان شاء اللہ وہ محروم نہیں رہے گا۔ اہل ذوق کے یہاں تو سارا معاملہ ذوقِ طلب اور شوقِ جستجو ہی کا ہے۔

☆☆ لیلۃ القدر کی ایک اہم دعا ☆☆

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے کہا کہ اگر مجھے شب قدر کا علم ہو جائے تو اس رات میں میں اللہ تعالیٰ سے کیا دعا کروں؟ تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:" اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيمٌ، تُحِبُّ الْعَفْوَ، فَاعْفُ عَنِّي "، ترجمہ: اے اللہ تو معاف کرنے والا کرم والا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے، لہٰذا مجھے معاف کردے۔ (سنن ترمذی، الرقم: ۳۵۱۷)

خلاصہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رات رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے۔ لہٰذا اس آخری عشرہ کا، بالخصوص طاق راتوں کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے دیں۔ ان بقیہ ایام میں پانچوں نمازوں کو باجماعت پڑھنے کا اہتمام کریں، دن میں روزہ رکھیں، قرآن پاک کی تلاوت خوب سے خوب کریں، رات کا بڑا حصہ عبادت میں گزاریں، تراویح اور صبح سحری میں نمازِ تہجد کا اہتمام کریں، اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔ اپنے اور امت مسلمہ کے لیے خوب دعائیں کریں۔ قرآن کی تلاوت زیادہ سے زیادہ کریں۔

☆☆☆ ☆☆ ☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆☆☆............ شب قدر میں بخشش سے محروم لوگ [اول] ....☆☆☆

علامہ منذری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الترغیب والترہیب'' میں ایک لمبی حدیث نقل کی ہے، جس کا کچھ حصہ ملاحظہ فرمائیں، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ''حق تعالیٰ شانہ رمضان شریف میں روزانہ افطار کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے خلاصی مرحمت فرماتے ہیں، جو جہنم کے مستحق ہو چکے ہوتے ہیں، اور جب رمضان کا آخری دِن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے آخری رمضان تک جس قدر لوگ جہنم سے آزاد کیے گئے ہوتے ہیں اُن کے برابر اُس ایک دِن میں آزاد فرماتے ہیں۔

اور جس رات شبِ قدر ہوتی ہے تو اُس رات حق تعالیٰ شانہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو (زمین پر اُترنے کا) حکم فرماتے ہیں، وہ فرشتوں کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ زمین پر اُترتے ہیں، اُن کے ساتھ ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے، جس کو کعبہ کے اوپر کھڑا کرتے ہیں۔

حضرت جبرئیلؑ کے سو/100 بازو ہیں جن میں سے دو بازو صرف اِسی ایک رات میں کھولتے ہیں، جن کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیتے ہیں، پھر حضرت جبرئیلؑ فرشتوں سے فرماتے ہیں: جو مسلمان آج کی رات کھڑا ہو یا بیٹھا ہو، نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر کر رہا ہو اُس کو سلام کریں اور اُس سے مصافحہ کریں اور اُس کی دُعاؤں پر آمین کہیں، صبح تک یہی حالت رہتی ہے، جب صبح ہو جاتی ہے تو حضرت جبرئیلؑ آواز دیتے ہیں: اے فرشتوں کی جماعت! اب کوچ کرو اور چلو، فرشتے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے احمد کی اُمت کے مؤمنوں کی حاجتوں اور ضرورتوں میں کیا معاملہ فرمایا؟ وہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اِن پر توجہ فرمائی اور چار شخصوں کے علاوہ سب کو معاف فرما دیا۔ صحابہ نے عرض کیا: وہ چار شخص کون سے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **1۔** ایک وہ شخص جو شراب کا عادی ہو۔ **2۔** دوسرا وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو۔
3۔ تیسرا وہ شخص جو قطع رحمی کرنے والا اور ناطہ توڑنے والا ہو۔ **4۔** چوتھا وہ شخص جو (دِل میں) کینہ رکھنے والا ہو، اور آپس میں قطع تعلق کرنے والا ہو''۔

حدیث مبارکہ کو سامنے رکھتے ہوئے بہت ہی زیادہ فکر کا مقام ہے کہ پورے رمضان المبارک کا نچوڑ ''شب قدر'' ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں، برکتیں اور مغفرتیں موسلا دھار بارش کی طرح برستی ہیں، اگر اس موقع پر بھی کوئی بدنصیب ایسا ہو جس کی مغفرت نہ ہو سکے تو شاید اس سے بڑا محروم اور بدنصیب کوئی اور نہ ہو۔

ہم تھوڑا سا غور کر لیں کہ کہیں ہم میں سے کوئی ان چار مہلک گناہوں میں تو مبتلا نہیں؟؟ اگر ہیں تو خدارا رمضان المبارک کی کچھ ساعتیں باقی ہیں، اپنے آپ کو ان برائیوں سے دور کر لیں، اللہ کے حضور توبہ کر لیں تاکہ ہم اس مبارک مہینے میں محروم رہ جانے والے لوگوں میں شامل ہونے سے بچ سکیں، **ورنہ یاد رکھیں کہ** احادیث مبارکہ کی روشنی میں عید الفطر کے مجمع میں جب کہ لاکھوں لوگوں کی بخشش ہوتی ہے، اس وقت بھی اِن بدنصیبوں کی مغفرت نہیں ہو پاتی۔ حتیٰ کہ یہی وہ بدنصیب ہوتے ہیں جن کے بارے میں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کی ہلاکت کی بددعا اور اس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین کی مہر لگ جاتی ہے، اور یہ اَزلی بدبختوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔

ذیل میں اُن چاروں گناہوں پر کچھ روشنی ڈالی جاتی ہے، تاکہ ہم اپنے آپ کو اور اپنے گرد و نواح میں موجود ان گناہوں میں مبتلا لوگوں کو بچانے کے لیے کچھ نہ کچھ کر سکیں۔

............((شراب پینے والا))............

ایک مسلمان کے لیے جس طرح نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی فرضیت کا عقیدہ رکھنا، ان کا علم حاصل کرنا اور ان پر عمل کرنا فرض اور ضروری ہے، اسی طرح شراب، جوا، سود، زنا اور چوری کی حرمت کا عقیدہ رکھنا، اس کی حرمت کا علم حاصل کرنا اور اس سے بچنا بھی فرض اور ضروری ہے۔

مفتی محمد راشد ڈسکوی غفرلہ، (0300-7798967) مفتی محمد اُویس حفظہ اللہ، (0323-3693369)

زمانہ جاہلیت میں شراب لوگوں کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، معاشرے کا ایک بڑا طبقہ بُری طرح اس کا عادی تھا، اور یہ بات ظاہر ہے کہ شراب کے عادی لوگوں کے لیے اس سے جان چھڑانا اور اس سے بچنا ممکن نہیں ہوتا، اس کی لت کو ختم کرنا آسان نہیں ہوتا، چنانچہ اس کے نتیجے میں بے شمار مفاسد و جرائم بھی عام تھے، چونکہ عرب میں شراب کا رواج انتہاء کو پہنچ چکا تھا اور اس کا دفعۃً چھڑا دینا مخاطبین کے لحاظ سے سہل نہ تھا، اس لیے جب اسلام آیا تو نہایت حکیمانہ تدریج سے اولاً قلوب میں اس کی نفرت بٹھائی گئی اور آہستہ آہستہ حکم تحریم سے مانوس کیا گیا، اور بالآخر اس کے بالکلیہ حرام ہونے کا قطعی فیصلہ سنا دیا گیا، شراب کے نفع ونقصان، حلال وحرام ہونے کے اوقات، پھر قطعی طور پر ممانعت کا حکم اور حرمت وممانعت کی حکمت کا ذکر قرآن کریم میں تین مقامات پر آیا ہے:

[1] ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ، قُلْ فِيْهِمَآ إِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَآ أَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا. (البقرہ:۲۱۹)﴾

ترجمہ: ”(اے پیغمبر) لوگ تم سے شراب اور جوئے کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ ان میں نقصان بڑے ہیں اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں مگر ان کے نقصان فائدوں سے کہیں زیادہ ہیں“۔

اس آیت میں شراب کی بابت سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا کہ اگرچہ شراب اور قمار میں کچھ فائدہ ہے، لیکن ان کا گناہ اور نقصان ان کے فائدہ سے شدید تر ہے۔ ہر آدمی جانتا ہے کہ شراب پینے سے عقل جاتی رہتی ہے اور یہی عقل ہی انسان کو تمام برائیوں اور افعال شنیعہ سے بچاتی ہے۔

اس آیت کے نزول کے بعد بہت سی محتاط طبیعتوں نے مستقل طور پر شراب نوشی ترک کردی، پھر کسی موقع پر نماز مغرب ہو رہی تھی، امام صاحب نے نشہ کی حالت میں سورۃ الکافرون میں ﴿لاأَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ﴾ کی جگہ ﴿أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ﴾ پڑھا، جس سے معنیٰ میں بہت زیادہ تبدیلی آگئی، یعنی: شرک سے اظہار برأت کی جگہ شرک کا اظہار لازم آیا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً یہ آیت نازل فرمائی:

[2] ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لاتَقْرَبُوْا الصَّلٰوةَ وَأَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ. (النساء:۴۳)﴾

ترجمہ: ”اے ایمان والو! نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس وقت کہ تم نشہ میں ہو، یہاں تک کہ سمجھنے لگو جو کہتے ہو“۔

چونکہ اس آیت سے بھی شراب کی ناپسندیدگی کا اظہار ہوتا ہے، جس کی بنا پر بہت سے حضرات صحابہ کرامؓ نے بالکلیہ شراب نوشی ترک کردی اور بہت سوں نے نماز عصر اور نماز مغرب کے بعد شراب پینا اس لیے چھوڑ دیا کہ ان نمازوں کے اوقات قریب قریب ہیں۔

بہرحال قرآن کریم کے اشارات اور قرائن سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ عنقریب شراب کی حرمت کا قطعی حکم نازل ہونے والا ہے، اس لیے حضرت عمرؓ نے ان ہر دو آیات کے نزول کے بعد یہ دعا کی: ”اللّٰهم بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَاناً شَافِياً“ اے اللہ! شراب کے بارہ میں فیصلہ کن حکم فرما دیجئے۔ چنانچہ تیسرے مرحلہ پر سورۃ المائدہ کی یہ آیات نازل ہوئیں:

[3] ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ، إِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ، فَهَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ، وَأَطِيْعُوْا اللهَ وَأَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا، فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْآ أَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ. (المائدہ:۹۰-۹۲)﴾

ترجمہ: ”اے ایمان والو! بیشک شراب اور جوا اور (عبادت کے لیے) نصب کیے گئے بُت اور (قسمت معلوم کرنے کے لیے) فال کے تیر (سب) ناپاک شیطانی کام ہیں۔ سو تم ان سے (کلیتاً) پرہیز کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ، شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہارے آپس میں دشمنی اور رنجش ڈلوا دے اور تمہیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے، تو تم کو (ان کاموں سے) باز رہنا چاہیے اور خدا کی فرمانبرداری اور رسولِ (خدا) کی اطاعت کرتے رہو اور ڈرتے رہو اگر منہ پھیرو گے تو جان رکھو کہ ہمارے پیغمبر کے ذمے تو صرف پیغام کا کھول کر پہنچا دینا ہے

مشکوۃ المصابیح کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ سورۃ المائدۃ کی ان آیات میں شراب کی حرمت پر سات دلائل دیئے گئے ہیں:

[1] قرآن کریم نے شراب کو ”رِجس“ کہا ہے اور ”رِجس“ کا معنی نجاست اور گندگی آتا ہے، اور ہر آدمی جانتا ہے کہ ہر نجاست وگندگی شریعت

مطہرہ اور عقلِ سلیم کے نزدیک حرام ہے۔

[2] اللہ تعالیٰ نے شراب کو "عَمَلُ الشَّیْطَانِ" فرمایا ہے اور شیطان کا ہر عمل حرام ہے۔

[3] قرآن کریم کا حکم ہے: ﴿فَاجْتَنِبُوْهُ﴾ اور اللہ تعالیٰ جس چیز سے بچنے کا حکم فرمائیں تو وہ حرام ہوتی ہے۔

[4] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ جس چیز کے اجتناب سے فلاح اور کامیابی متعلق ہو، اس کا کرنا حرام ہے۔

[5] قرآن کریم کہتا ہے: ﴿إِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالبَغْضَآءَ فِيْ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ﴾ اور جو چیز مسلمانوں میں بغض اور عداوت کا سبب بنے تو وہ حرام ہوتی ہے۔

[6] قرآن کریم کا بیان ہے: ﴿وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ﴾ اور جس چیز کے ذریعے شیطان مسلمانوں کو اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے، وہ چیز حرام ہوتی ہے۔

[7] اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿فَهَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ یہ ﴿اِنْتَهُوْا﴾ امر کے معنی میں ہے، یعنی: رُک جاؤ۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جس چیز سے رکنے کا فرما دیں تو پھر اس چیز کا کرنا حرام ہوتا ہے۔

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہ مذکورہ بالا آیات کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

"دیکھیے! اس آیت کریمہ میں شراب کی حرمت کس مؤثر انداز سے بیان فرمائی ہے، کسی حرام اور ممنوع چیز کی حرمت کا اعلان اس انداز سے نہیں کیا گیا اور ساتھ ہی ساتھ ممانعت کی علت وحکمت بھی دینی ودنیوی دونوں پہلو سے بیان فرمادی، کسی تشریح وتفسیر کے بغیر صرف ترجمہ سمجھ کر اس آیت کو بار بار پڑھیے اور سوچیے کہ کتنا بلیغ پیرایہ بیان اختیار کیا گیا ہے"۔ (بصائر وعبر، ۲/۶۹)

حضرت بنوریؒ مزید لکھتے ہیں:

"غور فرمایا جائے کہ حرمت کے اعلان کے لیے کتنا مؤثر وبلیغ طرز اختیار فرمایا گیا ہے، ان حقائق کے بعد کتنا احمقانہ خیال ہے اور کتنا جاہلانہ تصور ہے کہ یہ کہا جائے کہ قرآن کریم نے نہ تو صریح حرام کا لفظ استعمال کیا ہے اور نہ ہی ان محرمات کا جہاں ذکر ہے، وہاں بیان کیا ہے۔ اثم، رجس، اجتناب انتہاء، عمل شیطان، سببِ بغض وعداوت، نماز وذکر اللہ سے غفلت کا باعث، وغیرہ، وغیرہ تعبیرات سے کیا ایک لفظ حرام زیادہ مؤثر ہوسکتا ہے؟ کیا کسی چیز کی ممانعت کی ایک ہی تعبیر ہوسکتی ہے؟ کل کو "زنا" کے بارے میں بھی کہا جائے گا کہ حرام کا لفظ کہاں ہے؟ وہاں تو صرف "لَاتَقْرَبُوْا الزِّنَا" کا حکم ہے، وغیرہ وغیرہ۔ کیا اس قسم کے خرافات علمی دلائل کے سامنے کچھ وقعت رکھتے ہیں؟ بعض خرد باختہ اونچے منصب والوں سے میں نے خود سنا ہے کہ جس چیز میں حکومت کا انٹرسٹ ہو یا خارجی سیاست کا تقاضا ہو، اس پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی۔ إنا لله وإنا إليه راجعون"۔ (بصائر وعبر: ۲/۶۹)

__لیلۃ القدر میں محروم ہوجانے والے لوگوں میں سب سے پہلا__ وہ شخص بتایا گیا ہے جو شراب پینے والا ہو۔ احادیث مبارکہ میں شراب پینے کو گناہ کبیرہ بتایا گیا ہے، اس کے پینے وپلانے والے پر لعنت وارد کی گئی ہے، یہ صرف ایک گناہ کبیرہ ہی نہیں؛ بلکہ یہ بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے، اس کو "ام الخبائث" بھی کہا گیا ہے، ایک حدیث پاک میں ہے کہ: میری امت میں کچھ لوگ شراب پئیں گے، اور شراب کو دوسرا نام دیں گے، اور ان کے سامنے ناچنے اور گانے والی عورتیں ہوں گی، ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ زمین میں دھنسا دیں گے، یا ان کو بندر اور خنزیر بنادیں گے۔ لہٰذا شراب یا دیگر نشہ پیدا کرنے والی سب چیزیں، مثلاً: وہسکی، ہیروئن، بھنگ، وغیرہ سب حرام ہیں۔ آج موجودہ دور میں اس حدیث کے مناظر پوری طرح ہمارے سامنے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

بے شمار احادیث مبارکہ میں شراب کی مذمت اور برائی میں جو کچھ وارد ہوا ہے اُس کا خلاصہ ذیل میں قلم بند کیا جاتا ہے: [☆] شرابی جنت میں داخلے سے محروم ہے، [☆] شرابیوں کو دوزخیوں کے زخموں کی گندگی پلائی جائے گی، [☆] شرابی کی نماز قبول نہیں، [☆] شراب نوشی ترک نہ کرنے والوں

کے خلاف جہاد کا حکم ہے، [☆] شراب بیماریوں کے بڑھانے کا سبب ہے، [☆] شراب پینا، [☆] پلانا، [☆] بیچنا، [☆] خریدنا، [☆] بنانا، بنوانا، [☆] لانا، [☆] اور منگوانا یہ سب کام موجبِ لعنت اور حرام ہیں۔

اسی طرح ایک مسلمان کے حق میں جب شراب حرام ہے تو اُسے بیچ کر اُس کی قیمت، نفع، ٹیکس یا زرِمبادلہ حاصل کرنا بھی حرام ہے، اور یہ کہ شراب بیچنے والا اور خنزیر بیچنے والا دونوں حکم میں برابر ہیں، کیونکہ دونوں چیزیں مسلمان کے حق میں حرام اور نجس العین ہیں۔

((والدین کی نافرمانی کرنے والا))

لیلۃ القدر میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت سے محروم رہنے والا دوسرا وہ شخص ہے جو والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو، والدین کی نافرمانی بہت سخت گناہ ہے، یہ بھی گناہ کبیرہ ہے، کئی احادیث مبارکہ میں والدین کی نافرمانی پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''احسان جتلانے والا، والدین کا نافرمان، اور شراب پینے والا جنت میں داخل نہ ہوگا''۔ (نسائی)۔ قرآن پاک میں تو والدین کے سامنے اُف تک کہنے سے منع کیا گیا ہے، آج کل والدین کی نافرمانی، اُن کے آگے بولنا، اُن کے حقوق ادا نہ کرنا عام ہوگیا ہے، اس سے اجتناب از حد ضروری ہے، وگرنہ دنیا و آخرت کا وبال اس کا مقدر بنے گا۔

جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''**ثَلٰثَةٌ قَد حرَّمَ اللّٰهُ عَلَيهِمُ الْجنَّةَ، مُدْمِنُ الْخَمرِ والْعَاقُّ والدَّيُّوثُ الَّذِی يُقِرُّ فِی أَهْلِهِ الْخُبُثَ**. [مسند أحمد، الرقم: ٥٣٧٢] **ترجمہ**: ''اللہ تعالیٰ نے تین شخصوں پر جنت حرام کردی ہے، شراب خور، والدین کا نافرمان اور وہ دیوث، جو اپنے گھر میں گندگی کو برداشت کرتا ہے''۔

والدین کی نافرمانی سے بچتے ہوئے ان کا احترام کیا جائے، ان کی خدمت کی جائے، ان کو عزت دی جائے، ان کو عزت دینے کا طریقہ یہ ہے کہ:
[☆] والدین کی موجودگی میں اپنے فون کو دور رکھیے۔ [☆] اُن کی باتوں کو توجہ سے سنیے۔ [☆] اُن کی رائے کو مقدم رکھیے۔ [☆] اُن کی گفتگو میں شامل رہیے۔ [☆] اُن کو عزّت سے دیکھیے۔ [☆] اُن کو ہمیشہ تعظیم دیجیے۔ [☆] اُن کے ساتھ اچھی خبر شیئر کیجیے۔ [☆] اُن کو بُری خبر بتانے سے پرہیز کیجیے۔ [☆] اُن کے دوستوں کے بارے میں اچھی باتیں کیجیے، اور اُن سے محبت رکھیے۔ [☆] اُن کی اچھی صفات اور عادات کو اکثر یاد کرتے رہیں۔ [☆] اُن کی دوبارہ کی جانے والی باتوں کو اس طرح سنیے کہ گویا پہلی بار سُن رہے ہوں۔ [☆] ماضی کی تلخ یادوں کو اُن کے ساتھ کبھی شیئر نہ کیجیے۔ [☆] اُن کی موجودگی میں اُنہیں نظرانداز کرکے کسی دوسرے سے گفتگو سے پرہیز کیجیے۔ [☆] اُن کے سامنے ادب سے بیٹھنے کی کوشش کیجیے۔ [☆] اُن کی رائے اور سوچ کے متعلق معمولی سا اختلاف بھی نہ کیجیے۔ [☆] جب وہ گفتگو کریں تو اُن کی بات کو مت کاٹیے۔ [☆] اُن کی موجودگی میں اپنے بچّوں کو ڈانٹنے، جھڑکنے اور مارنے سے گریز کیجیے۔ [☆] اُن کے حکم اور مشورے کو قبول کیجیے۔ [☆] اُن کی موجودگی میں صرف ان سے ہی راہنمائی لیجیے۔ [☆] اُن کے سامنے اپنی آواز کو ہرگز اونچا نہ ہونے دیجیے۔ [☆] اُن کے ساتھ چلتے ہوئے اُن سے آگے بڑھنے یا ان کے سامنے چلنے سے پرہیز کیجیے۔ [☆] کھانے کے وقت اُن سے پہلے کھانا شروع مت کیجیے۔ [☆] جب وہ خود کو کسی قابل نہ سمجھیں تو اُن کو یہ باور کروائیں کہ وہ آپ کے لیے قیمتی اور قابلِ احترام ہی ہیں۔ [☆] اُن کے سامنے بیٹھتے ہوئے اپنے پیر اُن کے سامنے مت پھیلایئے، اور نہ ہی اُن کی طرف پیٹھ کرکے بیٹھیں۔ [☆] اُن کے ساتھ بداَخلاقی سے بات مت کیجیے۔ [☆] اُن کی موجودگی میں خود کو ہرگز اکتاہٹ میں پڑا ہوا اور تھکا ہوا ظاہر نہ کیجیے۔ [☆] اُن کی غلطیوں اور بھول جانے پر کبھی بھی اپنے چہرے پر مسکراہٹ نہ آنے دیجیے۔ [☆] اُن سے بات کرتے وقت بہترین الفاظ کا چناؤ کیجیے۔ [☆] اُن کا نام لے کر اُنہیں مخاطب نہ کریں بلکہ اُن القابات سے اُن کو پکاریں جو وہ پسند کرتے ہوں۔ [☆] اُن کو ہر مقام میں مقدّم رکھیے اور ہر کسی پر اُنہی کو ترجیح دیجیے۔

آیئے! آج سے ہم اپنے قابلِ احترام ومحبت والدین کی ہرممکن خوشی کے لیے ہر جائز قدم اُٹھائیں گے، اُن کی بھرپور خدمت کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے حضور اُن کے لیے مسلسل دعائیں کرتے رہیں گے۔

☆☆☆............☆☆............☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆☆☆..........شبِ قدر میں بخشش سے محروم لوگ [دوم]..........☆☆☆

لیلۃ القدر جیسی بابرکت رات میں احادیث مبارکہ کی روشنی میں چار قسم کے افراد کی مغفرت نہیں ہوتی اور وہ اللہ تعالیٰ کی بے پناہ رحمتوں اور برکتوں میں سے کچھ کے بھی مستحق نہیں ہوتے، اُن چار افراد میں

1۔ **ایک وہ شخص**؛ جو شراب کا عادی ہو۔ 2۔ **دوسرا وہ شخص**؛ جو والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو۔

3۔ **تیسرا وہ شخص**؛ جو قطع رحمی کرنے والا اور ناطہ توڑنے والا ہو۔ 4۔ **چوتھا وہ شخص**؛ جو (دِل میں) کینہ رکھنے والا ہو۔

ان چاروں میں سے پہلے دو کا مفصل تذکرہ گذشتہ دن کیا جاچکا، آج کی مجلس میں بقیہ دو کا بھی جائزہ لیا جائے گا۔

..........☆☆..........((قطع رحمی کرنے والا))..........☆☆..........

لیلۃ القدر میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہونے والا تیسرا شخص وہ ہے جو اپنے رشتہ داروں سے قطع رحمی کرنے والا ہے، اپنے اعزہ واقرباء اور اپنے متعلقین کے حقوق ضروریہ ادا نہ کرنا **"قطع رحمی"** کہلاتا ہے، مثلاً: ان کے سلام کا جواب نہ دینا، بیماری کے وقت عیادت نہ کرنا، چھینک کا جواب نہ دینا، فوت ہوجانے پر بلا عذر اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھنا وغیرہ، یہ سب درجہ بدرجہ قطع رحمی میں شامل ہیں۔

اسلام وہ دینِ فطرت ہے جو انسانوں کو آپس میں مل جل کر رہنا سکھاتا ہے، ہمیں تو شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے آپس میں محبتیں اور الفتیں باٹنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جب ہم آپس میں پیار و محبت سے رہیں گے تو پھر سب میں خوشیاں تقسیم ہوں گی، اور اگر ہمارے دلوں میں نفرتیں ہوئیں تو پھر آپس میں دوریاں پیدا ہوں گی، شکوے شکایتیں ہوں گی اور رشتے داریاں ختم ہوتی چلی جائیں گی۔

صلہ رحمی کا مطلب ہے: رشتہ داروں سے تعلق جوڑنا۔ یعنی: اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا، اپنی ہمت کے بقدر ان کا مالی تعاون کرنا، ان کی خدمت کرنا، ان کی ملاقات کے لیے جاتے رہنا، وغیرہ۔ خلاصہ یہ کہ ان کے ساتھ بہتر تعلقات قائم رکھنا اور ان کی ہمدردی وخیر خواہی کے جذبات سے سرشار رہنا۔

[☆] عن أبي هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ : "ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ حَاسَبَهُ اللّٰهُ حِسَابًا يَسِيرًا وَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِهِ"، قَالُوا: لِمَنْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "تُعْطِي مَنْ حَرَمَكَ، وَتَعْفُو عَمَّنْ ظَلَمَكَ، وَتَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ". قَالَ: فَإِذَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ، فَمَا لِي يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: "أَنْ تُحَاسَبَ حِسَابًا يَسِيرًا وَيُدْخِلَكَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِهِ". (المستدرك على الصحيحين للحاكم، الرقم: ٢١٩٣)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین صفات ایسی ہیں کہ وہ جس شخص میں بھی ہوں اللہ تعالیٰ اس سے آسان حساب لے گا اور اسے اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کن (صفات والوں) کو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو تجھے محروم کرے تو اسے عطا کر، جو تجھ پر ظلم کرے تو اسے معاف کر، اور جو تجھ سے (رشتہ داری اور تعلق) توڑے تو اس سے جوڑ۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! اگر میں یہ کام کرلوں تو مجھے کیا ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تجھ سے حساب آسان لیا جائے گا اور تجھے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمادے گا۔

[☆] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ وَأَنْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ

فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ". [صحيح البخاري، الرقم: ٥٩٨٥] **ترجمہ:** جسے پسند ہے کہ اس کی روزی میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز کی جائے تو وہ صلہ رحمی کیا کرے۔

__اس کے برخلاف رشتہ ناطہ کو توڑ دینا اور رشتہ داری کا پاس ولحاظ نہ کرنا__ اللہ کے نزدیک حد درجہ مبغوض ہے، اسے قطع رحمی کہا جاتا ہے۔

[☆] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا: ''الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُولُ: مَنْ وَصَلَنِي وَصَلَهُ اللّٰهُ، وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللّٰهُ''. [صحيح مسلم، الرقم: ٦٥١٩] کہ "میدانِ محشر میں رحم (جو رشتہ داری کی بنیاد ہے) عرشِ خداوندی پکڑ کر یہ کہے گا کہ جس نے مجھے (دُنیا میں) جوڑے رکھا آج اللہ تعالیٰ بھی اُسے جوڑے گا (یعنی اُس کے ساتھ انعام وکرم کا معاملہ ہوگا) اور جس نے مجھے (دُنیا میں) کاٹا آج اللہ تعالیٰ بھی اُسے کاٹ کر رکھ دے گا (یعنی اُس کو عذاب ہوگا)"۔

ہمارے معاشرے میں قطع رحمی بڑھتی جارہی ہے، اچھے دین دار لوگ بھی رشتہ داروں کے حقوق کا خیال نہیں کرتے۔ جب کہ رشتہ داروں کے شریعت میں بہت سے حقوق بتائے گئے ہیں۔

[☆] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ حَتَّى إِذَا فَرَغَ مِنْ خَلْقِهِ، قَالَتِ الرَّحِمُ: هَذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيعَةِ، قَالَ: نَعَمْ؛ أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ أَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ، وَأَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ؟، قَالَتْ: بَلَى يَا رَبِّ! قَالَ: فَهُوَ لَكِ''. [صحيح البخاري، الرقم: ٥٩٨٧]

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا، (یعنی: اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو ان کی پیدائش سے پہلے ہی ان صورتوں کے ساتھ اپنے علم ازلی میں مقدر کردیا جن پر وہ پیدا ہوں گی،) جب اس سے فارغ ہوا تو رحم، یعنی: رشتہ ناتا کھڑا ہوا، (پروردگار نے فرمایا: کہہ کیا چاہتا ہے؟) رحم نے عرض کیا: یہ قطع رحمی کے خوف سے تیری پناہ کے طلب گار کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے (یعنی کہ میں تیرے روبرو کھڑا ہوں اور تیرے دامنِ عزت وعظمت کی طرف دستِ سوال دراز کیے ہوئے ہوں، تجھ سے اس امر کی پناہ چاہتا ہوں کہ کوئی شخص مجھ کو کاٹ دے اور میرے دامن کو جوڑنے کے بجائے اس کو تار تار کردے) پروردگار نے فرمایا: کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ جو شخص (رشتہ داری اور عزیزوں کے ساتھ حسنِ سلوک کے ذریعہ) تجھ کو قائم وبرقرار رکھے اور اس کو میں بھی اپنے احسان وانعام اور اجر وبخشش کے ذریعہ قائم وبرقرار رکھوں اور جو شخص رشتہ داری اور حقوق کی پامالی کے ذریعہ تجھ کو منقطع کردے، میں بھی (اپنے احسان وانعام) کا تعلق اس سے منقطع کرلوں؟ رحم نے عرض کیا کہ: پروردگار! بے شک میں اس پر راضی ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کہ یہ تیرے لیے ہے''۔

[☆] حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''قَالَ اللّٰهُ: أَنَا الرَّحْمٰنُ، وَهِيَ الرَّحِمُ، شَقَقْتُ لَهَا إِسْمًا مِنَ إِسْمِي، مَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ، وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ''. [سنن أبي داؤد، الرقم: ١٦٩٤] **ترجمہ:** ''کہ اللہ بزرگ وبرتر ارشاد فرماتا ہے کہ میں اللہ ہوں، میں رحمان ہوں (یعنی صفتِ رحمت کے ساتھ متصف ہوں) میں نے رحم یعنی رشتے ناتے کو پیدا کیا ہے اور اس کے نام کو اپنے نام یعنی رحمٰن کے لفظ سے نکالا ہے، لہٰذا جو شخص رحم کو جوڑے گا یعنی رشتہ ناتا کے حقوق ادا کرے گا تو میں بھی اس کو (اپنی رحمتِ خاص کے ساتھ) جوڑوں گا اور جو شخص رحم کو توڑے گا یعنی رشتے ناتے کے حقوق ادا نہیں کرے گا میں بھی اس کو (اپنی رحمت خاص سے) جدا کردوں گا''۔

[☆] حضرت جبیر بن مطعمؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ''. [سنن الترمذي،

الرقم: ١٩٠٩] ترجمہ:''قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا''۔

[☆] حضرت ابوبکرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''مَا مِنْ ذَنْبٍ أَحْرٰى أَنْ يُعَجِّلَ اللّٰهُ الْعُقُوبَةَ لِصَاحِبِهٖ فِي الدُّنْيَا، مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ، مِنَ الْبَغْيِ، وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ''. [مسند أحمد، الرقم: ٢٠٣٩٨] ترجمہ:''کوئی گناہ اس بات کے زیادہ لائق نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ارتکاب کرنے والے کو دنیا میں بھی اس کی سزا دے اور (مرتکب کو) آخرت میں بھی دینے کے لیے (اس سزا) کو اٹھا رکھے، ہاں! دو گناہ اس بات کے لائق ہیں: ایک؛ زنا کرنا اور دوسرا؛ ناتا توڑنا''۔

............☆☆............((کینہ، یعنی: بغض رکھنے والا))............☆☆............

لیلۃ القدر میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہونے والا چوتھا شخص وہ ہے جو دلوں میں کینہ رکھنے والا ہو۔ کسی شخص پر غصہ پیدا ہوا اور یہ شخص کسی وجہ سے اس پر غصہ نہ نکال سکے تو اس کی وجہ سے دل میں جو گرانی پیدا ہوتی ہے، اس کو ''**کینہ**'' کہتے ہیں، اسی کا دوسرا نام ''**بغض**'' بھی ہے، کینہ اور بغض دونوں ایک دوسرے کے مترادف ہیں، دشمنی، عداوت، حسد، جلن کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

کینہ وبغض محض ایک گناہ یا عیب نہیں؛ بلکہ یہ اور بہت سارے گناہوں کا مجموعہ ہے، امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غصہ سے کینہ اور کینہ سے آٹھ گناہ پیدا ہوتے ہیں،

(1) حسد، (2) شماتت، (3) سلام کا جواب نہ دینا، (4) حقارت کی نگاہ سے دیکھنا،

(5) غیبت، جھوٹ اور فحش گوئی کے ساتھ زبان دراز کرنا، (6) اس کے ساتھ مسخرا پن کرنا،

(7) موقع پاتے ہی اس کو ستانا، (8) اس کے حقوق ادا نہ کرنا۔ [کیمیائے سعادت]

اس کے علاوہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ، وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا، إِلَّا رَجُلًا كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ، فَيُقَالُ: أَنْظِرُوا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا، أَنْظِرُوا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا، أَنْظِرُوا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا''. [صحيح مسلم، الرقم: ٦٥٤٤] ترجمہ: پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں، پھر ہر اس بندہ کی مغفرت کر دی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتا، مگر وہ شخص جو کینہ رکھتا ہے اپنے بھائی سے، اس کی مغفرت نہیں ہوتی اور حکم ہوتا ہے ان دونوں کو دیکھتے رہو جب تک مل جائیں، ان دونوں کو دیکھتے رہو جب تک مل جائیں۔ (جب مل جائیں ان کی مغفرت ہو)۔

کینہ اور بغض دونوں مترادف ہیں، دشمنی، عداوت، اور جلن کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں، کسی سے کینہ اور بغض رکھنا تو شرعاً ممنوع ہے، ہاں اگر کوئی کسی دوسرے سے دینی یا دنیاوی مصلحت کے تحت بات چیت نہ کرے، اس شرط کے ساتھ کہ اس شخص کے دل میں دوسرے کے خلاف کوئی دشمنی، حسد، یا جلن نہ ہو اور نہ اس کا برا چاہتا ہو، نہ اس سے قطع تعلق کرنا مقصود ہو، بلکہ اصلاح وتنبیہ کی غرض سے ہو، یا اس کے شر سے بچنا مقصود ہو، تو شرعاً اس میں حرج نہیں۔ اور اعلیٰ بات یہ ہے کہ اگر کوئی برائی سے پیش آئے تو ہم اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کریں، اگر کوئی ظلم کرے تو ہم معاف کر دیں، اگر کوئی قطع رحمی کرے تو ہم اس کے ساتھ صلہ رحمی کریں،

حدیث میں ہے:''صِلْ مَنْ قَطَعَكَ، وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ، وَأَحْسِنْ إِلٰى مَنْ أَسَاءَ إِلَيْكَ''.

اور ایک روایت میں ہے: لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِي وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا''.

یعنی وہ شخص صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے جو برابر سرابر کا معاملہ کرنے والا ہو بلکہ صلہ رحمی کرنے والا دراصل وہ ہے جو دوسرے کے توڑنے پر صلہ رحمی کرے۔

جب کوئی شخص ہم پر تنقید کرتا ہے تو ممکن ہے کہ بظاہر تو چہرے پر مسکراہٹ لے آنے کے ساتھ ہم اُس تنقید کو برداشت کر لیں لیکن اس کے باوجود دل میں ایک گرہ باندھ لیں اور جب موقع ملے اُس تنقید کا بدلہ چکا دیں، **یہ کینہ ہے۔**

لیکن جب ہم اُس مقام پر آ جاتے ہیں کہ کوئی شخص ہمیں کتنا ہی برا بھلا کیوں نہ کہے ہماری جڑیں کتنی ہی کاٹ دے، ہم پر کتنے ہی الزامات لگائے، ہمیں کتنا ہی نقصان پہنچائے، ہم اسے برا نہیں سمجھتے بلکہ اس کے لیے بہتر کلمات کہتے اور اللہ کے حضور اس کے لیے دعا گو رہتے ہیں۔ یہ رویہ اس بات کا غماز ہے کہ اس شخص کے خلاف ہمارے دل سے کینہ ختم ہو گیا، کیوں کہ اس کے برے سلوک کا ہمارے دل پر کوئی اثر نہیں آ رہا کہ اس کی بدسلوکی یاد رہ جائے۔ جب برا سلوک یاد ہی نہیں ہو گا تو ہم بدلہ لینے کا بھی نہیں سوچیں گے۔

اس بیماری سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ جیسے ہی کسی پر غصہ آئے فوراً اس کو معاف کر دیا جائے، ہرگز اس کے خلاف کسی بات کو دل میں نہ رہنے دیا جائے، اور اس سے میل جول اور سلام و کلام شروع کر دیا جائے۔ ان شاء اللہ اس بیماری سے بچ جائیں گے۔

ہم تھوڑا سا غور کر لیں کہ کہیں ہم میں سے کوئی ان چار مہلک گناہوں میں تو مبتلا نہیں؟؟ اگر ہیں تو خدارا رمضان المبارک کی کچھ ساعتیں باقی ہیں، اپنے آپ کو ان برائیوں سے دور کر لیں، اللہ کے حضور توبہ کر لیں تا کہ ہم اس مبارک مہینے میں محروم رہ جانے والے لوگوں میں شامل ہونے سے بچ سکیں، **ورنہ یاد رکھیں** کہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں عید الفطر کے مجمع میں جب کہ لاکھوں لوگوں کی بخشش ہوتی ہے، اس وقت بھی اِن بدنصیبوں کی مغفرت نہیں ہو پاتی۔ حتیٰ کہ یہی وہ بدنصیب ہوتے ہیں جن کے بارے میں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کی ہلاکت کی بددعا اور اس پر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین کی مہر لگ جاتی ہے، اور یہ اَزلی بدبختوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی ان برائیوں سے مکمل حفاظت فرمائے، تا کہ ہم رمضان المبارک میں اللہ کی رحمتوں سے حصہ لینے والے بن سکیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆☆☆............نفل نمازوں کے فضائل واَحکام............☆☆☆

رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ کا خاص قربِ ایمان والے حاصل کر سکتے ہیں، جس کے لیے ہر وہ تدبیر جو اس مقصد کے حصول میں معاون بنے اختیار کی جائے گی، اور اسے اختیار کرنا چاہیے۔ انہی تدابیر میں سے ایک نوافل کی نماز بھی ہے، فرائض کے بعد جس عمل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے قریب ہوا جا سکتا ہے وہ نفل نمازیں ہیں۔ تھوڑی سی ہمت کر کے ان نمازوں کو بھی اپنے معمولات میں شامل کر لیا جائے تو ان شاء اللہ دنیا وآخرت میں ان کے فوائد حاصل ہوں گے۔ ذیل میں نفل نمازوں کی تفصیل اور مختصر اَحکام ذکر کیے جا رہے ہیں۔

............نمازِ تہجد کی فضیلت، ودیگر مختصر اَحکام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ شَهْرُ اللَّهِ الْمُحَرَّمُ، وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ''. [سنن الترمذي، الرقم: ٤٣٨] **ترجمہ:** رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے روزے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نمازرات کی نماز (تہجد) ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرَفًا تُرَى ظُهُورُهَا مِنْ بُطُونِهَا، وَبُطُونُهَا مِنْ ظُهُورِهَا "، فَقَامَ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ :لِمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ " :لِمَنْ أَطَابَ الْكَلَامَ، وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَأَدَامَ الصِّيَامَ، وَصَلَّى لِلَّهِ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ''. [سنن الترمذي، الرقم: ١٩٨٤] **ترجمہ:** کہ جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا اندرونی حصہ باہر سے اور بیرونی حصہ اندر سے نظر آتا ہے۔ تو (یہ سن کر) ایک اعرابی کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا۔ اے اللہ کے رسول! یہ بالا خانے کن لوگوں کے لئے ہوں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے لیے جو اچھا کلام کرے، لوگوں کو کھانا کھلائے، ہمیشہ روزے رکھے اور رات کو نماز پڑھے، جب دوسرے لوگ سو رہے ہوں۔

نمازِ تہجد کا وقت آدھی رات کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔ سنت طریقہ یہ ہے کہ عشاء پڑھ کر سو جائے، پھر اٹھ کر نمازِ تہجد ادا کرے۔ اور اگر کسی کو رات میں اٹھنے کا بھروسہ نہ ہو تو وہ سونے سے قبل عشاء کی نماز کے بعد بھی ادا کر سکتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ **تہجد کی رکعات** کے بارے میں مختلف تھی۔ چار، چھ، آٹھ، دس رکعات تک بھی منقول ہیں۔

............نمازِ اشراق کی فضیلت، ودیگر مختصر اَحکام

نمازِ اشراق کا وقت سورج طلوع ہونے کے پندرہ، بیس منٹ بعد شروع ہو جاتا ہے۔ اس کی دو یا چار رکعت پڑھی جاتی ہیں، ان کے ثواب کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ صَلَّى الْغَدَاةَ فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللَّهَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، كَانَتْ لَهُ كَأَجْرِ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ''. [سنن الترمذي، الرقم: ٥٨٦] **ترجمہ:** ''جس نے فجر کی نماز باجماعت پڑھی، پھر وہیں اللہ کا ذکر کرنے بیٹھ گیا یہاں تک کہ سورج نکل آیا۔ پھر اس نے دو رکعتیں پڑھیں تو اس کے لیے ایک مکمل حج اور عمرہ کا ثواب ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''مکمل'' کا لفظ تین بار ارشاد فرمایا، پورا، پورا، پورا، یعنی: اس کے لیے حج وعمرے کا پورا ثواب ہوگا۔

نماز چاشت کی فضیلت، ودیگر مختصر اَحکام

چاشت کی کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔ **چاشت کا وقت** سورج کے طلوع ہونے کے بعد شروع ہوجاتا ہے اور زوال تک رہتا ہے۔لیکن افضل یہ ہے کہ دن کے چوتھائی حصہ گزرنے کے بعد پڑھے۔

چاشت کی فضیلت میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''مَنْ صَلَّى الضُّحَى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِينَ، وَمَنْ صَلَّى أَرْبَعًا كُتِبَ مِنَ الْعَابِدِينَ، وَمَنْ صَلَّى سِتًّا كُفِيَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ، وَمَنْ صَلَّى ثَمَانِيًا كَتَبَهُ اللّٰهُ مِنَ الْقَانِتِينَ، وَمَنْ صَلَّى ثِنْتَيْ عَشْرَةَ بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ''. [مجمع الزوائد، الرقم: ٣٤١٩] **ترجمہ:**''جس نے چاشت کی دو رکعات پڑھیں تو اس کا نام غافلین میں نہیں لکھا جائے گا۔جس نے چار رکعات پڑھیں تو اس کا نام عابدین میں لکھا جائے گا۔جس نے چھ رکعات پڑھیں اس دن اس کی کفایت کی جائے گی،جس نے آٹھ پڑھیں اسے اللہ تعالی اطاعت شعاروں میں لکھ دیں گے اور جس نے بارہ رکعات پڑھیں تو اس کے لیے اللہ تعالی جنت میں گھر بنا دیں گے۔

نماز اوابین کی فضیلت، ودیگر مختصر اَحکام

اس نماز میں نماز مغرب کے بعد (عموماً) چھ رکعت پڑھی جاتی ہیں۔ **صلوۃ الاوابین کا وقت** عشاء کا وقت آنے تک رہتا ہے۔احادیث میں اس کا بڑا ثواب منقول ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''مَنْ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكَعَاتٍ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيمَا بَيْنَهُنَّ بِسُوءٍ عُدِلْنَ لَهُ بِعِبَادَةِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً''. [سنن الترمذي، الرقم: ٤٣٥] **ترجمہ:**''جس نے مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھیں اور ان کے درمیان کوئی بری بات نہ کی،تو ان کا ثواب بارہ سال کی عبادت کے برابر ہوگا''۔

سنن ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث مبارکہ کے ساتھ ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت بھی موجود ہے جس میں وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:مَنْ صَلَّى بَعْدَ الْمَغْرِبِ عِشْرِينَ رَكْعَةً بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ''.

ترجمہ: کہ جس نے مغرب کے بعد بیس رکعتیں پڑھیں اللہ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔

صلوٰۃ التسبیح کی فضیلت، ودیگر مختصر اَحکام

صلوۃ التسبیح بہت اہمیت کی حامل نماز ہے۔اس کی چار رکعت ایک سلام کے ساتھ ہیں۔ ہر رکعت میں 75 / بار یہ تسبیح؛ سُبْحَانَ اللّٰهِ، والْحَمْدُ لِلّٰهِ ، ولَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ، واللّٰهُ اَكْبَر ، پڑھی جاتی ہے۔اس کا تفصیلی طریقہ واحکام الگ صفحے پر تحریر شدہ پیش کیے جا چکے ہیں۔

نماز حاجت کی فضیلت، ودیگر مختصر اَحکام

کسی بھی ضرورت کے پیش آنے پر دو رکعت صلوۃ الحاجۃ پڑھنا مسنون عمل ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:''كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ صَلَّى''. [سنن أبي داؤد، الرقم: ١٣١٩] **ترجمہ:** نبی اکرم ﷺ کو جب کوئی معاملہ پیش آتا تو آپ نماز پڑھتے۔

حضرت یوسف بن عبداللہ نے فرمایا کہ میں نے علم سیکھنے کے لیے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی صحبت اختیار کی، پھر جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے فرمایا: ''آذِنِ النَّاسَ بِمَوْتِي، فَآذَنْتُ النَّاسَ بِمَوْتِهِ، فَجِئْتُ وَقَدْ مُلِءَ الدَّارُ وَمَا سِوَاهُ، قَالَ: فَقُلْتُ: قَدْ آذَنْتُ النَّاسَ بِمَوْتِکَ، وَقَدْ مُلِءَ الدَّارُ، وَمَا سِوَاهُ قَالَ: أَخْرِجُونِي فَأَخْرَجْنَاهُ قَالَ: أَجْلِسُونِي قَالَ: فَأَجْلَسْنَاهُ، قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُول: مَنْ تَوَضَّأَ، فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ يُتِمُّهُمَا، أَعْطَاهُ اللهُ مَا سَأَلَ مُعَجِّلًا، أَوْ مُؤَخِّرًا''. [مسند أحمد، الرقم: ٢٧٤٩٧] ترجمہ: ''کہ لوگوں کو میری موت کی خبر دو، چنانچہ میں نے لوگوں کو جا کر بتایا کہ حضرت مرض الموت میں ہیں، چنانچہ میں واپس آیا تو گھر لوگوں سے بھر چکا تھا، یہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابودرداءؓ کو خبر دی گھر لوگوں سے بھر چکا ہے، حضرت ابودرداءؓ نے فرمایا کہ مجھے باہر نکالو، تو ہم نے آپ کو باہر نکالا، پھر آپ نے فرمایا: مجھے بٹھاؤ، تو ہم نے آپ کو بٹھا دیا، تو آپ نے فرمایا: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر دو رکعتیں خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھیں تو اللہ تعالی اس کے سوال کو جلدی یا دیر سے ضرور پورا کرے گا''۔

نماز ''تحیۃ الوضوٗ'' کی فضیلت، ودیگر مختصر اَحکام

اس نماز کی دو رکعتیں ہیں۔ وضو کرنے کے بعد پڑھی جاتی ہیں۔ احادیث میں اس کی بہت فضیلت آئی ہے۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وُضُوءَهُ، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ لَا يَسْهُو فِيهِمَا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ''. [سنن أبي داؤد، الرقم: ٩٠٥] ترجمہ: جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز ادا کرے ان میں وہ بھولے نہیں، تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

اسی طرح حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ يُقْبِلُ عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ ''.[سنن النسائي، الرقم: ١٥١] ترجمہ: ''جو اچھی طرح وضو کرے، پھر دل اور چہرہ سے متوجہ ہو کر دو رکعت نماز ادا کرے، (یعنی: حالت نماز میں ادھر ادھر نہ دیکھے، پورے خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرے، اور نہ ہی دل میں کوئی دوسرا خیال لائے) اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی''۔

نماز ''تحیۃ المسجد'' کی فضیلت، ودیگر مختصر اَحکام

جب کوئی مسلمان مسجد میں داخل ہو تو مستحب یہ ہے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لے، بشرطیکہ ممنوع وقت (طلوع شمس، زوال شمس، اور غروب شمس) اور مکروہ وقت (فجر اور عصر کے بعد کا) نہ ہو، اگر ان اوقات میں مسجد میں داخل ہو تو ایسی صورت میں تیسرا کلمہ یا کوئی بھی ذکر وتسبیح اور درود شریف وغیرہ پڑھ لینا چاہیے، یہ مسجد کا حق ہے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ''. [صحيح البخاري، الرقم: ٤٤٤] ترجمہ: ''جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اسے چاہیے کہ بیٹھنے سے پہلے پہلے دو رکعتیں پڑھ لے''۔

[☆] اگر کسی شخص کو بار بار مسجد میں داخل ہونے کی ضرورت پیش آتی ہو تو اس کے لیے صرف ایک بار تحیۃ المسجد پڑھ لینا کافی ہے۔

[☆] مسجد حرام میں داخل ہونے والے کے لیے تحیۃ المسجد کے بجائے طواف کرنا افضل ہے۔

[☆] تحیۃ المسجد کی نماز مسجد میں داخل ہو کر بیٹھنے سے پہلے پہلے ادا کرنی چاہیے، لیکن اگر کوئی بیٹھ گیا تو پھر بعض فقہاء کے نزدیک پھر بھی یہ نماز پڑھ لینے کی گنجائش ہے۔

نماز "صلوٰۃ التوبہ" کی فضیلت، ودیگر مختصر احکام

اگر کسی سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اسے چاہیے کہ اچھی طرح وضو کرے، دو رکعت نماز پڑھ کر توبہ کرے اور اللہ تعالی سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرے۔

حضرت اسماء بن حکم فزاری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا: "إِنِّي كُنْتُ رَجُلًا إِذَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ حَدِيثًا نَفَعَنِي اللّٰهُ مِنْهُ بِمَا شَاءَ أَنْ يَنْفَعَنِي بِهِ، وَإِذَا حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِهِ اسْتَحْلَفْتُهُ، فَإِذَا حَلَفَ لِي صَدَّقْتُهُ، وَإِنَّهُ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ، وَصَدَقَ أَبُو بَكْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: مَا مِنْ رَجُلٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ يَقُومُ فَيَتَطَهَّرُ ثُمَّ يُصَلِّي ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ إِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ، ثُمَّ قَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ: ﴿ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ. (آل عمران: 135)﴾. [سنن الترمذي، الرقم: ٤٠٦]

ترجمہ: کہ میں جب رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث سنتا تو اللہ اس سے مجھے نفع پہنچاتا، جتنا وہ پہنچانا چاہتا۔ اور میں جب آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے کوئی آدمی مجھ سے بیان کرتا تو میں اس سے قسم لیتا۔ (کیا واقعی تم نے یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے خود سنی ہے؟) جب وہ میرے سامنے قسم کھا لیتا تو میں اس کی تصدیق کرتا، مجھ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: جو شخص گناہ کرتا ہے، پھر جا کر وضو کرتا ہے پھر نماز پڑھتا ہے، پھر اللہ سے استغفار کرتا ہے تو اللہ اسے معاف کر دیتا ہے۔

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ﴿ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ. (آل عمران: 135)﴾ ترجمہ: اور جب ان سے کوئی ناشائستہ حرکت یا کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو وہ اللہ کو یاد کر کے فوراً استغفار کرتے ہیں۔ اور اللہ کے سوا کون گناہ بخش سکتا ہے، اور وہ جان بوجھ کر کسی گناہ پر اڑے نہیں رہتے۔

ان نمازوں کے علاوہ نماز استخارہ، نماز سفر، نماز استسقاء، نماز کسوف وخسوف وغیرہ بھی نفل نمازیں ہیں۔

☆☆☆............☆☆............☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆☆☆......دعوت وتبلیغ کی اہمیت وضرورت......☆☆☆

دینِ اسلام کی دعوت دینا یقیناً بہت اہم ذمہ داری ہے اور اس سے وابستہ اہلِ ایمان کثیر فضائل وامتیازات کے حامل ہوتے ہیں۔ اسی سے دین کی بقا ہے۔ اسی سے امتِ مسلمہ کا قرار ہے۔ ذیل میں دعوت الی اللہ، اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی اہمیت اور فضیلت سے متعلق کچھ آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ علی صاحبہا الف الصلوٰۃ والسلام ذکر کی جاتی ہیں، ان کی روشنی میں تمہیدی وترغیبی مضمون از خود مرتب کرلیا جائے۔

............آیاتِ قرآنیہ............

[☆] ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾. [آل عمران: ۱۱۰]

ترجمہ: تم بہترین اُمّت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

[☆] ﴿يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾. [المائدة: ٦٧]

ترجمہ: اے (برگزیدہ) رسول! جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے (وہ سارا لوگوں کو) پہنچا دیجیے، اور اگر آپ نے (ایسا) نہ کیا تو آپ نے اس (ربّ) کا پیغام پہنچایا ہی نہیں، اور اللہ (مخالف) لوگوں سے آپ (کی جان) کی (خود) حفاظت فرمائے گا۔ بے شک اللہ کافروں کو راہِ ہدایت نہیں دکھاتا۔

[☆] ﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ ۚ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾. [يوسف: ۱۰۸]

(اے پیغمبر) فرما دیجیے! یہی میری راہ ہے۔ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، پوری بصیرت پر (قائم) ہوں، میں (بھی) اور وہ شخص بھی جس نے میری اتباع کی، اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

[☆] ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾. [النحل: ١٢٥]

(اے پیغمبر!) آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بحث (بھی) ایسے انداز سے کیجیے جو نہایت حسین ہو، بے شک آپ کا رب اس شخص کو (بھی) خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو (بھی) خوب جانتا ہے۔

............احادیثِ مبارکہ............

[☆] جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک ہے: "مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجرِ فَاعِلِه". (صحيح مسلم، الرقم: ١٨٩٣)

ترجمہ: جو بھی بھلائی کی رہنمائی کرتا ہے اسے بھی عمل کرنے والے کی طرح ثواب ملتا ہے۔

☆ آنحضرت ﷺ نے غزوہ خیبر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علمِ جہاد تھماتے ہوئے فرمایا تھا: ''فَوَاللّٰهِ! لَأَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِکَ رَجُلاً وَاحِدًا خَيْرٌ لَکَ مِنْ أَنْ يَكُونَ لَکَ حُمْرُ النَّعَمِ''. (صحیح البخاری، الرقم: ۲۹۴۲)

ترجمہ: اللہ کی قسم! تمہاری وجہ سے ایک آدمی کا بھی ہدایت قبول کرنا تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بھی کہیں بہتر ہے۔

☆ آپ نے فرمایا: ''مَثَلُ القَائِمِ عَلَى حُدُودِ اللّٰهِ وَالوَاقِعِ فِيهَا، كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوا عَلَى سَفِينَةٍ، فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَعْلاَهَا وَبَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا، فَكَانَ الَّذِينَ فِي أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ المَاءِ مَرُّوا عَلَى مَنْ فَوْقَهُمْ، فَقَالُوا: لَوْ أَنَّا خَرَقْنَا فِي نَصِيبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا، فَإِنْ يَتْرُكُوهُمْ وَمَا أَرَادُوا هَلَكُوا جَمِيعًا، وَإِنْ أَخَذُوا عَلَى أَيْدِيهِمْ نَجَوْا، وَنَجَوْا جَمِيعًا''. (صحيح البخاري، الرقم: ٢٤٩٣)

ترجمہ: احکامِ خداوندی کی پاسداری کرنے والے اور ان کی پامالی کرنے والے کی مثال ان لوگوں کی طرح ہے جو کشتی میں بیٹھنے کے لیے قرعہ اندازی کرتے ہیں، بعض اوپر کے حصے میں بیٹھتے ہیں اور کچھ نیچے کے حصے میں، نیچے والے پانی کی غرض سے اوپر جاتے ہیں اور آخر نیچے والے منصوبہ بناتے ہیں کہ اوپر والوں کو تنگ کرنے کی بجائے ہم کشتی کے نیچے ہی سے سوراخ کر لیتے ہیں، اگر تو اوپر والے نیچے والوں کو سوراخ کرنے دیں گے تب سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے لیکن اگر وہ انہیں سوراخ کرنے سے روک لیں گے تو یہ خود بھی بچ جائیں گے اور دیگر سب بھی ہلاکت سے محفوظ رہیں گے۔

☆ عن عبد اللّٰه بن عمرو رضي اللّٰه عنه أن النبي ﷺ قال: ''بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً. وَحَدِّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا حَرَجَ. وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ''. (صحيح البخاري، الرقم: ٣٦٦١)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری طرف سے (ہر بات لوگوں تک) پہنچا دو اگرچہ ایک آیت ہی ہو اور بنی اسرائیل کے واقعات بیان کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے۔

☆ عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه ﷺ قال: ''مَنْ دَعَا إِلٰى هُدًى، كَانَ لَهُ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ أُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَالِکَ مِنْ أُجُوْرِهِمْ شَيْئًا. وَمَنْ دَعَا إِلٰى ضَلَالَةٍ، كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا''. (صحيح مسلم، الرقم: ٢٦٧٤)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے (دوسروں کو) ہدایت کی طرف بلایا اس کے لیے اس راستے پر چلنے والوں کی مثل ثواب ہے جبکہ ان کے ثواب میں سے کچھ بھی کم نہ ہوگا۔ جس نے گناہ کی دعوت دی اس کے لیے بھی اتنا گناہ ہے جتنا اس غلطی کا ارتکاب کرنے والوں پر ہے جبکہ ان کے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔

☆ عن جرير بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ: ''مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً، فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ. وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً، كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ''. (صحيح مسلم، الرقم: ١٠١٧)

ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اسلام میں کسی نیک کام کی بنیاد

ڈالی تو اس کے لیے اپنے عمل کا ثواب بھی ہے اور اُس کے بعد جو اس پر عمل کریں گے ان کا ثواب بھی ہے، جبکہ ان کے ثواب میں کوئی کمی نہ کی جائے گی۔ (اسی طرح) جس نے اسلام میں کسی بری بات کی ابتداء کی تو اُس پر اُس کے اپنے عمل کا گناہ بھی ہے اور جو اس کے بعد اُس پر عمل کریں گے اُن کا بھی گناہ ہے جبکہ اُن کے گناہوں میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔

☆ عن ابن مسعود رضي اللّٰه عنهما قال: سمعتُ النبي يقول: ”نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَاً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَ. فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰى مِنْ سَامِعٍ“. (سنن الترمذي، الرقم: ٢٦٥٧)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش وخرم رکھے جس نے ہم سے کوئی بات سنی اور اسے (دوسروں) تک ایسے ہی پہنچایا جیسے سنا تھا کیونکہ بہت سے لوگ جنہیں علم پہنچایا جائے (براہِ راست) سننے والے سے زیادہ اس کی سمجھ بوجھ رکھتے ہیں اور حفاظت کرنے والے ہوتے ہیں۔

☆ وفي رواية زيد بن ثابت رضي اللّٰه عنه قال سمعت رسولَ اللّٰهِ ﷺ يقول: نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَاً سَمِعَ مِنَّا حَدِيْثًا فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ. فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلٰى مَنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَيْسَ بِفَقِيْهٍ“. (سنن الترمذي، الرقم: ٢٦٥٦)

ترجمہ: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سن کر اسے یاد رکھا یہاں تک کہ اُسے آگے پہنچا دیا۔ بہت سے سمجھ بوجھ رکھنے والے اپنے سے زیادہ فہم وبصیرت رکھنے والے شخص کو (حدیث) پہنچاتے ہیں اور بہت سے فقہ کے حامل لوگ درحقیقت خود فقیہ نہیں ہوتے۔

☆ عن جبير بن مطعم رضي اللّٰه عنه قَالَ: قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالْخَيْفِ مِنْ مِنًى فَقَالَ: نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَاً سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَوَعَاهَا ثُمَّ اَدَّاهَا إِلٰى مَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا. فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَا فِقْهَ لَهُ، وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلٰى مَنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ“. (سنن الترمذي، الرقم: ٢٦٥٨)

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ منٰی میں مسجد خیف میں کھڑے ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے جس نے میری بات کو سن کر اسے یاد رکھا پھر اسے اس شخص تک پہنچا دیا جس نے اسے نہیں سنا تھا۔ پس بہت سے سمجھ بوجھ والے دراصل فقیہ نہیں ہوتے اور بہت سے فقیہ (میری بات کو) اس شخص تک پہنچاتے ہیں جو ان سے زیادہ فہم وبصیرت رکھتا ہے۔

☆ عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه عن رسول اللّٰه: ”يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهُ، يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ وَتَأْوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ“. (سنن الكبرى للبيهقي، الرقم: ٢٠٩١١)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر بعد میں آنے والے لوگوں میں سے عادل لوگ اس علم کے حامل ہوں گے۔ وہ اس علم سے غلو کرنے والوں کی تحریف، باطل پسند لوگوں کے جھوٹے دعووں اور جاہلوں کی تاویل کو ختم کریں گے۔

☆ عن عمرو بن عوف رضي اللّٰه عنه أن رَسُوْلَ اللّٰه ﷺ قَالَ: إِنَّ الدِّيْنَ لَيَأْرِزُ إِلَى الْحِجَازِ كَمَا تَأْرِزُ الْحَيَّةُ إِلٰى جُحْرِهَا، وَلَيَعْقِلَنَّ الدِّيْنُ مَعْقِلَ الْاُرْوِيَةِ مِنْ رَأْسِ الْجَبَلِ. إِنَّ الدِّيْنَ بَدَأَ غَرِيْبًا. وَيَرْجِعُ غَرِيْبًا. فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ الَّذِيْنَ يُصْلِحُوْنَ مَا أَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِي مِنْ سُنَّتِي“. (سنن الترمذي، الرقم: ٢٦٣٠)

ترجمہ: حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (آخری زمانے میں) دین حجاز کی طرف اس طرح سمٹ آئے گا جس طرح سانپ اپنے سوراخ میں سمٹ جاتا ہے۔ اور دین حجاز میں اس طرح پناہ لے گا جس طرح بکری پہاڑ کی چوٹی پر پناہ لیتی ہے۔ بے شک دین کی ابتداء اجنبیت (اور تنہائی) سے ہوئی (یعنی دین کی اتباع اور پیروی کرنے والے سوسائٹی میں اجنبی لگتے تھے) اور ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ دین (معاشرے میں) پھر اجنبی لگے گا اور (دین کی تبلیغ کی خاطر) الگ تھلگ ہونے والوں کے لیے خوشخبری ہے جو میرے بعد میری اس سنت کی اصلاح کریں گے جسے لوگوں نے بگاڑ دیا ہوگا۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ: قَالَ: إِنَّ الدِّيْنَ (اَوْ قَالَ: إِنَّ الإِسْلَامَ) بَدَاَ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ غَرِيْبًا كَمَا بَدَاَ. فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ. قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَنِ الْغُرَبَاءُ؟ قَالَ: الَّذِيْنَ يُحْيُوْنَ سُنَّتِيْ وَيُعَلِّمُوْنَهَا عِبَادَ اللّٰهِ". (الزهد الكبير للبيهقي، الرقم: ٢٠٥)

ترجمہ: ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک دین (یا فرمایا: اسلام) کی ابتداء اجنبیت سے ہوئی اور یہ دوبارہ اجنبی ہو جائے گا جس طرح کہ اس کا آغاز ہوا تھا۔ غرباء (دین کی تبلیغ کی خاطر الگ تھلگ ہونے والوں) کو مبارک ہو۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! غرباء (اجنبی لوگ) کون ہیں؟ فرمایا: وہ لوگ جو میری سنت کو زندہ کرتے اور اللہ کے بندوں کو اس کی تعلیم دیتے ہیں۔

☆☆☆............☆☆............☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆☆☆......والدین پراولاد کے، اوراولاد پر والدین کے حقوق......☆☆☆

اس عنوان کا رمضان المبارک کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے، وہ اس طرح کہ ایک حدیث مبارکہ میں بڑے صاف الفاظ میں موجود ہے کہ والدین کے نافرمان کی اس ماہِ مبارک میں بھی مغفرت نہیں ہوتی۔ ملاحظہ ہو:

”فَيَقُولُونَ: يَا جِبْرِيلُ! فَمَا صَنَعَ اللّٰهُ فِي حَوَائِجِ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ؟ فَيَقُولُ جِبْرِيلُ: نَظَرَ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ فَعَفَا عَنْهُمْ، وَغَفَرَ لَهُمْ إِلَّا أَرْبَعَةً، فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَنْ هُمْ؟ قَالَ: رَجُلٌ مُدْمِنُ خَمْرٍ، وَعَاقٌّ لِوَالِدَيْهِ، وَقَاطِعُ رَحِمٍ، وَمُشَاحِنٍ، قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا الْمُشَاحِنُ؟ قَالَ: هُوَ الْمُصَارِمُ“. [شعب الإيمان للبيهقي، الرقم: ۴۳۲۱]

ترجمہ: فرشتے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے احمد ﷺ کی اُمت کے مؤمنوں کی حاجتوں اور ضرورتوں میں کیا معاملہ فرمایا؟ وہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اِن پر توجہ فرمائی اور چار شخصوں کے علاوہ سب کو معاف فرمادیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا: وہ چار شخص کون سے ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

1۔ ایک وہ شخص جو شراب کا عادی ہو۔

2۔ دوسرا وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو۔

3۔ تیسرا وہ شخص جو قطع رحمی کرنے والا اور ناطہ توڑنے والا ہو۔

4۔ چوتھا وہ شخص جو (دِل میں) کینہ رکھنے والا ہو اور آپس میں قطع تعلق کرنے والا ہو۔

قرآن وحدیث اور نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ میں والدین کی قدر ومنزلت، ان کا درجہ، ان کے ساتھ حسن سلوک، خیرخواہی اور ان سے اچھا برتاؤ کرنے کا بہت تاکید سے ذکر ملتا ہے، جیسا کہ سورہ اسرآء میں مذکور ہے: ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا. [الإسرآء: ۲۳]﴾ ترجمہ: ”تیرے رب نے فیصلہ کردیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو، مگر صرف اُس کی۔ اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو، اگر تمہارے پاس اُن میں سے کوئی ایک، یا دونوں، بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اف تک نہ کہو، نہ انہیں جھڑک کر جواب دو، بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو“۔

والدین کو ان کے بچوں کی جنت قرار دیا گیا ہے، ان کی رضامندی اور خدمت میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور ان کی ناراضگی اور نافرمانی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہمارے والدین اگر حیات ہیں تو وہ ہم سے خوش ہوں، ناراض نہ ہوں، اور یہ تب ہی ممکن ہو سکے گا کہ ہم ان کے حقوق ادا کرنے والے ہوں، ان حقوق کا مختصر تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے کہ اولاد پر ان کے والدین کے کون کون سے حقوق لازم ہیں اور اسی طرح والدین پر اولاد کے کون کون سے حقوق لازم ہیں۔

............اولاد پر والدین کے حقوق............

اولاد کا اس دنیا میں وجود اور ان کی پرورش چونکہ والدین کے واسطہ سے ہوتی ہے، اس لیے ان کے حقوق اولاد پر یہ لازم ہوتے ہیں:

- ☆ اُن کو تکلیف نہ پہنچائی جائے؛ اگرچہ کہ ان کی طرف سے کوئی زیادتی ہو۔
- ☆ زبان اور دوسرے اعضاء سے ان کی تعظیم کی جائے۔
- ☆ شرعی کاموں میں ان کی اطاعت کی جائے۔

☆ اگر ان کو ضرورت ہو تو مال سے بھی ان کی خدمت کی جائے؛ اگر چہ وہ دونوں کافر ہوں۔

☆ ان سے دلی محبت رکھی جائے۔

☆ ان کے متعلقین اور احباب سے حسنِ سلوک کیا جائے۔

اولاد پر والدین میں سے کس کی اطاعت مقدم ہے؟

اگر کبھی ایسا ہو کہ ماں اور باپ کے حکم میں تعارض پیدا ہو تو پہلی کوشش اس بات کی ہونی چاہیے کہ حتی الوسع دونوں کی تعمیل ہو جائے، اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو اس بات کی کوشش کی جائے دونوں میں سے جس کی بھی اطاعت ہو اس کا علم دوسرے کو نہ ہونے پائے۔

اور اگر ایسا بھی ممکن نہ ہو تو دیکھے کہ کسی کا حکم شریعت کے حکم کے خلاف تو نہیں، اگر ایسا ہو تو جس کی طرف سے ایسا حکم ہے اس کی اطاعت نہ کی جائے اور دوسرے کی اطاعت کی جائے، مثلا: جب کسی ناجائز امر کو باپ منع کرے اور ماں کرنے کا حکم دے تو چونکہ عورت خود شرعاً شوہر کی محکوم (تابع) ہے، اس کا شوہر کے خلاف حکم کرنا معصیت ہے اور معصیت میں اطاعت نہیں ہوتی اس لیے اس صورت میں باپ کا حکم مانا جائے گا۔

اور اگر باپ کسی ناجائز کام کرنے کا کہے اور ماں اس سے منع کرے تو اس صورت میں ماں کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس ناجائز کام سے رکنا ہو گا۔

ماں باپ کے انتقال ہو جانے کے بعد ان کے حقوق

☆ ان کے لیے دعائے مغفرت ورحمت کرنا۔ ☆ نوافل وصدقات مالیہ کا ثواب ان کو پہنچانا۔

☆ ان کے رشتہ دار اور دوست احباب کے ساتھ خدمت مالی وبدنی کرنا، ان کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آنا۔

☆ ان کے ذمہ قرضہ ہو تو اس کو ادا کرنے کی کوشش کرنا۔ ☆ وقتاً فوقتاً ان کی قبر کی زیارت کے لیے جانا۔

☆ ان کے پیچھے ان کا اچھا تذکرہ کرنا۔

اولاد پر سوتیلے ماں باپ کے حقوق

☆ سوتیلے ماں باپ کے ساتھ اور باپ کے دوستوں کے ساتھ احسان کرنے کا حکم آیا ہے، اس لیے سوتیلے ماں باپ کے بھی کچھ حقوق ہیں: ماں باپ کے انتقال کے بعد ان کے دوستوں اور اہل تعلق کے تحت جو کچھ ذکر ہوا وہ سب ان کے ساتھ بھی ان کے حقوق ہیں۔

اولاد پر دادا، دادی، نانا اور نانی کے حقوق

دادا، دادی، نانا، نانی کا حکم شرعاً ماں باپ کی طرح ہے؛ لہٰذا ان کے حقوق ماں باپ کی طرح سمجھنا چاہیے؛ اسی طرح خالہ اور ماموں کے حقوق کا حکم؛ ماں کے حقوق کی طرح ہے۔ اور چچا و پھوپھی کے حقوق کا حکم؛ باپ کے حقوق کی طرح ہیں۔

اولاد پر رضاعی والدین کے حقوق

دودھ پلانے کی وجہ سے رضاعی ماں بھی حقیقی ماں کی طرح ہی ہے، اس کے حقوق بھی وارد ہوئے ہیں، وہ یہ ہیں:

☆ اس کے ساتھ ادب واحترام سے پیش آنا۔

☆ اگر اس کو مالی حاجت ہو اور خود کو وسعت ہو تو اس کی مالی حاجت کو پورا کرے؛ اگر میسر ہو تو کوئی خدمت والا نوکر یا نوکرانی اجرت پر لے کر اس کی خدمت کے لیے متعین کر دے۔

[☆] رضاعی ماں کا شوہر اس کا مخدوم ہے اور یہ اس کی مخدومہ ہے تو اس کے شوہر کو مخدوم المخدومہ سمجھ کر اس کے ساتھ بھی احسان کرنا۔

والدین پر اولاد کے حقوق

جس طرح ماں باپ کے حقوق اولاد پر ہیں؛ اسی طرح ماں باپ پر اولاد کے حقوق بھی شرعا لازم ہیں، وہ یہ ہیں:

[☆] ان کی پیدائش ہوتے ہی کان میں اذان اور اقامت کہنا۔ [☆] ان کا اچھا نام رکھنا۔

[☆] اگر وسعت ہو تو ان کا عقیقہ کرنا۔ [☆] ختنہ کرنا۔

[☆] کسی اللہ والے سے تحنیک کروانا، (یعنی: کوئی میٹھی چیز؛ کھجور وغیرہ منہ میں چبوا کر بچے کے منہ میں ڈالنا)۔

[☆] بچوں کو قرآن پاک پڑھانا، نبی اکرم ﷺ کی سنت زندگی ان کو سکھانا، عقائد ونظریات درست کرنا، اللہ تعالیٰ سے ہی مانگنا سکھلانا، ان کو دینی تعلیم دینا۔

[☆] بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کی عادت ڈالنے کی محنت کرنا، دس سال کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر ڈانٹ ڈپٹ، باز پرس اور ہلکی پھلکی پٹائی کرنا، تا کہ وہ بالغ ہونے پر نماز کے تارک نہ ہوں۔

[☆] بچپن میں محبت کے ساتھ ان کی پرورش کرنا کہ اولاد کو پیار کرنے کی بھی فضیلت آئی ہے، خاص کر لڑکیوں سے دل تنگ نہ کرنا۔ ان کی پرورش کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے؛

[☆] اگر کسی کا دودھ پلانا پڑے تو دیندار اور اچھے اخلاق والی عورت کی تلاش کرنا؛ کیونکہ دودھ کا اثر بچہ کے اخلاق میں ہوتا ہے۔

[☆] ان کو علم دین وآداب سکھلانا۔

[☆] جب نکاح کے قابل ہو، ان کا نکاح کر دینا؛ یعنی: نیک دین دار جوڑ کا رشتہ تلاش کر کے اس کا نکاح کرنا؛ تا کہ اولاد اچھی پیدا ہو۔

[☆] اگر لڑکی کا شوہر فوت ہو جائے، یا کسی وجہ سے اسے طلاق ہو جائے تو نکاح ثانی ہونے تک اس کو اپنے گھر آرام سے رکھنا، اس کے ضروری اخراجات کا برداشت کرنا۔

[☆] اولاد غیر تندرست ہو، جیسے: اندھا، اپاہج ہو تو اس کا خرچہ ماں باپ کے ذمہ ہیں؛ اگر ماں باپ نہ ہوں تو رشتہ داروں کے ذمہ ہے، چاہے کتنی ہی عمر ہو جائے۔

[☆] بچوں کے روزگار کی فکر کرنا، ان کی ذہنی صلاحیتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے انہیں کوئی فن، ہنر سکھلانا، تا کہ بوقت ضرورت وہ حصول معاش میں بآسانی لگ سکیں۔

[☆] بچوں کے ساتھ مساوات وبرابری کرنا۔ **بالخصوص زندگی میں اگر اپنی جائیداد تقسیم کرنا چاہے تو** افضل طریقہ یہ ہے کہ لڑکے، لڑکیوں سب میں برابر تقسیم کرے، ہاں کسی کے زیادہ خدمت گذار اور صالح ہونے کی وجہ سے اس کو زیادہ دینے کی نیت ہو تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے، لیکن کسی کو محروم کرنے کی نیت نہیں ہونی چاہیے، جیسے: موجودہ دور میں اولاد کی نافرمانی کی وجہ سے تنگ آ کر اولاد کو عاق کر دیا جاتا ہے۔ شرعا اس عاق کر دینے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

☆☆☆............☆☆............☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شوہر پر بیوی کے، اور بیوی پر شوہر کے حقوق

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ﴾[النساء: ١]

ترجمہ: اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا، اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں، اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو، اور رشتہ داری کے تعلقات کو بگاڑنے سے بچو، بے شک اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔

نظام معاشرت کی درستگی کے لیے شریعت اسلامی نے ایک اصول دیا ہے کہ ہر بندہ دوسرے کے وہ حقوق ادا کرنے کا اہتمام کرے جو اس پر لازم ہیں۔ اگر اس اصول پر عمل پیرا ہو جائیں تو ان شاء اللہ معاشرے کا بگاڑ دور ہو جائے گا۔ آج معاملہ اس کے برعکس ہو چکا ہے کہ ہر شخص اپنے حقوق کا تو مطالبہ کر رہا ہے لیکن دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کی کوئی فکر اسے نہیں ہے، اس لیے اس روش سے معاشرے میں بگاڑ ہے، سُدھار نہیں ہے۔ اگر ہم اچھی معاشرت کے طالب ہیں تو ہر ہر شخص کو اس کی فکر کرنا لازم ہوگا کہ وہ دوسروں کی حق تلفی نہ کرے، بلکہ ان کے حقوق ادا کرے اور اپنے حقوق کا مطالبہ نہ کرے، اگر دنیا میں ہی اسے اس کے حقوق مل گئے تو الحمد للہ، اور اگر نہ مل سکے تو پھر قیامت میں اس کے مزے ہوں گے جب دوسروں کی نیکیوں اس کے نامہ اعمال میں اس کے حقوق کی صورت میں ڈالی جائیں گی۔

معاشرے کی ایک اکائی ایک خاندان وکنبہ ہوتا ہے، خاندان کا بننا ان مرد و عورت پر ہوتا ہے جو آپس میں نکاح کا رشتہ قائم کر کے ایک دوسرے کے ساتھی بنتے ہیں، اگر یہ دونوں ایک دوسرے کے حقوق ادا کرتے رہیں تو یقیناً ایک خوبصورت اور ہنستا مسکراتا گھرانہ وجود میں آ کر معاشرے میں اوروں کے لیے مثال بنے گا۔ اور اگر اس کے برعکس معاملہ ہوا کہ ہر ایک اپنے حقوق کا مطالبہ تو بڑے زور وشور سے کرتا رہا، لیکن جب باری آئی دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کی تو ہر ایک مجرم کے کٹہرے میں کھڑا نظر آنے لگا۔ پھر اسی پر بس نہیں معاملات بگڑتے بگڑتے نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے، اور یوں ایک خاندان اپنا وجود ختم کر بیٹھتا ہے۔

شریعت نے بڑے واضح انداز میں شوہر کو بتا دیا ہے کہ تمہارے فرائض اور ذمہ داریاں کیا ہیں اور بیوی کو بتا دیا ہے کہ تمہاری ذمہ داریاں کیا ہیں، ہر ایک اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی کوشش کرے۔ زندگی کی گاڑی اسی طرح چل سکتی ہے کہ دونوں اپنے فرائض اور اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے رہیں۔ دوسروں کے حقوق ادا کرنے کی فکر اپنے حقوق حاصل کرنے کی فکر سے زیادہ ہو۔ اگر یہ جذبہ پیدا ہو جائے تو پھر زندگی بہت عمدہ خوشگوار ہو جاتی ہے۔ ذیل میں میاں بیوی میں سے ہر ایک کے دوسرے پر جو حقوق لازم ہوتے ہیں، وہ ذکر کیے جاتے ہیں:

شوہر پر بیوی کے حقوق

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا حَقُّ زَوْجَةِ أَحَدِنَا عَلَيْهِ؟ قَالَ: أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ، وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ أَوِ اكْتَسَبْتَ، وَلَا تَضْرِبُ الْوَجْهَ، وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ". [صحيح مسلم، الرقم: ٤١٤٢]. ترجمہ: اے اللہ کے رسول! ہمارے اوپر ہماری بیوی کا کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہ جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ،

جب پہنو یا کماؤ تو اسے بھی پہناؤ، چہرے پر نہ مارو، برا بھلا نہ کہو، اور گھر کے علاوہ اس سے جدائی اختیار نہ کرو۔

شوہر کی چند اہم ذمہ داریاں حسب ذیل ہیں:

[☆] مکمل مہر کی ادائیگی، شریعت نے کوئی بھی خرچہ صنف نازک پر لازم نہیں کر رکھا، شادی سے قبل اس کے تمام اخراجات والد کے ذمہ ہوتے ہیں اور شادی کے بعد عورت کے کھانے، پینے، رہنے، سونے اور لباس کے تمام اخراجات شوہر کے ذمہ ہیں، لہٰذا مہر کی رقم عورت کی خالص ملکیت ہے اس کو جہاں چاہے اور جیسے چاہے استعمال کرے، شوہر یا والد مشورہ تو دے سکتے ہیں مگر اُس رقم میں تصرف کرنے کا مکمل اختیار صرف عورت کو ہے، اسی طرح اگر عورت کو کوئی چیز وراثت میں ملی ہے تو وہ عورت کی ملکیت ہوگی، والد یا شوہر کو وہ رقم یا جائیداد لینے کا کوئی حق نہیں ہے۔

[☆] بیوی کے تمام اخراجات، یعنی: اپنی وسعت کے موافق اس کے نان ونفقہ (خرچہ وغیرہ) میں کمی نہ کرنا، اعتدال (درمیانی حالت) سے خرچ کرنا، نہ تنگی کرنا اور نہ انکار، اور نہ ہی فضول خرچی کی اجازت دینا۔

[☆] بیوی کے لیے رہائش کا انتظام؛ جس کا آخری درجہ یہ ہے کہ ایک الگ کمرہ، ایک بیت الخلاء، بہتر یہ ہے کہ کچن بھی الگ سے ہو بشرطیکہ بیوی کا مطالبہ ہو۔

[☆] بیوی کے ساتھ حسن معاشرت، یعنی: بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، ان کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آنا، ان کے ساتھ گفتگو اور معاملات میں حسن اخلاق کے ساتھ معاملہ رکھنا۔ بیوی کے ساتھ حسن معاشرت میں حسب استطاعت بیوی اور بچوں پر خرچہ کرنے میں فراخدلی سے کام لینا۔

[☆] بیوی سے مشورہ کرنا، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ گھر کے نظام کو چلانے کی ذمہ داری مرد کے ذمہ رکھی گئی ہے لیکن حسن معاشرت کے طور پر عورت سے بھی گھر کے نظام کو چلانے کے لیے مشورہ لینا سنت عمل ہے۔

[☆] بیوی کی بعض کمزوریوں سے چشم پوشی کرنا، ہر عورت میں خوبیوں کے ساتھ ساتھ کچھ نہ کچھ خامیاں بھی ضرور ہوتی ہیں۔ ان کو نظر انداز کرنا۔

[☆] مرد کا اپنی بیوی کے لیے اپنی ذات کو قابل توجہ، یعنی: خوبصورت بنا کر رکھنا کیونکہ جس طرح ہم اپنی بیوی کو خوبصورت دیکھنا چاہتے ہیں تو یقیناً وہ بھی آپ کو اچھا دیکھنا چاہتی ہے۔

[☆] گھر کے کام وکاج میں عورت کی مدد کرنا، بالخصوص جب وہ بیمار ہو۔

[☆] اس کو دینی مسائل سکھانا، جس میں طہارت؛ حیض، نفاس، استحاضہ، اور غسل وغیرہ کے مسائل بالخصوص سکھانا۔ بیوی کی نماز، روزے کی نگرانی اور حکمت وبصیرت سے اہتمام کی تاکید کرتے رہنا۔ اسے بدعات، رسومات اور ممنوعات سے روکتے رہنا۔

[☆] اس کے خونی رشتہ دار (جن سے نکاح حرام ہے) سے کبھی کبھی ملنے ملانے کی ترتیب بنائے رکھنا۔

[☆] بیوی کی کم فہمیوں پر اکثر صبر وسکوت اختیار کرنا۔ اگر کبھی تادیب (ادب سکھلانے) کی ضرورت محسوس ہو تو (اعتدال) کا لحاظ رکھنا۔

[☆] اگر بیویاں ایک سے زائد ہوں تو ان سب کے حقوق میں برابری کرنا۔

[☆] مشاورت سے بوقت ضرورت وخواہش ہمبستری کرنا۔ شب باشی وہمبستری کی باتیں کسی سے بھی نہ کرنا۔

[☆] بغیر ضرورت کے طلاق نہ دینا، اگر ضرورت آ بھی پڑے تو شرعی طریقے سے ایک طلاق پر ہی اکتفاء کرنا۔

بیوی پر شوہر کے حقوق

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: ''يَا رَسُولَ اللّٰهِ! مَنْ أَعْظَمُ النَّاسِ حَقًّا عَلَى الْمَرْأَةِ؟ قَالَ: زَوْجُهَا، قُلْت: مَنْ أَعْظَمُ النَّاسِ حَقًّا عَلَى الرَّجُلِ؟ قَالَ: أُمُّهُ''. [المستدرك على الصحيحين، الرقم: ۷۳۳۸]

ترجمہ: یارسول اللہ! عورت پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کے شوہر کا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ مرد پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کی ماں کا ہے۔

شوہر کے حقوق بیوی پر مندرجہ ذیل ہیں:

☆ شوہر کی اطاعت، اس کی اطاعت جائز امور میں کرنا، دلجوئی، رضا جوئی ادب و خدمت پورے طور پر بجالانا۔

☆ شوہر کے مال و آبرو کی حفاظت کرنا، اس کا مال بلا اجازت خرچ نہ کرنا۔ عورت کے دل میں شوہر کے پیسے کا درد ہونا چاہیے، یعنی: شوہر کا پیسہ فضول خرچی میں ضائع نہ ہو۔ گھر کو نوکرانیوں پر نہیں چھوڑنا چاہیے کہ وہ جس طرح چاہیں کرتی رہیں، بلکہ عورت کی ذمہ داری ہے کہ وہ گھر کے داخلی تمام امور پر نگاہ رکھے۔

☆ گھر کے اندرونی نظام کو پوری سمجھ داری اور حکمت سے ترتیب دینا، صفائی و ستھرائی کا خیال رکھنا۔

☆ بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کرنا۔

☆ شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھنا۔

☆ شوہر کی گنجائش سے زیادہ اس سے فرمائشیں نہ کرنا۔

☆ شوہر کے رشتہ داروں سے ایسا سختی والا معاملہ نہ کرنا، کہ جس سے شوہر کو تکلیف پہنچے، بالخصوص شوہر کے ماں باپ کو اپنا مخدوم سمجھ کر ادب و تعظیم سے پیش آنا، ان کی ضروریات کا خیال رکھنا، اور حتی الوسع ان کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھنا۔

☆ شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں نہ آنے دینا۔

☆ شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلنا۔

☆ شوہر اگر صحبت کے لیے بلائے تو شرعی موانع کے بغیر اس سے انکار نہ کرنا۔

☆ اپنے وسائل اور شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنی زیب و زینت کا دھیان رکھنا۔

☆ اپنے شوہر کو غربت، اَفلاس یا بدصورتی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھنا، اور نہ ہی طعنہ دینا۔

☆ اگر شوہر میں کوئی چیز خلافِ شرع دیکھے تو حکمت و بصیرت سے ادب کے دائرے میں رہتے ہوئے بات اس کے سامنے رکھ دینا۔

☆ شوہر کا نام لے کر نہ پکارنا۔

☆ کسی کے سامنے خاوند کے کسی بھی معاملے کی شکایت نہ کرنا۔

الغرض میاں و بیوی کو حتی الامکان خوشی و راحت و سکون حاصل کرنے اور رنج و غم کو دور کرنے کے لیے ایک دوسرے کا تعاون کرنا چاہیے۔ اساتذہ سے سنا کہ گھروں کا بسنا ضابطوں سے نہیں رابطوں سے ہوتا ہے۔ اگر ہر کوئی یہ کہے کہ یہ میری ذمہ داری نہیں ہے تو پھر بڑی مشکل ہو جائے گی، بس جو ایک دوسرے سے متعلق کام یا ضرورت ہو اسے پورا کرنے کی کوشش کی جائے تو ان شاء اللہ گھر امن کا گہوارہ بنا رہے گا۔

☆☆☆............☆☆............☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆☆☆............جمعۃ الوداع اور قضائے عمری............☆☆☆

رمضان المبارک کی ہر ہر ساعت بے انتہاء قیمتی ہے، پھر ایام رمضان میں سے آخری پورا عشرہ زیادہ اہمیت کا حامل ہے، لیکن اس سے ہٹ کر عوام الناس میں رمضان المبارک کے آخری جمعہ کے حوالے سے ایک جداگانہ اور منفردانہ تصور پایا جاتا ہے، اور اس جمعہ کو " **جمعۃ الوداع** " کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔

............☆☆............کیا جمعۃ الوداع کی کوئی خصوصیت ہے؟............☆☆............

جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے، اس لیے اسے سید الایام (تمام دنوں کا سردار) کہا جاتا ہے اور رمضان کا مہینہ تمام مہینوں سے زیادہ فضیلت اور برکت والا ہے، اس لیے اسے بجا طور پر سید الشہور (تمام مہینوں کا سردار) کہا گیا ہے۔ پھر رمضان کے ابتدائی عشرے میں رحمت کی جو برسات شروع ہوتی ہے، آخری عشرے میں اس کی گھٹائیں جھوم جھوم کر برسنے لگتی ہیں اور رحمت کی جھڑی سی لگ جاتی ہے۔

یہ بات بھی ٹھیک ہے کہ جمعہ کے دن کی مستقل خصوصی فضیلتیں ہیں، جو احادیث سے ثابت ہیں، اور وہ عام دنوں کی نہیں ہیں، اور رمضان المبارک چونکہ خود بھی برکت اور دعاء کی قبولیت والا مہینہ ہے، اس لیے اس ماہ مبارک کے یوم جمعہ میں برکت اور قبولیت کی توقع عام جمعوں کی بنسبت اور بھی زیادہ ہے۔

اس دن کی اہمیت اور خصوصیت دوسرے دنوں کے مقابلے میں اس لحاظ سے بھی یقیناً زیادہ ہے کہ اس کے بعد آئندہ رمضان تک برکتوں والا جمعہ نصیب نہیں ہوگا، کہ جمعہ کا دن جب رمضان میں اور خصوصاً اس کے آخری عشرے میں آئے تو اس میں کئی فضیلتیں اکھٹی ہو جاتی ہیں، اور یوں رمضان کے جمعہ کی اہمیت بڑھ جاتی ہے، اس لحاظ سے اس کی اہمیت محسوس کرنی چاہیے، لیکن اس کے علاوہ اس دن کے روزے کی کوئی خاص فضیلت شریعت سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی اس دن کوئی ایسی عبادت شریعت نے مقرر کی ہے جو عام دنوں میں نہ کی جاسکتی ہو، یا عام دنوں میں اس عبادت کا ثواب جمعۃ الوداع کے دن کی عبادت سے کم ہو۔ لہٰذا اس دن (یعنی: آخری جمعہ کو) جس قدر ہو سکے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنی چاہیے، اللہ جل جلالہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، نوافل، ذکر، تسبیح یا تلاوت کی کثرت اس دن کی جائے، رمضان شریف کی برکت سے اس کا ثواب ان شاء اللہ زیادہ ملے گا۔ لیکن ان عبادات میں بھی کسی خاص طریقہ کو متعین نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ شریعت میں ایسا کچھ بھی صحیح اور مستند احادیث سے نہیں ملتا۔

حتیٰ کہ اس جمعہ کا "**جمعۃ الوداع**" کا نام ہی عوام الناس کا رکھا ہوا نام ہے، یہ نام اس جمعہ کو شریعت کی طرف سے نہیں دیا گیا، اس لیے یہ عوام الناس کی بنائی ہوئی ایک خود ساختہ اصطلاح ہے۔

............☆☆............جمعۃ الوداع میں کیے جانے والے مخصوص کام............☆☆............

اسی طرح مشہور ہے کہ کوئی شخص اگر جمعۃ الوداع کا روزہ رکھ لے تو اس کے پچھلے سارے روزے جو اس کے ذمہ میں باقی ہوں، معاف ہو جاتے ہیں، تو واضح رہے کہ رمضان المبارک کے آخری جمعہ کی ایسی کوئی خاص فضیلت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحیح روایت میں منقول نہیں ہے، لہٰذا یہ نظریہ رکھنا کہ جمعۃ الوداع کا روزہ رکھنے سے پچھلے سارے قضاء روزے معاف ہو جاتے ہیں ایک جاہلانہ تصور ہے۔

ہندو پاک، بنگلہ دیش میں بالخصوص اور اس کے علاوہ دیگر ممالک میں بالعموم رمضان کے آخری جمعہ میں خطبہ کے دوران خطباء ایسے اشعار

مفتی محمد راشد ڈسکوی غفرلہ (0300-7798967) مفتی محمد اُویس حفظہ اللہ (0323-3693369)

پڑھتے اور تقاریر کرتے ہیں جن میں رمضان کے گزر جانے پر افسوس کا اظہار کیا جاتا ہے۔ پھر ہر ایک جملہ یا دو جملوں کے بعد کہتے ہیں: **''الوداع الوداع''**، یا کہتے ہیں: **''الفراق الفراق''**، یا کہتے ہیں: **''الوداع الوداع اے شہر رمضان''**، اور ان ہی جیسے دیگر الفاظ و جملے بھی سامنے آتے ہیں جبکہ اس طرح اظہارِ افسوس اور ان الفاظ اور احساسات کا اظہار نہ تو خلفائے راشدین کے دورِ خلافت یا اس کے بعد کے دور میں ملتا ہے، نہ مقتدمین اور نہ ہی متاخرینِ محدثین وفقہاء کی کتابوں میں، لہٰذا اس طرح کے خطبے روکنے چاہئیں، کیونکہ رمضان کے گزرنے پر افسوس کا اظہار غیر مشروع ہے، روزے کا افطار (یعنی: تکمیل روزہ) تو خوشی کے اسباب میں سے ایک سبب ہے اور اس کی دلیل حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کردہ وہ حدیث مبارکہ ہے جس میں اللہ کے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''روزہ دار کو دو خوشیاں ملتی ہیں، ایک خوشی اس کو افطار کے وقت ہوتی ہے اور دوسری خوشی جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملے گا، اُس وقت اس کو ملے گی''، (بخاری)۔ اور عیدالفطر کے دن نمازِ عید کی جو مشروعیت ہے، وہ رمضان کے روزے ختم ہونے اور اللہ عزوجل کے حکم کو بجالانے کی خوشی کی وجہ سے ہے، تو پھر پریشان ہونے اور رمضان کا مہینہ گزرنے پر افسوس کا اظہار کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

بعض جگہوں میں اس جمعہ کے لیے زیادہ ثواب کے اعتقاد پر دوسری بڑی مساجد کی طرف سفر کیا جاتا ہے، تو یہ بھی ایک خودساختہ خیال اور دین میں نئی چیز ہے جو قابل ترک ہے۔ ایسے سفر میں مزید بھی کئی قباحتیں ہیں جن کی وجہ سے بھی آخری جمعہ کا ایسا سفر اختیار نہیں کرنا چاہیے۔

☆☆ جمعۃ الوداع میں قضائے عمری ادا کرنے کا حکم ☆☆

اسی طرح جمعۃ الوداع میں قضاء عمری کے نام سے بارہ رکعت باجماعت ادا کی جاتی ہیں، اس کا بھی شریعت میں کوئی ثبوت نہیں۔ یہ بے اصل ہے، اور پھر باجماعت ادا کرنا بھی ناجائز ہے۔ فقہ کی مشہور کتاب ردالمحتار میں ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ کی طرف اسے منسوب کرنا صحیح نہیں ہے، فخر الاسلام اور قاضی خان رحمہما اللہ سے اس کی کراہت منقول ہے، لہٰذا اس کو چھوڑنا لازم ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ اپنی کتاب **''الموضوعات الکبریٰ''** میں لکھتے ہیں کہ یہ جو حدیث مشہور ہے ''کہ جو شخص ماہ رمضان کے آخری جمعہ میں ایک نماز قضاء عمری پڑھ لے تو یہ نماز اس کی سابقہ نمازوں کی طرف سے کافی ہو جائے گی چاہے وہ ستر سال کی ہی کیوں نہ ہوں''، قطعی طور پر باطل ہے، اس بات پر اجماع ہے کہ کوئی عبادت ایسی نہیں ہے جو اس کی فوت شدہ عبادات کے قائم مقام ہو جائے، چناں چہ ایسی منگھڑت حدیث اس کے مناقض ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

☆☆ قضاء نمازوں کے احکام ومختصر مسائل ☆☆

اگر کسی بندے سے نمازیں چھوٹ جائیں تو اس پر دو باتیں لازم ہوتی ہیں، ایک تو اپنے اس فعل پر توبہ واستغفار کرے، اور دوسرا ان نمازوں کی قضاء کرے۔ اس کے لیے سب سے پہلے تو حساب کیا جائے کہ اس کے ذمہ کتنی نمازیں باقی ہیں، پھر ان کی ادائیگی کی ترتیب بنائی جائے۔ قضاء نماز؛ سوائے تین مکروہ اوقات کے ہر وقت پڑھی جاسکتی ہے، طلوعِ شمس، استواءِ شمس (یعنی: نصف النہار کا وقت) اور غروبِ شمس کے وقت نہیں پڑھ سکتے ہیں، اس کے علاوہ باقی کسی بھی وقت میں پڑھ سکتے ہیں۔

قضاء نماز پڑھتے وقت نیت یہ کرلی جائے کہ مثلا: جتنی فجر کی نمازیں قضا ہوئی ہیں ان میں سے پہلی فجر کی نماز، یا آخری فجر کی نماز ادا کر رہا ہوں، یا مثلاً: جتنی ظہر کی نمازیں قضا ہوئی ہیں ان میں سے پہلی، یا آخری ظہر کی نماز ادا کر رہا ہوں۔

قضا نمازوں میں صرف فرض پڑھنے ہوتے ہیں، سنت نہیں، البتہ نمازِ وتر واجب ہے، اس لیے عشاء کی قضا کرتے ہوئے وتر کی قضا کرنا بھی لازم ہے۔ **قضاء نمازوں، روزوں، زکاۃ اور حج وغیرہ کے تفصیلی مسائل مفتیان کرام سے معلوم کرلیے جائیں۔**

☆☆☆ ☆ ☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدقۂ فطر کے فضائل واحکام

صدقۂ فطر کا وجوب بھی رمضان کے روزوں کی فرضیت کے وقت یعنی: مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کے دوسرے سال ہوا۔

صدقۂ فطر کی شرعی حیثیت

احناف کے نزدیک صدقہ فطر کی حیثیت وجوب کی ہے، دلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث مبارکہ ہے جس میں انہوں نے فرمایا: ’’فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ، وَالْحُرِّ، وَالذَّكَرِ، وَالْأُنْثَى، وَالصَّغِيرِ، وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ‘‘. [صحيح البخاري، الرقم: ١٥٠٣]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فطر کی زکوٰۃ (صدقہ فطر) ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو فرض قرار دی تھی۔ غلام، آزاد، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے تمام مسلمانوں پر۔ آپ ﷺ کا حکم یہ تھا کہ نماز (عید) کے لیے جانے سے پہلے یہ صدقہ ادا کر دیا جائے۔

صدقۂ فطر کس شخص پر واجب ہے؟

اوپر حدیث مبارکہ سے صدقہ فطر کے وجوب کا علم ہوا، اب یہ وجوب ہر امیر وغریب پر ہے، یا صرف امراء پر؟

تو دلائل کی روشنی میں صدقہ فطر کا یہ وجوب فقط صاحب نصاب، یعنی: امراء پر ہے، جو مخصوص مقدار کے مال کے مالک ہوں، جس کی تفصیل یہ ہے کہ

جو مسلمان اتنا مال دار ہو کہ اس پر زکاۃ واجب ہو، یا اس پر زکاۃ تو واجب نہیں لیکن ضروری اَسباب واشیاء سے زائد اتنی قیمت کا مال، یا سامان اس کے پاس موجود ہے، جس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر پہنچتی ہو تو اس پر عیدالفطر کے دن صدقہ دینا واجب ہوتا ہے، چاہے وہ مال؛ تجارت کا ہو یا نہ ہو، اور چاہے اُس مال پر پورا سال گزر چکا ہو یا نہ گزرا ہو، تو اس صدقہ کو شریعت میں صدقہ فطر کہتے ہیں۔

البتہ! جو شخص غریب ہو، اُوپر ذکر کردہ تفصیل کے مطابق مالدار نہ ہو، تو بعض احادیث مبارکہ کو سامنے رکھتے ہوئے ایسے اَفراد کو بھی صدقۂ فطر ادا کر دینا چاہیے۔ یہ بڑے خیر کا عمل ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی صعیر رضی اللہ عنہ اپنے باپ ابوصعیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’صَاعٌ مِنْ بُرٍّ أَوْ قَمْحٍ عَلَى كُلِّ اثْنَيْنِ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى، أَمَّا غَنِيُّكُمْ فَيُزَكِّيهِ اللَّهُ، وَأَمَّا فَقِيرُكُمْ فَيَرُدُّ اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ أَكْثَرَ مِمَّا أَعْطَى‘‘. (سنن أبي داؤد، الرقم: ١٦١٩) ترجمہ: گندم کا ایک صاع ہر دو آدمیوں پر لازم ہے (یعنی: ہر ایک کی طرف سے آدھا صاع) چھوٹے ہوں یا بڑے، آزاد ہوں یا غلام، مرد ہوں یا عورت، رہا تم میں جو غنی ہے، تو اللہ اسے (اس صدقہ فطر نکالنے کے ذریعے) پاک کر دے گا، اور جو فقیر ہے اللہ اسے اس (صدقہ فطر) سے زیادہ لوٹا دے گا، جتنا اس نے دیا ہے۔

صدقۂ فطر کے وجوب کا مقصد

صدقۂ فطر کی ادائیگی کا مقصد یا فائدہ کیا ہے؟ اس بارے میں احادیث مبارکہ سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں،

[1]: یہ کہ اس سے روزے دار کے روزوں میں رہ جانے والی کمی کوتاہیوں کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

[2]: اس کی برکت سے غرباء ومساکین کا بھلا ہو جاتا ہے، وہ بھی اس کی وجہ سے اپنی ضروریات پوری کرنے کے اہل ہو جاتے ہیں،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ’’فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ

وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ، مَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ، وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ". (سنن أبي داؤد، الرقم: ١٦٠٩) ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر صائم کو لغو اور بیہودہ باتوں سے پاک کرنے کے لیے اور مسکینوں کے کھانے کے لیے (یعنی: مدد کی غرض سے) فرض کیا ہے، لہٰذا جو اسے (عید کی) نماز سے پہلے ادا کرے گا تو یہ مقبول صدقہ ہوگا اور جو اسے نماز کے بعد ادا کرے گا تو وہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہوگا۔

ملا علی قاریؒ نے مشکوٰۃ شریف کی شرح مرقاۃ المفاتیح میں لکھا ہے کہ: "وَيُقَالُ صَدَقَةُ الْفِطْرِ وَزَكَاةُ الْفِطْرِ أَوِ الْفِطْرَةُ كَأَنَّهَا مِنَ الْفِطْرَةِ الَّتِي هِيَ الْخِلْقَةُ، فَوُجُوبُهَا عَلَيْهَا تَزْكِيَةٌ لِلنَّفْسِ أَيْ تَطْهِيرٌ لَهَا وَتَنْقِيَةٌ لِعَمَلِهَا". [مرقاة الفاتيح: ٤/١٢٩٦]

ترجمہ: "صدقۂ فطر کو صدقۂ فطرہ اور زکاۃ فطر یا فطرہ بھی کہا جاتا ہے، گویا صدقۂ فطر اُس فطرت سے تعلق رکھتا ہے جو کہ پیدائش ہے، لہٰذا صدقۂ فطر کا اس پر واجب ہونا نفس کو پاک کرنے کے لیے اور نفس کے عمل کو پاکیزہ بنانے کے لیے ہے"۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "صَوْمُ شَهْرِ رَمَضَانَ مُعَلَّقٌ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ وَلَا يُرْفَعُ إِلَّا بِزَكَاةِ الْفِطْرِ". [الترغيب والترهيب، الرقم: ١٦٥٣]

ترجمہ: رمضان کے روزے آسمان اور زمین کے درمیان معلق (لٹکے) رہتے ہیں، جنہیں (اللہ کی طرف) صدقۂ فطر کے بغیر نہیں اٹھایا جاتا۔

صدقۂ فطر کی ادائیگی کا وقت

عید الفطر کے دن جس وقت فجر کا وقت شروع ہوتا ہے (یعنی: جب سحری کا وقت ختم ہوتا ہے) اُس وقت یہ صدقہ واجب ہوتا ہے۔ اور عید کی نماز کے لیے جانے سے پہلے پہلے اِسے ادا کرنا وجوبی طور پر ضروری ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: "أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُ بِإِخْرَاجِ الزَّكَاةِ قَبْلَ الْغُدُوِّ لِلصَّلَاةِ يَوْمَ الْفِطْرِ". [سنن الترمذي، الرقم: ٦٧٧] ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن نماز کے لیے جانے سے پہلے صدقہ فطر نکالنے کا حکم دیتے تھے"۔

اگر کوئی شخص کسی بھی وجہ سے عید الفطر کی نماز سے پہلے ادا نہ کر سکا تو عید کی نماز کے بعد میں بطور قضاء اس صدقہ فطر کو ادا کرنا لازم ہوگا، لیکن بعد میں ادا کرنے کی صورت میں اُس سے صدقہ فطر کی فضیلت ختم ہو جائے گی، اور یہ عام نفلی صدقہ کی طرح بن جائے گا،

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: "مَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ، وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ". (سنن أبي داؤد، الرقم: ١٦٠٩) ترجمہ: "جو اسے (عید کی) نماز سے پہلے ادا کرے گا تو یہ مقبول صدقہ ہوگا اور جو اسے نماز کے بعد ادا کرے گا تو وہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہوگا"۔

اور بہتر و افضل صورت یہ ہے کہ رمضان المبارک میں ہی کسی بھی وقت ادا کر دیا جائے، تاکہ غرباء و مساکین کا تعاون ہو سکے اور وہ بھی عید کی تیاریاں مکمل کر کے عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔

لیکن رمضان المبارک سے قبل ادا کرنا مفتی بہ قول کے مطابق درست نہیں ہے، اس سے وجوبِ صدقہ فطر ساقط نہیں ہوگا۔ (قَالَ فِي الْفَتَاوٰى يَجُوزُ تَعْجِيلُهَا قَبْلَ يَوْمِ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ. وَقَالَ خَلَفُ بْنُ أَيُّوبَ: يَجُوزُ إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ وَلَا يَجُوزُ قَبْلَهُ. وَقَالَ نُوحُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ: يَجُوزُ فِي النِّصْفِ الْأَخِيرِ مِنْ رَمَضَانَ وَلَا يَجُوزُ قَبْلَهُ، وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ يَجُوزُ إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ، وَهُوَ اخْتِيَارُ مُحَمَّدِ بْنِ الْفَضْلِ، وَعَلَيْهِ الْفَتْوَى.[الجوهرة النيرة: ١/١٣٥]

صدقۂ فطر کس کس کی طرف سے دینا واجب ہے؟

صدقہ فطر اپنی طرف سے، اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے، بشرطیکہ وہ فقیر، یعنی: صاحب نصاب نہ ہو، واجب ہے۔ نابالغ اولاد اگر مالدار ہو تو صدقہ فطر اُن کے مال سے ادا کرے۔

اولاد کے مالدار ہونے کی صورت میں اُن کے والد پر اُن کی طرف سے ادا کرنا واجب نہیں ہے، ہاں اگر وہ احساناً ادا کر دے تو جائز ہے۔

عورت پر جب کہ وہ صاحب نصاب ہو تو صدقہ فطر اس پر خود اس کے مال میں واجب ہے، البتہ اگر اُس کا شوہر اس کی طرف سے، یا اس کی اجازت سے ادا کرے گا تو اس کا اپنی بیوی پر احسان ہوگا اور ادا ہو جائے گا۔

عورت کا صدقہ فطر اس کے باپ پر واجب نہیں ہے۔ اور عورت پر کسی اور کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں۔

صدقۂ فطر کی مقدار

احادیث مبارکہ سے جن اشیاء کا صدقہ فطر میں دینا ثابت ہوتا ہے اُن میں گندم، جو، کھجور اور کشمش ہے، کہ ان چار قسم کی اجناس میں سے کسی ایک جنس سے صدقہ فطر ادا کر دیا جائے، اِن اَجناس میں سے اگر کوئی شخص اپنا صدقہ فطر؛ کھجور، کشمش یا جَو کی صورت میں دینا چاہے تو ایک صاع کی مقدار دینا ہوگی، اور اگر صدقہ گندم کی صورت میں دینا چاہے تو اس کا نصف صاع دینا ہوگا۔

موجودہ دور کے پیمانوں کو سامنے رکھتے ہوئے ''ایک صاع'' کی مقدار تقریباً ساڑھے تین کلو، اور ''نصف صاع'' کی مقدار تقریباً پونے دو کلو بنتی ہے۔ (اوزانِ شرعیہ از مفتی محمد شفیع، ص: 34، 38 ملخصاً) یعنی: گندم کا آدھا صاع پونے دو کلو گندم بنے گا، اور بقیہ تین چیزوں کا ایک صاع ساڑھے تین کلو بنے گا، پھر دینے والے کو اختیار ہے کہ چاہے تو یہی اَجناس صدقہ میں دے دے، چاہے ان اجناس میں سے مذکورہ مقدار کے وزن کی قیمت دے دے۔

اور اگر ان چار اَجناس کے علاوہ کسی اور جنس سے صدقہ دینا چاہے، مثلاً: چاول، باجرہ یا کوئی سبزی وغیرہ، تو اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ اوپر ذکر کی گئی چار اَجناس میں سے کسی ایک جنس کی قیمت سے اپنے مطلوبہ دینے والی چیز کو خرید ے، یا اس کے برابر اس کی مطلوبہ جنس کا جو وزن بنتا ہو وہ دے دے۔

صدقۂ فطر کے مصارف

صدقہ فطر کے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے مصارف ہیں، کہ کسی مستحقِ زکوٰۃ کو مالکانہ طور پر صدقہ فطر کی رقم یا وہ جنس ہی دے دی جائے۔

یہ صدقہ اپنی اوپر والی نسل؛ یعنی: ماں، باپ، دادا، دادی، یا نانا، نانی وغیرہ، اور نیچے والی نسل؛ یعنی: بیٹا بیٹی، پوتا پوتی اور نواسا نواسی وغیرہ کو دینا درست نہیں ہے۔ ایسے ہی شوہر اپنی بیوی کو، یا بیوی اپنے شوہر کو غریب و مسکین ہونے کے باوجود اپنا صدقہ فطر نہیں دے سکتی۔

ان رشتہ داروں کے علاوہ دیگر رشتہ داروں، مثلاً: بھائی بہن، بھتیجا بھتیجی، بھانجا بھانجی، چچا چچی، پھوپا پھوپی، خالہ خالو، ماموں ممانی، سسر ساس، سالہ بہنوئی، سوتیلی ماں سوتیلا باپ وغیرہ ان سب کو صدقہ فطر دینا درست ہے بشرطیکہ یہ غریب اور مستحقِ زکوۃ ہوں۔

نیز! سید مرد اور سیدہ عورت کو صدقہ فطر دینا جائز نہیں ہے، ایسے اَفراد اگر غریب و مستحق و ضرورت مند ہوں تو ان کی مدد صدقاتِ واجبہ اور زکوٰۃ وغیرہ کے علاوہ اپنے دیگر اَموال سے کی جائے، اور اسے اپنی سعادت سمجھا جائے۔

صدقۂ فطر دوسرے شہر میں ادا کرنا

جس کی جانب سے صدقۃ الفطر نکالنا ہو، وہ جہاں اور جس شہر میں ہو، وہیں صدقہ دینا بہتر ہے، اگر ایک شخص خود دور ہو، اور بال بچے گھر پر

رہتے ہوں تو بچوں کا صدقہ وہاں ادا کرے جہاں وہ ہیں، اور اپنا صدقہ وہاں کے فقراء پر صرف کرے جہاں وہ خود مقیم ہے۔

صدقۂ فطر ایک شہر سے دوسرے شہر میں بھیجنا

ایک شہر سے دوسرے شہر میں صدقہ فطر بھیجنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر دوسرے شہر میں اس کے غریب رشتہ دار رہتے ہوں یا وہاں کے لوگ زیادہ محتاج ہوں، یا وہ لوگ دین کے کام میں لگے ہوئے ہوں تو ان کو بھیج دینا مکروہ نہیں، کیونکہ طالب علموں اور دین دار غریب علماء کو دینا بڑا ثواب ہے۔ صدقہ دینے میں اپنے غریب رشتہ داروں اور دینی علم کے سیکھنے سکھانے والوں کو مقدم رکھنا افضل ہے۔

غیر ملک میں مقیم شخص کس قیمت سے اپنا صدقۂ فطر ادا کرے؟

بہت سے افراد کاروباری سلسلے میں اپنا ملک چھوڑ کے دوسرے ممالک میں گئے ہوتے ہیں، تو ان کے لیے اپنی اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر نکالنے کی تفصیل یہ ہے کہ

اگر صدقۂ فطر جنس کے اعتبار سے دینا چاہتے ہیں تو گندم کے حساب سے پونے دو کلو گندم دیں، اور کھجور، جو اور کشمش کے حساب سے ساڑھے تین کلو کھجور، جَو اور کشمش دیں۔ چاہے جس ملک میں وہ ہے وہاں ہی دے دے، یا جہاں اس کے اہل وعیال ہوں وہاں وہ اس کی طرف سے دے دیں۔

اور اگر قیمت کے اعتبار سے صدقۂ فطر دینا چاہتا ہے تو جہاں ادائیگی کرنے والا موجود ہے وہاں کا اعتبار ہوگا، لہذا ایسا شخص اس ملک میں اپنا اور اپنے نابالغ بچوں کا صدقۂ فطر اس ملک کے نرخ کے حساب سے دے گا، البتہ اس بات کا اختیار ہے کہ ایسا شخص وہ قیمت خود اسی ملک میں ادا کردے یا اُس کی اجازت سے پاکستان میں اتنی ہی مقدار ادا کردی جائے۔

اس کے علاوہ اُس شخص کی بیوی اور اس کے بالغ بچے جو کہ پاکستان میں ہیں، ان پر ان کا اپنا صدقۂ فطر پاکستان کے نرخ کے مطابق دینا لازم ہوا ہے، لہذا وہ خود پاکستان میں پاکستان کی قیمت کے حساب سے دیں گے، اور اگر وہ شخص پاکستان سے باہر والے میں ملک میں ان کی طرف سے ادا کرنا چاہے تو پر اس پر صدقۂ فطر نکالنے کے لیے ایسی قیمت اختیار کرنا بہتر ہے جس میں فقراء کا زیادہ فائدہ ہو۔

صدقۂ فطر کی مقدار روزے کا فدیہ ادا کرنا

اگر کوئی شخص روزے نہ رکھ سکتا ہو، ایسا دائمی مریض ہو جسے شفایابی کی امید نہ ہو، یا بہت زیادہ بوڑھا ہو چکا ہو اور روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ایسا شخص اپنے روزوں کا فدیہ دے گا، اور ایک روزے کا فدیہ ایک صدقۂ فطر کے برابر ہے، چاہے کسی بھی جنس سے یا اس کی قیمت دے دے۔

☆☆☆............☆☆............☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆☆☆ عیداوراَعمالِ عید ☆☆☆

عیدالفطر مسلمانوں کے لیے بہت زیادہ خوشی کا دن ہے، اس خوشی کی وجہ یہ ہے کہ اس دن مسلمان اللہ جل شانہ کی توفیق اوراس کے فضل وکرم سے اپنے ذمہ عائد ایک بہت بڑے فریضے کی تکمیل کر چکے ہوتے ہیں، پورامہینہ دن کو روزہ اور شب میں تراویح کی ادائیگی اوراس میں کلامِ الٰہی کے پڑھنے اوراس کے سننے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔اس محنت کا بدلہ یا مزدوری اس عیدالفطر کے دن دیا جاتا ہے، اسی لیے اس دن کو آسمانوں میں ’’یوم الجائزۃ ‘‘(انعام کا دن)اوراس کی رات کو’’لیلۃ الجائزۃ‘‘ (انعام کی رات) کہہ کر پکارا جاتا ہے، جیسا کہ آگے حدیث شریف میں آرہا ہے، الغرض عید کے دن اوراس کی رات کی اللہ تعالی کے نزدیک بہت بڑی فضیلت اوراہمیت ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں ایک لمبی حدیث نقل کی ہے، جس کے کچھ حصے کا ترجمہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے، جس سے اس دن اوررات میں اللہ تعالی کی طرف سے اس کے بندوں کے ساتھ ہونے والے معاملے کا اندازہ ہوسکتا ہے:

’’پھر جب عیدالفطر کی رات ہوتی ہے تو (آسمانوں میں) اس کا نام ’’لیلۃ الجائزۃ‘‘ (انعام کی رات) سے لیا جاتا ہے، اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو اللہ رب العزت فرشتوں کو تمام شہروں کی طرف بھیجتے ہیں وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں (راستوں) کے سروں پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور ایسی آواز سے جس کو جن وانس کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے، پکارتے ہیں کہ اے امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم! اُس ربِ کریم کی (بارگاہ کی) طرف چلو جو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے، اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف فرمانے والا ہے، پھر جب لوگ عیدگاہ کی طرف نکلتے ہیں تو حق تعالی شانہ فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں: کیا بدلہ ہے اُس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے معبود اور مالک! اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کو اس کی مزدوری پوری پوری ادا کردی جائے، تو اللہ تعالی ارشادفرماتے ہیں:’’فَإِنِّي أُشْهِدُكُمْ يَا مَلَائِكَتِيْ! إِنِّيْ قَدْ جَعَلْتُ ثَوَابَهُمْ مِنْ صِيَامِهِمْ شَهْرَ رَمَضَانَ وَقِيَامِهِمْ رِضَائِيْ وَمَغْفِرَتِيْ‘‘ فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو رمضان کے روزوں اورتراویح کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کردی۔

اس کے بعد اللہ تعالی اپنے بندوں سے خطاب فرما کر ارشادفرماتے ہیں:’’يَا عِبَادِيْ! سَلُوْنِيْ فَوَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ لَا تَسْأَلُوْنِي الْيَوْمَ شَيْئًا فِيْ جَمْعِكُمْ لِآخِرَتِكُمْ إِلَّا أَعْطَيْتُكُمْ، وَلَا لِدُنْيَاكُمْ إِلَّا نَظَرْتُ لَكُمْ فَوَعِزَّتِيْ لَأَسْتُرَنَّ عَلَيْكُمْ عَثَرَاتِكُمْ مَا رَاقَبْتُمُوْنِيْ، فَوَعِزَّتِيْ لَا أُخْزِيْكُمْ وَلَا أَفْضَحُكُمْ بَيْنَ يَدَيْ أَصْحَابِ الْحُدُوْدِ، اِنْصَرِفُوْا مَغْفُوْرًا لَكُمْ قَدْ أَرْضَيْتُمُوْنِيْ وَرَضِيْتُ عَنْكُمْ، فَتَفْرَحُ الْمَلَائِكَةُ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِمَا يُعْطِي اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ إِذَا أَفْطَرُوْا مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ‘‘.[شعب الإيمان للبيهقي، الرقم: ٣٤٢١]

اے میرے بندو! مجھ سے مانگو، میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کروگے عطا کروں گا، اور دنیا کے بارے میں جو سوال کروگے اس میں تمہاری مصلحت پر غور کرونگا، میری عزت کی قسم! جب تک تم میرا خیال رکھوگے میں تمہاری لغزشوں کی ستاری کرتا رہوں گا (اوران کو چُھپاتا رہوں گا) میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! میں تمہیں مجرموں (اورکافروں) کے سامنے رُسوا نہیں کروں گا، بس! اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کردیا اور میں تم سے راضی ہوگیا، پس فرشتے اس اجر وثواب کو دیکھ کر جو اس امت کو افطار کے دن ملتا ہے خوشیاں مناتے ہیں اور کھِل جاتے ہیں۔(اللھم اجعلنا منھم، آمین).

لہذا! اللہ رب العزت کی (عطایا کی) طرف دیکھتے ہوئے ہمیں بھی چاہیے کہ اس دن کو بھی اور اس بعد کے ایام کو بھی اس کی منشاء کے مطابق گذارنے کی کوشش کریں کہ یہی اس کی عطایا کی قدردانی ہے، چنانچہ ذیل میں عیدالفطر کے دن کے مسنون اور مستحب اعمال تحریر کئے جاتے ہیں:

((عید کے دن کے مسنون و مستحب اعمال))

1۔عید کے دن صبح سویرے اٹھنا۔ "**ویستحب ....التبکیر وھو سرعة الانتباہ**"(العالمگیریة: ١/ ١٤٩، رشیدیة).

2۔نمازِ فجر اپنے محلے کی مسجد میں پڑھنا۔ "**ومن المندوبات صلاۃ الصبح في مسجد حیه**"(ردالمحتار: ٣/ ٥٦، دارالمعرفة).

3۔جسم کے زائد بال اور ناخن وغیرہ کاٹنا۔ "**ویتطیب بإزالة الشعر وقلم الأظفار**"(حلبي کبیر، ص: ٥٦٦، سهیل اکیڈمي)

4۔غسل کرنا۔

5۔مسواک کرنا، (یہ اس مسواک کرنے کے علاوہ ہے جو وضو میں کی جاتی ہے، نیز مسواک کرنا خواتین کے لئے بھی مسنون ہے)

6۔جو کپڑے پاس ہوں اُن میں سے اچھے عمدہ کپڑے پہننا، نئے ہوں تو نئے پہن لئے جائیں ورنہ دُھلے ہوئے پہنے جائیں۔

7۔خوشبو لگانا (لیکن خواتین تیز خوشبو نہ لگائیں)۔ "**ثم یستحب لصلاۃ العید ما یستحب لصلاۃ الجمعةمِنَ الِاغتسال والاِستیاک والتطیُّب ولُبس أحسنِ الثیابِ والتبکیرِ إلی المُصلّیٰ لأنه یوم اجتماع للعبادۃ کالجُمعةفیستحبُ التَنظِیف وإِظهارالنِعْمة والمُسَارعة**"(حلبي کبیر، ص: ٥٦٦، سهیل اکیڈمي).

8۔انگوٹھی پہننا، (مردوں کے لیے صرف ساڑھے چار ماشہ چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے، اس سے زیادہ یا کسی اور دھات کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں) "**في النَهْر عن الدِرایة: أَنَّ مَنْ کان لا یختم مِنَ الصحابةِ کان یختم یومَ العید**". (ردالمحتار: ٣/ ٥٦، دارالمعرفة).

9۔اگر صدقہ فطر ابھی تک ادا نہ کیا ہو تو عید کی نماز سے پہلے پہلے ادا کرنا۔ "**ویؤدّي صدقة الفطرِ إغناءً لِلفقیرِ لِیَتفَرَّغ قلبُه للصلاۃ**". (فتح القدیر: ٢/ ٧٠، دارالکتب العلمیة).

10۔عیدگاہ کی طرف جلدی جانا۔ "**ویَستحِب...... اِلابتکارُ وهو المُسارعة إلیٰ المُصَلّی**". (العالمگیریة: ١/ ١٤٩، رشیدیة)

11۔پیدل چل کر عیدگاہ جانا، البتہ اگر کوئی عذر ہو تو سواری پر جانے میں مضائقہ نہیں۔ "**ثُمّ خُروجُه ماشیاً إلیٰ الجَبَانةِ**". (ردالمحتار: ٣/ ٥٦، دارالمعرفة).

12۔نمازِ عید، عیدگاہ میں ادا کرنا، البتہ اگر کوئی عذر ہو (مثلاً: بارش ہو، دشمن کا خوف ہو یا عیدگاہ میں امام صحیح العقیدہ نہ ہو) تو مسجدِ محلّہ میں ہی نمازِ عید ادا کرلی جائے۔ (کذا فی امداد الاحکام: ۱/۳۳۷)۔

13۔عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے آہستہ آواز میں تکبیرات تشریق کہتے ہوئے جانا، اور عیدگاہ پہنچ کر تکبیرات بند کردینا، تکبیرات تشریق یہ ہیں "**اَللّٰهُ أَکبَر، اَللّٰهُ أکبر، لآإِلٰه إلا اللّٰهُ واللّٰهُ أکبر، اللّٰهُ أکبر ولِلّٰهِ الحمد**".

"**ویُستَحبُّ التکبیرُ جهراً في طَریق المُصلّیٰ یومَ الأضحیٰ إِتّفاقاً للإِجماع وأَمّا یوم الفطرفقال أبو حنِیفة لایُجهَرُ بِه**". (حلبي کبیر، ص: ٥٦٦، سهیل اکیڈمي).

14۔عیدالفطر کی نماز کے لئے جانے سے پہلے کچھ کھالینا، اگر کوئی میٹھی چیز ہو (کھجور، چھوہارے یا کوئی اور چیز) تو طاق عدد میں کھانا بہتر ہے، اور اگر میٹھی چیز نہ ہو تو کوئی بھی چیز کھالی جائے۔ "**ویستحب في یوم الفطر أنْ یطعم قبل أن یَخرُجَ إلی المُصَلّی**". (فتح القدیر: ٢/ ٦٩، دارالکتب العلمیة).

15۔ نمازِ عید ادا کرنے کے بعد واپسی پر راستہ بدل کر آنا۔ (مرقاۃ: ۲۹۰/۳، رشیدیہ)۔

16۔ ہر کسی سے خوش اخلاقی سے پیش آنا، بشاشت کا اظہار کرنا اور غیض وغضب سے پرہیز کرنا۔

"وندب......إظهارُ البَشاشَة". (ردالمحتار: ٥٦/٣، دار المعرفة).

17۔ اپنی وسعت کے مطابق مستحقین اور مساکین کی مدد کرنا۔ "وندب......إكثارُ الصَّدَقَة". (ردالمحتار: ٥٦/٣، دار المعرفة).

18۔ اپنی حیثیت کے مطابق اپنے گھر والوں پر کھانے وغیرہ کے اعتبار سے کشادگی کرنا۔

19۔ اگر ممکن ہو تو (شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے) عید کے دن جبہ پہننا۔ "ويندب للرّجال وكان للنبي ﷺ جُبّةُ فَنَكٍ يلبَسُها في الجُمَع والأعياد". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ٢٨٩، دار الكتب العلمية).

20۔ ایک دوسرے کو مبارک باد دینا (بشرطیکہ اس کو لازم نہ سمجھا جائے)۔ "وندب......التَهنِئَة بتقبَّل اللّهُ منَّا ومِنكُم". (ردالمحتار: ٥٦/٣، دار المعرفة). ((عمدۃ الفقہ: ۲۵۹/۲، ۲۶۰ ملخصاً))۔

((نمازِ عید پڑھنے کا طریقہ))

عید کی نماز دو رکعت ہے، اس کا طریقہ عام نمازوں کی ہی طرح ہے، البتہ اس نماز میں چھ تکبیریں زائد ہوتی ہیں (تین پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے اور تین دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے) یہ تکبیرات واجب ہیں، اور ان کا ثبوت نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور کئی تابعین کرام سے ہے۔ (مسند احمد، شرح معانی الآثار، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق، مبسوط سرخسی، کتاب الآثار، اوجز المسالک وغیرہ)

نماز کا طریقہ یہ ہے، سب سے پہلے دل میں یا زبان سے نیت کرلے کہ "دو رکعت عید کی واجب نماز، چھ واجب تکبیروں کے ساتھ اس امام کے پیچھے پڑھتا ہوں"

اس کے بعد تکبیر تحریمہ یعنی: "اللّٰہ أکبر" کہہ کر ہاتھ باندھ لے،

پھر ثناء، یعنی: "سبحٰنک اللھم...الخ" پڑھ کے تین بار "اللّٰہ أکبر" کہے، پہلی اور دوسری بار کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر نیچے لٹکا دے، البتہ تیسری بار ہاتھ نہ لٹکائے، بلکہ باندھ لے،

اس کے بعد امام "أعوذ باللّٰہ" اور "بسم اللّٰہ" پڑھ کے قراءت کرے اور حسبِ قاعدہ پہلی رکعت پوری کرے،

دوسری رکعت میں قراءت کرنے کے بعد رکوع سے پہلے اسی طرح تین مرتبہ "اللّٰہ أکبر" کہے جیسے پہلی رکعت میں کیا تھا،

البتہ یہاں تینوں مرتبہ ہاتھ اُٹھا کر چھوڑ دے اور چوتھی بار رکوع کی تکبیر "اللّٰہ أکبر" کہہ کر رکوع میں چلا جائے، اور حسبِ قاعدہ نماز مکمل کرے۔

((اگر کچھ رکعتیں چھوٹ جائیں تو نمازِ عید میں ملنے کا طریقہ))

فرائض اسلام میں سب سے بڑا، اہم اور ذی شان فریضہ "نماز" ہے، لیکن مقامِ افسوس ہے کہ مجموعہ امتِ مسلمہ کا شاید دس فیصد طبقہ ہی اس اہم فریضہ کی طرف متوجہ ہوگا اور اس مختصر مجموعہ میں سے اس مقدس فریضہ کے جملہ مسائل سے واقفیت رکھنے والے بھی گنتی کے ہی افراد ہیں، انہی مسائل نماز میں سے ایک اہم مسئلہ "نمازوں کی چھوٹی ہوئی رکعات کی ادائیگی کا طریقہ" ہے، نمازی حضرات پانچوں نمازوں میں رہ جانے والی رکعات کو ادا کرنے کا طریقہ تو شاید جانتے ہی ہونگے، لیکن "نمازِ عید" (جو سال میں دو بار ہی آتی ہے) کی کوئی رکعت، یا تکبیراتِ زوائد رہ جائیں تو ان کی ادائیگی کیسے کی جائے گی؟ اس کی وضاحت تو ائمہ مساجد سے بھی بیان کرتے نہیں سنا گیا، چہ جائیکہ نمازی حضرات ان مسائل سے کما حقہ واقف ہوں، اور اگر کوئی امام صاحب اس مسئلہ کو بیان کرتے سنے بھی گئے تو عید کی نماز سے پہلے بیان کررہے ہوتے ہیں، حالانکہ یہ مسئلہ ان افراد سے متعلق ہے جو کسی عذر کی بناء پر تاخیر سے نماز میں شریک ہو

رہے ہوں، نہ کہ ان افراد کے لئے جو پہلے سے مسجد یا عید گاہ میں موجود ہیں۔

لہذا سوچا گیا کہ ''نمازِ عید'' میں مسبوق (یعنی وہ افراد جن کی کوئی رکعت یا تکبیرات رہ گئی ہوں) کی جتنی بھی صورتیں بن سکتی ہوں ان کو تفصیل سے بیان کر دیا جائے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ علمائے کرام وائمہ مساجد اگر عید المبارک سے چند روز قبل تفصیل سے بیان کر دیں تا کہ بہت سے صوم وصلوۃ کے پابند حضرات کی نمازِ عید خراب ہونے سے بچ سکے۔ **ذیل میں وہ تمام (متوقع) صورتیں جو پیش آسکتی ہیں، ان کا حکم ذکر کیا جاتا ہے:**

[1] اگر کوئی شخص ایسے وقت نماز میں شریک ہوا جب امام تکبیراتِ زوائد کہہ چکا تھا، تو ایسے شخص کے لئے حکم یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھنے کے بعد فوراً تین تکبیراتِ زوائد (ہاتھ اٹھاتے ہوئے) کہے اور اس کے بعد خاموشی سے امام کی قراءت سنے۔ (ردالمحتار: ۳/۶۴، دارالمعرفہ، بیروت)

[2] اگر کوئی شخص ایسے وقت نماز میں شریک ہوا جب امام رکوع میں چلا گیا تھا، تو یہ شخص اندازہ کرے کہ اگر وہ قیام کی حالت میں ہی تکبیرات کہہ کر امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہوسکتا ہو، تو ایسا ہی کرے اور اگر اس کا گمان یہ ہو کہ اگر میں نے قیام کی حالت میں تکبیرات کہیں تو امام رکوع سے اٹھ جائے گا، تو اس آنے والے کو چاہیے، کہ وہ رکوع میں چلا جائے اور رکوع میں تسبیحات کے بجائے تکبیرات کہے، لیکن اس وقت تکبیرات کہتے ہوئے ہاتھ نہیں اٹھائے جائیں گے، بلکہ ہاتھ گھٹنے پر ہی رکھے رہیں، ہاں! اگر رکوع میں تکبیرات کہنے کے بعد وقت ہو تو رکوع کی تسبیحات بھی کہہ لی جائیں، اور اگر آنے والا رکوع میں چلا گیا اور ابھی رکوع کی حالت میں ایک بار تکبیر کہہ پایا تھا، یا زیادہ، یا کچھ بھی نہیں کہہ پایا تھا کہ امام رکوع سے اٹھ گیا تو یہ بھی رکوع سے اٹھ جائے، بقیہ تکبیریں اس سے ساقط ہیں۔ (عالمگیریہ: ۱/۱۵۱، رشیدیہ)

[3] اگر کوئی ایسے وقت نماز میں شریک ہوا جب امام پہلی رکعت کے رکوع سے اٹھ گیا تھا، یا دوسری رکعت میں قراءت شروع کر چکا تھا، تو اب آنے والا امام کی متابعت کرے، یعنی جس طرح امام کر رہا ہے اسی طرح کرتا رہے، پھر امام کے سلام پھیرنے کے بعد رہ جانے والی رکعت اس ترتیب سے ادا کرے گا کہ اول کھڑے ہو کر ثناء پڑھے، پھر سورۃ الفاتحہ پڑھے، پھر سورت ملائے، اور پھر رکوع میں جانے سے پہلے تین تکبیراتِ زوائد کہے، پھر رکوع میں جائے، یعنی صورت کے اعتبار سے ''امام کے ساتھ پڑھی ہوئی دوسری رکعت اور یہ رکعت جو ادا کی جارہی ہے'' دونوں رکعتیں ایک جیسی ہوں گی، یہ اصح قول ہے۔ (البحرالرائق: ۲/۲۸۲، دارالکتب العلمیہ)

[4] اگر کوئی شخص دوسری رکعت میں ایسے وقت پہنچا جب امام تکبیرات کہہ کر رکوع میں جا چکا تھا، تو اب پھر پہلی رکعت کی طرح اندازہ کرے کہ تکبیرات کہہ کر امام کو رکوع میں پاسکتا ہے، یا نہیں؟ اگر پاسکتا ہے تو ایسا ہی کرے، اور اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو رکوع میں جا کر تکبیرات کہے، اور اگر امام رکوع سے اٹھ گیا یعنی مقتدی سے دونوں رکعتیں رہ گئیں، تو یہ دونوں رکعتیں اسی طرح پوری کرے جیسے عام ترتیب میں امام کے پیچھے نمازِ عید پڑھی جاتی ہیں۔ (تاتارخانیہ: ۲/۷۴۳، قدیمی)

[5] اگر کوئی ایسے وقت میں پہنچا جب امام سلام پھیر چکا تھا، تو اب اکیلا اس نماز عید کو نہیں پڑھ سکتا، اس شخص کو چاہیے کہ کسی ایسی مسجد، یا عید گاہ کو تلاش کرے جہاں ابھی تک عید کی نماز نہ ہوئی ہو، وہاں جا کر نماز ادا کرے اور اگر اس کو کوئی ایسی جگہ نہ ملے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ چاشت کے وقت چار رکعت نفل ادا کرے۔ (ردالمحتار: ۳/۶۷، دارالمعرفہ)

الغرض! مذکورہ بالا ممکنہ صورتیں ہی کسی کو پیش آسکتی ہیں، اگر علمائے کرام اور ائمہ مساجد انہیں ''عید'' سے کچھ دن پہلے ہی سے ایک ایک کر کے بیان کر دیا کریں، تو یقیناً بہت سارے مسلمانوں کی ''عیدین'' کی نماز خراب ہونے سے بچ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنی مرضیات کے مطابق چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆..........☆☆..........☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

☆☆☆............چاندرات (لیلۃ الجائزہ) کی اہمیت وفضیلت............☆☆☆

رحمتوں، برکتوں اور بخششوں والا مہینہ رمضان المُبارک کے اختتام پر آنے والی شب، یعنی: **عید الفطر کی رات**؛ جسے ہم چاندرات کہہ کر پکارتے ہیں، ایک بابرکت رات ہے، چاندرات؛ دراصل انعام والی، اور اجرت والی رات ہے، آسمانوں پر اس رات کا نام **"لیلۃ الجائزہ"** ہے۔ پورے مہینے کی محنتوں کا بدلہ اسی رات میں ملتا ہے، یہ رات خصوصی برکتوں، رحمتوں، بخشش ومغفرت اور نہایت فضیلت والی رات ہے۔ اس رات میں اللہ تعالی اس ماہ مبارک کی تمام راتوں سے زیادہ سخی اور فیاض ہوکر اپنے بندوں کی مغفرت فرماتے ہیں۔

[☆] جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "**وَلِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي كُلِّ يَوْمٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ عِنْدَ الْإِفْطَارِ أَلْفُ أَلْفِ عَتِيقٍ مِنَ النَّارِ، كُلُّهُمْ قَدِ اسْتَوْجَبُوا النَّارَ، فَإِذَا كَانَ آخِرُ يَوْمٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ؛ أَعْتَقَ اللّٰهُ فِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ بِقَدْرِ مَا أَعْتَقَ مِنْ أَوَّلِ الشَّهْرِ إِلٰى آخِرِهِ**". [شعب الإيمان للبيهقي، الرقم: ٣٤٢١] **ترجمہ:** اللہ تعالی رمضان میں روزانہ افطار کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے نجات عطا فرماتے ہیں، جو جہنم کے مستحق ہوچکے تھے اور جب رمضان کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے اس آخری دن تک جتنے لوگ جہنم سے آزاد ہوئے تھے ان سب کے برابر اس آخری دن میں آزاد فرماتے ہیں۔

احادیث مبارکہ کی روشنی میں آسمانوں میں اس رات کو "لیلۃ الجائزہ"، یعنی: انعام والی رات، کے نام سے پکارا گیا ہے، [شعب الإيمان للبيهقي، الرقم: ٣٤٢١] اور عید کے دن کو **"یوم الجائزہ"**، یعنی: انعام والا دن، کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ نام اِس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس رات میں بندوں کو پورے رمضان کی مشقتوں اور قربانیوں کا بہترین صلہ عطا کیا جاتا ہے۔

[☆] حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "**مَنْ قَامَ لَيْلَتَيِ الْعِيدَيْنِ لِلّٰهِ مُحْتَسِبًا لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ حِينَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ**". [شعب الإيمان للبيهقي، الرقم: ٣٤٣٨] جس نے عیدین (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کی دونوں راتوں میں اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کی امید رکھتے ہوئے عبادت میں قیام کیا اُس کا دل اُس دن مردہ نہیں ہوگا، جس دن سب کے دل مُردہ ہوجائیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ آدمی اِن راتوں کو عبادتِ الٰہی میں مصروف رکھے، نماز، تلاوت اَور ذکر ودُعا میں مشغول رہے۔ اِن راتوں میں عبادت کرنے والے کا دِل نہ مرے گا، اِس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے خوف ناک، ہولناک اَور دہشت ناک دِن میں جب کہ ہر طرف خوف وہراس، گھبراہٹ اَور دہشت پھیلی ہوئی ہوگی، لوگ بدحواس ہوں گے، اُس دِن میں حق جل شانہ اِس کو نعمت والی اَور سعادت والی زندگی سے سرفراز فرمائیں گے۔

[☆] حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں: "**مَنْ أَحْيَا اللَّيَالِيَ الْخَمْسَ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ لَيْلَةَ التَّرْوِيَةِ وَلَيْلَةَ عَرَفَةَ وَلَيْلَةَ النَّحْرِ وَلَيْلَةَ الْفِطْرِ وَلَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ**". [الترغيب والترهيب، الرقم: ١٦٥٦]

جو پانچ راتوں کو عبادت کے ذریعہ زندہ کرے اُس کے لیے جنّت واجب ہوجاتی ہے: لیلۃ الترویۃ، (یعنی: آٹھ ذی الحجہ کی رات،) عرفہ، (یعنی: نو ذی الحجہ کی رات،) لیلۃ النحر، (یعنی: عید الاضحیٰ کی رات،) لیلۃ الفطر، (یعنی: عید الفطر کی شب)، اور پانچویں؛ شعبان کی پندرہویں شب، یعنی: شبِ براءت ہے۔

مذکورہ حدیث میں اِن پانچ راتوں کی ایک خاص فضیلت یہ بیان فرمائی ہے کہ جو شخص اِن پانچ راتوں میں جاگ کر ذکرِ الٰہی اَور عبادت

مفتی محمد راشد ڈسکوی غفرلہ، (0300-7798967) مفتی محمد اُویس حفظہ اللہ، (0323-3693369)

میں لگا رہے گا اللہ تعالیٰ اُس پر اپنا خاص اِنعام یہ نازل فرمائیں گے کہ اُسے جنت کی دولت سے مالا مال فرمائیں گے۔ پورے سال میں اِن پانچ راتوں میں حسبِ وسعت بیدار رہ کر عبادت کرنا کوئی مشکل اَور دُشوار کام نہیں ہے۔

[☆] حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے: ”خَمْسُ لَيَالٍ؛ لَا يُرَدُّ فِيهِنَّ الدُّعَاءُ: لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ، وَأَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ رَجَبَ، وَلَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، وَلَيْلَةُ الْعِيدِ وَلَيْلَةُ النَّحْرِ“. [شعب الإيمان للبيهقي، الرقم: ٣٤٤٠] **ترجمہ:** پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دعاء کو ردّ نہیں کیا جاتا: جمعہ کی شب، رجب کی پہلی شب، شعبان کی پندرہویں شب، اور دونوں عیدوں (یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کی راتیں۔

نوٹ: عیدین کی راتوں کی فضیلت کے بارے میں وارد ہونے والی کئی روایات سند کے اعتبار سے اگرچہ کچھ کمزور ہیں، لیکن ایک تو فضائل کے معاملہ میں ضعیف روایات قابلِ قبول ہوتی ہیں (بشرطیکہ ضعف شدید نہ ہو) دوسرے ان روایات کے مختلف سندوں کے ساتھ مروی ہونے کی وجہ سے ضعف کسی درجہ میں دور بھی ہو جاتا ہے، لہٰذا اس موقعہ پر روایات کی سندوں کے ضعف کو بنیاد بنا کر عیدین کی راتوں کی فضیلت کا یکسر انکار کر دینا جمہور کے مؤقف کے خلاف ہے۔

((اس رات کے فضائل سے غفلت سے بچیے!))

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے اس رات کی فضیلت ومنقبت پوری طرح کھل کے سامنے آ چکی ہے، لیکن مشاہدہ یہ ہے کہ ہم جانے انجانے میں اس مبارک رات سے غافل رہتے ہیں، اس رات کے فوائد حاصل کرنے کی کوششیں بالکل نہ ہونے کے برابر نظر آتی ہے، حالانکہ یہ وقت تو پورے مہینے کی عبادات کا بدل وصول کرنے کا تھا، تھوڑا سا سوچنے کی ضرورت ہے کہ کوئی مزدور، کوئی ملازم، کوئی محنت کرنے والا کام تو کرے، اور خوب محنت سے کرے، لیکن جب اجرت وصول کرنے کا وقت آئے تو وہ اجرت وصول ہی نہ کرے، تو کیا اسے عقلمند کہا جائے گا؟؟!!

((بہت بڑی نادانی اور غلطی))

روزے ختم ہوتے ہی ہم سب دنیاداری خرافات میں الجھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ خواتین بازاروں میں شاپنگ کی خاطر چکر کاٹ رہی ہوتی ہیں، ایک طرف بیوٹی پالرز ساری ساری رات آباد رہتے ہیں، تو دوسری طرف وہ مرد جو پورا مہینہ رمضان المبارک کے احترام میں داڑھی نہیں کٹواتے تھے، اب حجام کے پاس رات گئے تک اپنی باری کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔ گھروں میں مستورات صبح کی تیاریوں، عید کے میٹھے میٹھے پکوان تیار کرنے میں ہی ساری ساری رات صرف کر دیتی ہیں۔ اور مرد حضرات اپنی رات کو تفریح، ہوٹلوں اور بازاروں (جہاں بیسیوں گناہوں میں مبتلا ہونا پڑتا ہے) میں خریداریوں کی نذر کر دیتے ہیں، یا لمبی تان کے سو جاتے ہیں، جس کی بنا پر ان کی نماز فجر تک خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ دیکھنے میں آتا ہے عید الفطر کے دن نماز فجر کی رونق ہی ختم ہو جاتی ہیں۔ اور تو اور؛ ہمارے اعتکاف میں بیٹھنے والے بھائی بھی چاند نظر آتے ہی ایسے غائب ہو جاتے ہیں کہ صبح نماز فجر میں ہی یا عید الفطر کی نماز میں نظر پڑتے ہیں۔

عظمت وفضیلت والی یہ رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت محمدیہ کے لیے ایک خصوصی تحفہ ہے، اس سے بے اعتنائی اور اس کے بابرکت لمحات کو خرافات ومنکرات میں ضائع کرنا، اللہ تعالیٰ کی اس نعمت اور عطا کی بڑی بے قدری ہے، اس سے بچنے اور اس رات کو قیمتی بنانے کی فکر ہم سب کے لیے از حد ضروری ہے۔ اس رات میں اپنے کریم رب کو راضی کرنا ہے، اپنی محنت پر اپنی اجرت وصول کرنی ہے۔

((اس رات کے فضائل سمیٹنے کا طریقہ))

اس کے لیے دو کام کرنے ہیں؛

ایک تو اس رات کو فضولیات و منکرات سے پاک رکھنا ہے۔

دوسرا جتنا ممکن ہو اپنے آپ کو اس رات میں بھی عبادت میں مشغول رکھنا ہے۔

اس رات میں شب بیداری و عبادت کے لیے شریعت کی طرف سے کوئی خاص طریقہ اور کوئی خاص عبادت مقرر نہیں ہے، بلکہ اپنی طبیعت کے مطابق جو شخص جتنی بھی اور جو بھی عبادت، جہاں بھی یعنی: گھر میں یا مسجد میں جس طرح بھی آسانی سے ہو سکے، کر لے۔

[☆] نوافل پڑھے جائیں،

[☆] قرآن مجید کی تلاوت،

[☆] اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں، بالخصوص اپنی اور امت مسلمہ کی مغفرت کی دعائیں کی جائیں، رمضان المبارک کی عبادات میں جو کمیاں رہ گئیں ان پر استغفار کیا جائے۔

[☆] اور کوشش کی جائے کہ تہجد کا بھی موقع مل جائے، ورنہ کم از کم عشاء کی نماز اور صبح فجر کی نماز تو جماعت سے ہی ادا ہو، اِتنا کر لینے سے بھی اِس رات کی فضیلت اَور ثواب سے محرومی نہ ہوگی، اور ہماری یہ رات عبادت میں شمار ہوگی، بشرطیکہ گناہوں اور خرافات سے بچے رہے تو۔

خلاصہ یہ کہ اگر اِس مبارک رات کو بھی قیمتی بنانا ہے، اور اگر خدانخواستہ کسی نیک کام کی توفیق نہ ملے تو کم اَز کم یہ کوشش تو ضرور ہی کرنی ہے کہ گناہ میں تو مبتلاء ہو کر اللہ تعالیٰ کے مجرم نہ بنیں۔

☆☆☆............☆☆............☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شوال کے چھ روزوں کے فضائل واحکام

رمضان المبارک کا ماہِ مبارک مکمل ہو گیا اور اس کے بعد شوال کا مہینہ شروع ہو چکا ہے، جس کی یکم تاریخ کو ہم عید الفطر کے نام سے جانتے ہیں، اس عید کے بعد شوال کے بقیہ مہینے میں چھ روزے رکھنے کی فضیلت اور ترغیب صحیح احادیث مبارکہ میں ملتی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَأَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوّال. كَانَ كَصِيَامِ الدّهْرِ". (صحيح مسلم، الرقم: ٢٧٥٨) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ پورے زمانے کے روزے رکھنے کی طرح ہے''۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَسِتًّا مِنْ شَوَّالٍ، فَقَدْ صَامَ الدَّهْرَ". [مسند أحمد، الرقم: ٢٣٥٥٦] **ترجمہ:** ''جس نے رمضان کے روزے رکھے اور (اس کے بعد) شوال کے چھ روزے رکھے تو گویا اس نے پورے سال کے روزے رکھے''۔

ان دونوں احادیث میں غور فرمائیں تو پہلی حدیث میں شوال کے چھ روزے رکھنے کو پورے زمانے کے روزے اور دوسری حدیث میں پورے سال کے روزے رکھنے کی مانند قرار دیا گیا ہے۔

ان دونوں احادیث میں علماء کرام نے اس تطبیق دی ہے کہ مسلمان جب رمضان المبارک کے پورے مہینے کے روزے رکھتا ہے تو (اس قاعدہ کہ ایک نیکی کا کم از کم اجر دس گنا ہے، کے تحت) اس ایک مہینے (یعنی: رمضان المبارک) کے روزے دس مہینوں کے برابر بن جاتے ہیں۔ اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے جائیں تو یہ چھ روزے ساٹھ روزوں یعنی: دو مہینے کے روزوں کے برابر ہو جاتے ہیں، گویا رمضان اور اس کے بعد چھ روزے شوال میں رکھنے والا پورے سال کے (یعنی: تین سو ساٹھ) روزوں کے اجر کا مستحق بن جاتا ہے۔

اس تشریح سے مذکورہ بالا حدیث کا مطلب واضح سمجھ میں آجاتا ہے کہ گویا اس طریقہ پر عمل کرنے والے شخص نے پورے سال کے روزے رکھے۔

اور اگر مسلمان کی زندگی کا یہی معمول بن جائے کہ وہ ہر سال رمضان المبارک کے روزوں کے ساتھ ساتھ شوال کے چھ روزوں کا بھی اہتمام کرتا رہے تو یہ ایسے شمار ہوگا، جیسے: اس نے پوری زندگی روزوں میں ہی گزاری ہو۔

اس توجیہ سے حدیث مذکور کا مضمون کہ ''**یہ شخص پورے زمانے کے روزے رکھنے کی طرح ہے**''، بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

مذکورہ فضیلت کے علاوہ علماء کرام فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک کے روزوں میں جو کوتاہیاں سرزد ہو جاتی ہیں، شوال کے ان چھ روزوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کمیوں اور کوتاہیوں کو دور فرما دیتے ہیں۔ اس طرح ان چھ روزوں کی رمضان کے فرض روزوں سے وہی نسبت ہوگی جو سنن ونوافل کی فرض نمازوں کے ساتھ ہے کہ اللہ تعالیٰ سنن ونوافل کے ذریعہ فرض نمازوں کی کوتاہیوں کو دور کر دیتے ہیں، جیسا کہ واضح طور پر احادیث مبارکہ میں موجود ہے۔

بعض حضرات ان روزوں کو مکروہ قرار دیتے ہیں، اپنی دلیل میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے ان روزوں کو اپنی کتاب ''مؤطا امام مالک'' میں مکروہ قرار دیا ہے۔ نیز کراہت کی دوسری وجہ یہ قرار دیتے ہیں کہ عوام ان روزوں کو فرض روزوں کی طرح ضروری سمجھتی ہے، اس لیے ان روزوں کا رکھنا مکروہ ہے۔

اس بارے میں عرض یہ ہے کہ جمہور فقہاء؛ احناف، شوافع، اور حنابلہ کے نزدیک یہ روزے مکروہ نہیں ہے، بلکہ مسنون و مستحب ہیں۔ رہا امام مالک رحمہ اللہ کا قول؛ تو اس کے بارے میں یہ عرض ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مؤطا امام مالکؒ میں (رمضان کے فوراً بعد یعنی: عیدالفطر کے دوسرے دن سے ہی) ان روزوں کے اہتمام کو مکروہ تحریر کیا ہے۔

علاوہ ازیں! بعض حضرات نے عیدالفطر کے فوراً بعد ان چھ روزوں کو رکھ کر ساتویں شوال کی شام کو ایک تقریب کی صورت بنانی شروع کر دی تھی، ممکن ہے کہ اسی وجہ سے امام مالکؒ نے عیدالفطر کے دوسرے دن سے اہتمام کے ساتھ ان روزے رکھنے کو مکروہ قرار دیا ہوتا کہ رمضان اور غیر رمضان کے روزوں میں فرق کیا جا سکے، جیسا کہ امام قرطبیؒ نے تحریر کیا ہے کہ خراسان کے بعض حضرات نے رمضان کی طرح عیدالفطر کے بعد ان روزوں کا اہتمام کیا۔

دوسرا احتمال جو بیان کیا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں عوام نے اس کو ضروری سمجھ رکھا ہے، اس لیے ان پر عمل کرنا منع ہے، تو یہ بھی درست نہیں ہے، اس لیے کہ آج کل کوئی بھی ان روزوں کو فرض یا واجب نہیں سمجھتا، خواص یعنی: اہل علم کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، عوام کو جب بھی ان روزوں کی ترغیب دی جاتی ہے تو ساتھ ساتھ یہ بھی واضح کیا جاتا ہے کہ یہ روزے فرض یا واجب نہیں ہیں، محض مسنون اور باعث اجر ہیں۔

((شوال کے روزوں سے متعلق کچھ متفرق مسائل))

[☆] عیدالفطر کے بعد شوال کے یہ چھ روزے فرض، یا واجب نہیں ہیں۔ بلکہ مستحب و مسنون ہیں۔

[☆] اگر کسی شخص کے ذمے رمضان کے روزے بھی باقی ہوں تو افضل یہ ہے کہ پہلے قضاء روزے مکمل کرے، پھر شوال کے یہ روزے رکھے، لیکن اگر کوئی رمضان کے روزوں کی قضا سے پہلے ان چھ روزوں کو رکھنا چاہے تو یہ بھی جائز ہے، کیونکہ رمضان کے روزوں کی قضا فوری طور پر واجب نہیں ہے بلکہ کسی بھی ماہ میں رمضان کے فوت شدہ روزوں کی قضاء کی جا سکتی ہے۔

[☆] شوال کے مہینے میں یہ چھ روزے رکھتے ہوئے قضاء اور ان روزوں کی نیت جمع کرنا درست نہیں ہے۔ بلکہ جدا جدا ہی رکھنا ضروری ہے۔

[☆] ان روزوں کو عید کے فورا بعد اور مسلسل رکھنا ضروری نہیں ہے، اگر چہ بعض علماء اس کے بھی قائل ہیں۔ لیکن معتبر بات یہ ہی ہے کہ شوال کے پورے مہینے میں جب چاہیں رکھ سکتے ہیں۔

[☆] ان چھ روزوں کے بعد عید منانے کا کوئی تصور شریعت میں نہیں ہے۔

[☆] ان روزوں کی نیت رات سے کرنا ہی ضروری نہیں ہے بلکہ صبح صادق کے بعد اگر کچھ بھی نہ کھایا ہو تو ضحوہ کبریٰ یعنی: زوال سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے تک نیت کر سکتے ہیں۔ سحری کھانا سنت ہے لیکن بغیر سحری کے بھی روزہ ہو جاتا ہے۔

[☆] اگر ان روزوں میں سے کوئی روزہ رکھ کر کسی وجہ سے توڑنا پڑ جائے تو اس کی صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ نہیں۔

[☆] اگر کسی شخص نے ان چھ روزوں کو رکھنا شروع کیا، لیکن کسی وجہ سے ایک یا دو روزہ رکھنے کے بعد بقیہ روزے نہیں رکھ سکا، یعنی: شوال میں ہی چھ روزے مکمل نہیں رکھ سکا تو اس پر باقی روزوں کی قضاء لازم نہیں ہے۔

[☆] اسی طرح اگر کوئی شخص ہر سال ان روزوں کے رکھنے کا اہتمام کرتا ہے مگر اس سال نہ رکھ سکا تو وہ گناہگار نہیں ہوگا اور نہ ہی اس پر ان روزوں کی قضا واجب ہوگی۔

☆☆☆............☆☆............☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

☆☆☆…………رمضان کے بعد کی زندگی…………☆☆☆

اللہ رب العزت کی جانب سے دنیا اور آخرت میں انسان کے عمل کے مختلف خوبصورت اور حوصلہ افزا ملنے والے معاوضوں کو اس عمل کا ثواب کہتے ہیں۔مثلاً: جب نماز کو اس کے مختلف مسائل کی پابندی کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے تو بدلے میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے گناہوں سے رکنے اور رزق میں برکت ہونے جیسے انعامات دیئے جاتے ہیں۔اسی طرح جب انسان ماہ رمضان کو اس کے درست شرعی مسائل اور آداب کی رعایت سے بسر کرتا ہے تو دنیا میں اس کا ثواب یہ ہے کہ اس کے کردار میں تقوی آتا چلا جاتا ہے اور آخرت میں اللہ کی جانب سے وہ خصوصی اجر کا حقدار ہوجاتا ہے۔

یہاں ایک سوال اٹھتا ہے کہ جب ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ. [البقرة: ١٨٣]﴾ کا وعدہ موجود ہے،یعنی رمضان میں ازخود یہ قوت پائی جاتی ہے کہ اس سے آدمی کے اندر تقوی پیدا ہوجاتا ہے اور اس کے اعمال درست ہوجاتے ہیں تو پھر آدمی کو رمضان کے بعد کی زندگی کو سیکھنے اور اپنے اعمال کی درستی کی محنت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

سمجھ لیا جائے کہ قرآن وحدیث کے ایسے وعدوں کا یہ معنیٰ نہیں ہوتا کہ مثلاً: رمضان کے بعد فرشتے روزہ دار کو زبردستی بازو سے کھینچ کر جوئے کے ڈیرے سے اٹھا کر نماز کے پھٹے پر کھڑا کردیں گے۔اور نہ ہی یہ ایسی سادہ بات ہے کہ جب ایک مہینہ روزانہ بار بار کچھ اعمال کو کیا جائے گا تو جسم کو ان کی عادت ہوجائے گی۔اور تقوی محض یہ بھی نہیں کہ پانچ وقت مسجد میں جانے کی عادت ہوجائے۔

دراصل تقویٰ تو قلب وروح کی پاکیزگی اور درستی کا ایک قدرتی نظام ہے۔اس نظام میں ہر عبادت کے ذریعے اللہ پاک بندے کے اندر ایک روحانی کیفیت پیدا فرماتے ہیں جس سے اس کے لیے وہ وہ کام کرنا آسان ہوجاتا ہے جنہیں عموماً سوچا بھی نہیں جاسکتا۔چنانچہ رمضان کے روزوں سے بھی آدمی کے اندر دو ایسی صلاحیتیں قوت پاتی ہیں جو آدمی کو نیکی پر چلانے کے لیے کمان کی ڈوری کا کام کرتی ہیں۔آیئے دیکھتے ہیں کہ وہ صلاحیتیں کیا ہیں۔

[1] رمضان میں شیاطین کے قید ہونے سے انسان میں گناہ سے بیزاری اور نیکی کا شوق بڑھتا ہے۔اور پورے معاشرے میں جو ایک خاص ماحول اس ماہ مبارک میں بن جاتا ہے اس میں ان جذبات کو مزید تقویت ملتی ہے۔دیگر الفاظ میں،رمضان؛انسان میں فرشتوں جیسی صِفت کو ترقی دیتا ہے۔ فرشتوں کی اس صفت کو اللہ تعالی نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے،﴿لَّا يَعْصُونَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ. [التحريم:٦]﴾ اللہ کے کسی حکم میں اس کی نافرمانی نہیں کرتے،اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔اس سے آدمی کے لیے اللہ کی اطاعت میں لگنا قطعاً بوجھ نہیں رہ جاتا اور گناہوں سے بچنا بھی مشکل محسوس نہیں ہوتا۔

[2] اگر کسی کے دل پر اللہ کی جانب سے پردے نہ پڑ گئے ہوں تو ہر انسان کے دل میں نیکی سامنے آنے پر اس کے لیے رغبت،اور برائی سامنے آنے پر اس سے بچنے کی یاددہانی ضرور پیدا ہوتی ہے۔یہ یاددہانی براہ راست الہام کے ذریعے ہو،کسی فرشتے کی پکار پر ہو،یا خود اپنے ہی ضمیر کی بے چینی سے،ہوتی ضرور ہے۔مثلاً: حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ "دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ فَإِنَّ الصِّدْقَ طُمَأْنِينَةٌ وَإِنَّ الْكَذِبَ رِيبَةٌ" [سنن الترمذي، الرقم: ٢٥١٨] ترجمہ: جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر وہ چیز اختیار کرو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے،کیونکہ سچ اطمینان (کا باعث) ہے اور جھوٹ بے چینی (کا باعث) ہے۔اس کے بعد کسی کا دل اس یاددہانی کو جلد قبول کرلیتا ہے کسی کا کچھ دیر سے،کوئی اس یاددہانی کے مطابق اپنے اعمال فوراً درست کرلیتا ہے کوئی کچھ دیر سے۔رمضان؛دل کو اتنا حساس کردیتا ہے کہ جب اللہ کا حکم سامنے آئے تو یہ فوراً اعضاء کو اس کی تعمیل کے لیے آمادہ کرتا ہے اور جب کوئی پرکشش گناہ سامنے آجائے تو یہ دل فوراً اعضاء کو اس سے بچنے کی ہدایت کرتا ہے،جیسا کہ پرہیزگاروں کے بارے میں ارشاد ربانی ہے،﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَاهُمْ مُّبْصِرُوْنَ. [الأعراف: ٢٠١]﴾ جن لوگوں نے تقوی اختیار کیا ہے،

انہیں جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال آ کر چھوتا بھی ہے تو وہ (اللہ کو) یاد کر لیتے ہیں، چنانچہ اچانک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

اب رمضان المبارک کے ذریعے اللہ حکیم کے اس تربیتی پروگرام کو ایک مثال سے سمجھیے۔ ایک زنگ آلود اور خستہ حال مشین کو اگر دوبارہ صاف ستھرا اور قابل استعمال بنا دیا جائے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اب وہ از خود تمام کام کرنے لگے گی۔ بلکہ کاریگر کو ہاتھ پاؤں ہلانے پڑیں گے اور جن کاموں کے لیے اس مشین کو تیار کیا گیا ہے وہ کام اسی کو اس مشین سے لینے ہوں گے، بشرطیکہ اسے پتا ہو کہ یہ مشین کن امور کے لیے تیار کی گئی ہے۔ اور اگر مشین کی کسی ضرورت، مثلاً: آئل کی تبدیلی، پانی کی کمی، شارٹ سرکٹ وغیرہ کی صورت میں کوئی میٹر یا الارم متنبہ کرے تو یہ ضرورتیں کاریگر کو ہی متوجہ ہو کر پوری کرنی ہوں گی۔ اسی طرح؛ رمضان کے ذریعہ ہمارے قلب و روح کی ایک تربیت درج بالا دو صلاحیتوں کی صورت میں کر دی گئی ہے، اب یہ ہمارا کام ہے کہ رمضان کے بعد، جب بھی دل میں نیکی کے لیے رغبت اور بدی کے خلاف کھٹکا پیدا ہو تو ہم پورے شعور سے متوجہ ہوں۔ اور اپنے جسم سے درست سَمت میں وہ کام لیں جن کے لیے رمضان میں اسے تیار کیا گیا ہے۔ رمضان کا بنیادی ہدف انسان میں تقویٰ کی صفت کو پیدا کرنا اور اسے بڑھانا ہے۔

((تقویٰ))

تقویٰ: جس کے انعام کا وعدہ رمضان کے روزوں کے ساتھ جوڑا گیا ہے، مؤمن کے کردار کے ہر پہلو کو سنوارنے اور اس کی حفاظت کرنے والی شے ہے۔ البتہ! اس کردار کے کچھ شعبے ایسے ہیں جن کی تقویت میں ان روزوں کا خاص اور براہ راست اثر ہے، اور یہ شعبے پھر مؤمن کی باقی زندگی کو بالواسطہ متأثر کرتے ہیں۔ اب ہم ان شاء اللہ ذیل میں ان شعبوں کے بارے میں مختصر تعارف حاصل کریں گے تاکہ انہیں بعد از رمضان نظر انداز نہ کیا جائے۔

((تعلق مع اللہ))

کہتے ہیں جس چیز کے لیے جان، مال اور وقت لگتا ہے اس کی اہمیت اور محبت دل میں پیدا ہوتی ہے۔ مسلسل پورا ماہ جن مشقوں اور مشقتوں سے مسلمان گزرتا ہے یہ اس کی، اللہ کی ذات سے محبت و تعلق کو بہت زیادہ قوی تر کر دیتی ہیں۔ اللہ کی رضا کے لیے بھوک برداشت کرنا، پیاس سہنا، بے آرام ہونا، سونے جاگنے میں اوقات کی بے ترتیبی اور روزمرہ کے گھر بار کے دھندوں کے ساتھ لمبی لمبی رکعتیں پڑھنا، اور بسا اوقات یہ سب کچھ کرنے میں اپنے اَمراض کا بھی کچھ خیال نہ کرنا - یہ سب مشقتیں دیکھیے کہ ہمیں کس چیز کے لیے تیار کر رہی ہیں۔ اعتکاف کے زمانہ میں ساری دنیا اور اس کے ظاہری اَسباب سے کٹ کر اللہ ہی کا ہو رہنا اور طاق راتوں میں لیلۃ القدر کی تلاش بھی اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں، بلکہ یہ اس تعلق کو عروج پر پہنچانے والے اعمال ہیں۔

اچھا، پھر ان سب کے ساتھ ایک بڑی اہم بات! آدمی جسمانی تکالیف تو پھر بھی برداشت کر لیتا ہے، البتہ! ذہنی تکلیف اٹھانا اور وہ بھی ایسی جو سمجھ سے باہر ہو، یہ بہت مشکل کام ہے۔ اور جب ایسی تکلیف بلا سوچے سمجھے کسی کی محبت میں اٹھائی جائے تو پھر وہ محبت انتہائی اعلیٰ درجے پر جا پہنچتی ہے۔ ذرا غور کیجیے؛ ایک عجیب سے وقت پر اٹھ بیٹھنا اور اس وقت نہ چاہتے ہوئے بھی کچھ کھانا، پھر سارا دن اپنے حلال رزق اور حلال بیوی سے دور رہنا اور پھر سارے دن کے بعد عین آرام کے وقت ٹوٹے ہوئے جسم کو لے کر ایک طویل نماز کے لیے کھڑے ہو جانا؛ کیا اس میں بظاہر جان، مال اور وقت کا حرج نظر نہیں آتا؟ کیا عموماً ایسے طرز و ترتیب والے کو بے وقوف نہیں کہا جاتا؟ کیا پھر بھی اس ماہ میں یہ سب کچھ خوشی سے نہیں کیا جا رہا؟ کیا یہ سب باتیں سمجھ میں آنے والی ہیں؟ نہیں، تو کیا ایسا نہیں ہے کہ اس ماہ مقدس میں انسان کی عقل و سمجھ کو اللہ تعالیٰ کی منشاء کے تابع کر دیا گیا ہے؛ اور ایک گوشت پوست کے کمزور خاکی جسم کو حیرت انگیز توانائیاں عطا کر کے اس رحیم و کریم دوست کی دوستی پر سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار کر دیا گیا ہے؟

اب رمضان کے بعد بھی اس تعلق کو ہمہ وقت اپنی آنکھوں کے سامنے رکھنے اور ذاتی خواہشات سے اس کو بچاتے رہنے کی ضرورت ہے۔ یعنی: ہم ہر معاملے میں اللہ رب العزت کی منشاء کو ترجیح دیں گے، اگرچہ بظاہر اپنا نقصان ہوتا ہوا نظر آئے اور اس کے دین کو، سنت طریقے پر، اپنی اور دوسروں کی زندگیوں میں لانے کی کوشش کریں گے۔

((اخلاص))

اخلاص کا معنی ہے کسی شے کو ہر دوسری شے کی آمیزش سے پاک کر دینا۔ اصطلاحاً: امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ تعالی نے اخلاص کی تعریف فرمائی ہے کہ "فَحَقِيْقَةُ الْإِخْلَاصِ؛ التَّبَرِّيْ عَنْ كُلِّ مَا دُوْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى". [المفردات في غريب القرآن: ۱/۲۹۳] یعنی، اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت (اور اس کی رضا جوئی) کے علاوہ ہر ایک کی عبادت (اور اس کی رضا جوئی) سے بری ہو جائے۔ اخلاص؛ تمام اعمال کی بنیاد ہے؛ اس کے بغیر کوئی عمل میزان تک نہیں پہنچ سکتا۔

کسی کام میں عدمِ اخلاص کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ آدمی اس کام کے کرنے میں دوسروں سے ممتاز معلوم ہو، اور ایک دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ اپنے کام کا بہتر معیار لوگوں کو دکھانے کا موقع ملے؛ وگرنہ دل میں یہ خیال ہی نہیں گزرتا کہ لوگ میری تعریف کریں۔ ایک وجہ عدم اخلاص کی یہ بھی ہوتی ہے کہ آدمی کا کوئی دنیوی نفع اس کام سے جڑا ہوا ہو۔ اور بھی وجوہات ہو سکتی ہیں۔

دیکھیے! سبحان اللہ، کہ رمضان؛ کیسے ان تینوں وجوہات کو مٹا کر انسان کو اخلاص نیت کا موقع فراہم کرتا ہے:

[1] ہر کوئی اسی ایک (روزہ رکھنے والے) کام میں لگا ہے۔ [2] کوئی اپنی کارکردگی کی خوبی نہیں دکھا سکتا۔

[3] کام کے اختتام پر اللہ کے علاوہ کسی سے کچھ ملے گا بھی نہیں۔

دیکھیے! کیسے ایک مسلمان کو صرف اللہ پاک کی رِضا کے لیے مُخلِص ہو جانے کی مشق سے گزارا جاتا ہے؛ اور یہی کیفیت غیر رمضان کا تقاضا بن جاتی ہے۔ یعنی: اب جو بھی کام کیا جائے محض اللہ تعالی کو راضی کرنے کی غرض سے ہی کیا جائے۔ اور جب بھی کسی کام کے کرنے میں کوئی اور غرض سامنے آئے، ہم فوراً چوکنے ہو کر اپنی اصلاحِ نیت کی کوشش میں لگ جائیں۔ ہم ہر کام میں سے عدم اخلاص کی درج بالا تینوں وجوہات کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔ باقی ان شاء اللہ جب آدمی اخلاص کے راستے پر چلنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ پاک بڑی رہنمائی فرماتے ہیں۔

((عبادات))

اس سالانہ تربیتی پروگرام میں مؤمنین کی کامیابی کے لیے اللہ رب العزت نے ایک دلچسپ اُسلوب اختیار فرمایا ہے۔ اللہ جل جلالہ نے مسلمان کو نیکیوں پر لانے اور گناہوں سے ہٹانے کے لیے ان سے متعلق ایسے امور کو بنیاد بنایا ہے جو عموماً بہت چھوٹے سمجھے جاتے ہیں۔ اور یہ کہ نیکیوں کی تربیت کے لیے مسلمان کو ایسے امور پر کھڑا کیا ہے جو فرض نوعیت کے نہیں، اور بعض گناہوں کی شدت کے پیش نظر اسے جائز اور حلال امور سے بھی روک دیا ہے۔ مثلاً:

آپ جانتے ہیں کہ نماز کی دین میں کتنی اہمیت بتلائی گئی ہے، چنانچہ اس کی قبیل سے تراویح کی نماز، جو کہ فرض درجہ کی نہیں، کو بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر حیثیت دے دی گئی۔ ساتھ ہی ساتھ یہ پابندی لگا دی کہ جب قرآن مجید پڑھا جائے تو اسے متوجہ ہو کر غور سے سنو۔ اس طرح عبادتِ نماز کے ساتھ ایک قلبی لگاؤ پیدا کر دیا۔ بات صرف اتنی ہی نہیں، بلکہ نماز کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین میں ایسا بتلایا ہے جیسے جسم پر سر ہوتا ہے۔ (عن ابْنِ عمر رَضِي اللّٰه عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُول الله ﷺ: .... إِنَّمَا مَوضِع الصَّلَاة من الدّين كموضع الرَّأْس من الْجَسَد". [الترغيب والترهيب، الرقم: ۸۱۳]) سو، جسے پورا ماہ روزانہ اس عبادت میں سے گزرتے ہوئے نماز کا شوق ہو گیا ہو اور رکوع و سجود کی لذت سے وہ آشنا ہو گیا ہو اور پھر رمضان گزرتے ہی وہ اس سے لاپروائی برتنے لگے تو اپنا ہی نقصان اور اپنی ہی کم بختی ہے۔

اسی طرح زبانِ رسالت سے مختلف الفاظ و انداز میں قرآن مجید کی تلاوت اور اذکار و استغفار کو اس مہینے سے مخصوص کر کے بڑی خوبی سے مسلمان کے قلب و زباں کو اللہ رب العزت کی یاد سے مانوس کر دیا گیا ہے۔ مثلاً فرمایا: "اَلصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَقُوْلُ الصِّيَامُ: أَيْ رَبِّ! مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ، فَشَفِّعْنِي فِيْهِ، وَيَقُوْلُ الْقُرْآنُ: مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ، فَشَفِّعْنِي فِيْهِ، قَالَ: فَيُشَفَّعَانِ". (مسند

أحمد بن حنبل: 6626) ترجمہ: ''روزہ اور قرآن (دونوں) بندے کے لیے قیامت کے دن شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے اسے کھانے پینے اور خواہشِ نفس سے روکے رکھا، لہٰذا اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما، اور قرآن کہے گا: اے میرے رب! میں نے اسے رات کے وقت سونے سے روکے رکھا (اور تراویح میں یہ مجھے پڑھتا یا سنتا رہا) لہٰذا اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دونوں کی شفاعت (اس بندے کے حق میں) قبول کر لی جائے گی۔''

پھر اس یاد کے پھل کا سب سے بڑا حصہ اس فردِ بشر کے لیے رکھا گیا ہے جو اس اللہ کریم کے عفو و کرم کی تلاش اور امید میں اپنے گھر، کاروبار، آرام اور ہر شے سے الگ ہو کر اسی ذات کے توکل پر رمضان کے آخری عشرہ میں خود کو اللہ کے سپرد کر دیتا ہے۔ یہ اعتکاف اس کے لیے نفلی تھا لیکن اس کی ترغیب اور پھر اس کے شروع ہونے کے بعد اس کے احکام کے ذریعہ اس کی اہمیت اتنی بڑھا دی گئی کہ یہ روزہ دار اب ان دِنوں میں مکمل طور پر اللہ پاک ہی کا ہو رہے، اسی کی لو لگی رہے۔ اس قرب کی لذت، جسے اللہ پاک عطا فرما دیں، الفاظ میں بیان نہیں کی جا سکتی۔

اور یہی اس مشق کا تقاضا ہے کہ ماہِ رمضان کے علاوہ اپنی عمومی زندگی میں بھی ایمان والے ربِ کائنات پر مکمل توکل کرتے ہوئے دنیا اور اس کے دھندوں میں بقدرِ ضرورت ہی لگیں، اللہ اپنے غیب کے خزانوں سے ان شاء اللہ ان کے سب کام بنائے گا۔

((انفاق فی سبیل اللہ))

اسی طرح دین نے رمضان المبارک میں صدقۃ الفطر یعنی فطرانہ متعارف کرایا۔ یہ صدقہ صاحبِ حیثیت افراد پر، نماز عید الفطر سے پہلے پہلے، مستحقین کو ادا کرنا واجب ہوتا ہے۔ معاشرے میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور غرباء کی حاجت روائی کی عمومی فضا قائم کرنے کے لیے، زکوۃ اور عام صدقہ سے ہٹ کر، شریعتِ مطہرہ نے فطرانہ میں چار دلچسپ خوبیوں کا اضافہ فرما دیا ہے۔

[1] ایک یہ کہ اس صدقہ کے وجوب کے لیے صاحبِ مال کے مال پر ایک سال گزرنا ضروری نہیں؛ عید الفطر کے دن صبح صادق کے وقت حسب نصاب مال ملکیت میں آ گیا، تو فطرانہ واجب ہو گیا۔

[2] دوسری یہ، کہ شریعتِ حکیمانہ نے اس بات کی بھرپور ترغیب دی ہے کہ وہ لوگ جن پر فطرانہ واجب نہیں ہوتا وہ بھی اس کی ادائیگی کر دیں تو ان کے حق میں بہتر ہے۔

[3] تیسری یہ، کہ ادا کرنے والا محض اپنی طرف سے نہیں بلکہ اپنے زیرِ کفالت تمام افراد کی جانب سے صدقہ ادا کرے۔

[4] اور چوتھی یہ، کہ اسی لیے لوگوں کی مختلف مالی حیثیت کے پیشِ نظر فطرانہ کی مختلف مقداریں مقرر فرمائی ہیں، تاکہ کوئی بھی کمانے والا اس صدقہ کی ادائیگی سے محروم نہ ہو۔ چنانچہ، جب زیادہ سے زیادہ لوگ اس صدقہ کی ادائیگی میں سے گزرتے اور مستحقین کی تلاش میں کھپتے ہیں تو یہ بھلائی محض امراء کے دائرہ تک محدود نہیں رہ جاتی، بلکہ پورے معاشرہ میں رواج پاتی ہے۔ ان مستحقین کے اندرونی حالات ان لوگوں پر بھی کھل جاتے ہیں جو پہلے ان سے بے خبر تھے۔ یہ خبر پھر رمضان کے بعد بھی ان کی دلجوئی، غم گساری اور مالی تعاون کے لیے معاشی طور پر ان سے بہتر طبقے کو ضرور اُکساتی رہتی ہے۔

انفاق فی سبیل کی صفت کو اندر پیدا کرنے کے لیے رمضان میں ہی ایک اور مشق، جو اس سلسلے میں مالدار مسلمان کو غریب مسلمان کے لیے فکرمند کرتی ہے، یہ ہے کہ اُس مالدار کو روزے کی حالت میں اُس کے اپنے رزق سے ہی گھنٹوں دور رکھ کر بھوک کے احساس میں سے گزارا جاتا ہے۔ اِس احساس میں سے غریب آدمی سارا سال گزرتا ہے، حالانکہ اللہ پاک نے مالداروں کے رزق میں اس کے لیے ایک حصہ مقرر فرما رکھا ہے، فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ. [المعارج: ٢٤]﴾ اور جن کے مال و دولت میں ایک متعین حق ہے، سوالی اور بے سوالی کا''۔ البتہ قانوناً یہ غریب آدمی اپنی مرضی سے اپنے اُس حصہ لے بھی نہیں سکتا۔ اب مالدار کو بھی اس غریب اور مستحق بندے کی طرح اِس احساس کا تھوڑا سا ذائقہ دیا جا رہا

ہے، کہ اس مالدار روزے دار کے سامنے اِس کے اپنے گھر میں وہ رزق موجود ہے جس پر اس کا اپنا مالکانہ حق ہے مگر روزہ کی وجہ سے یہ اس کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ سو، رمضان کی برکت سے پیدا ہونے والی اس مبارک کیفیت کو سامنے رکھتے ہوئے رمضان کے بعد والی زندگی میں بھی حتی المقدور اللہ کے راستے میں اللہ کی مخلوق پر خرچ کرنے کی ضرورت ہے۔

﴾............((حیاء اور شائستگی))............﴿

یہی مندرجہ بالا انداز معاشرے سے بے حیائی کے عمومی خاتمہ کے لیے اختیار کیا گیا ہے؛ یعنی: لوگ اپنے جائز ازدواجی تعلق میں بھی خود پر ایسا قابو حاصل کریں کہ کسی نامحرم کی طرف نظر نہ اٹھے۔ یہی ایک دل ہے جس میں نفسانی جذبات پیدا ہوتے ہیں اور یہی ایک جسم ہے جس سے ان جذبات کی تکمیل ہوتی ہے۔ اب یہ جذبات مُثبت ہوں یا منفی، ان کا اظہار جائز راستہ سے ہو یا ناجائز راستہ سے، ہر صورت میں یہ جذبات پیدا اسی دل میں ہوں گے اور ان کا اظہار بھی اسی جسم سے ہوگا۔ لہٰذا جو شخص، مرد ہو یا عورت، باحیا بننا چاہے وہ اپنے اندرونی اسی نظام پر قابو پانا اور اسے درست رخ پر استعمال کرنا سیکھے۔

ایک دوسری بات بھی سمجھنے کی ہے کہ اگر روزے کی حالت میں مثلاً: میاں بیوی حدود سے آگے بڑھیں تو کیا ان پر بجلی آ گرے گی، یا وہ زمین میں دھنس جائیں گے؟ نہیں، اللہ کا عمومی ضابطہ تو ایسا نہیں۔ تو پھر ان دونوں میاں و بیوی کو باوجود تنہائی کے کئی مواقع ملنے کے ان کے حدود سے آگے بڑھنے سے کیا چیز روکتی ہے؟ تو جان لیجیے کہ یہ تو دراصل اس ذاتِ اکبر کی ناراضی کا خوف ہے جو ہر کسی کو نافرمانی سے روکے رکھتا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ سارا سال یہ خوف ہر نافرمانی کے موقع پر قائم رہنا چاہیے۔

ان دونوں باتوں کی مشق رمضان میں کرائی جاتی ہے، یعنی: دل میں اللہ پاک کی ناراضی کا خوف رکھنا اور اپنے آپ پر قابو رکھنا۔ یہ اس تفصیل کا موقع نہیں ہے کہ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ افراد کے لیے اس سلسلہ میں روزے کے مکروہات ومفسدات کے کیا کیا احکام ہیں؛ یہاں بس یہ اشارہ دینا مقصود ہے کہ ان احکام سے اللہ تعالی ہمارے لیے سختی نہیں بلکہ ہماری تربیت فرمانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ہم سارا سال اپنی زندگیاں پاکیزہ طور پر گزارنے کے لیے اس تربیت میں سے شعوری طور پر گزریں، صرف یہی نہیں کہ جناب بڑی مشکل سے کچھ ضابطوں کی پابندی کر لی ہے اور ہر دفعہ کی طرح بس روزے رکھ لیے ہیں۔ اب سوچیں کہ اس مشق کے اعلی تربیت یافتہ شخص کے سامنے جب رمضان کے بعد کسی شیطانی حملے کے موقع پر اندر سے یہ آوازیں پیدا ہوں گی کہ ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ. [النور: ٣٠]﴾ مؤمن مردوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہی ان کے لیے پاکیزہ ترین طریقہ ہے، وہ جو کاروائیاں کرتے ہیں اللہ ان سب سے پوری طرح باخبر ہے، اور ﴿وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى. فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى. [النازعات: ٤٠]﴾ لیکن وہ جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے کا خوف رکھتا تھا اور اپنے نفس کو بری خواہشات سے روکتا تھا؛ تو جنت ہی اس کا ٹھکانا ہوگی، تو کیا یہ شخص ان شاء اللہ اس امتحان سے کامیابی سے گزر نہیں جائے گا؟! یہ تربیت ان شاء اللہ اس وقت کام آئے گی اور یہ اندر کی آواز کو پہچاننا، سمجھنا اس تربیت کے لیے مفید ہوگا۔ کسی معاشرے کا حسن، اس کی صفت ''حیا'' ہے، جبکہ اس کی کمی اللہ تعالی کے غضب کو متوجہ کرنے کا سبب ہے، اور مذکورہ طریقے سے ان شاء اللہ اس غضب کو ٹھنڈا کیا جا سکتا ہے۔

﴾............((اَخلاق اور حسنِ معاشرت))............﴿

زیرِ مطالعہ یہی اسلوبِ تربیت ایک مسلمان کے انفرادی اَخلاق کی تعمیر اور اجتماعی حسنِ معاشرت میں بھی کارفرما ہے۔ ایک بہت چھوٹی سی مثال ملاحظہ فرمائی جائے۔ عام دنوں کی طرح رمضان میں بھی لوگوں کے گھر اور کاروبار کی ذمہ داریوں کے اوقاتِ کار مختلف ہی ہوتے ہیں، پھر بھی اس ماہ میں روزانہ ہر کھانے کے وقت گھر کے تمام افراد اکٹھے ایک دسترخوان پر موجود ہوتے ہیں۔ تو کیا اس ترتیب کو اپنی عمومی زندگی میں لاگو کرنے سے ہر کنبے کے

افراد میں باہمی محبت اور تعلق میں بہت زیادہ اضافہ نہیں ہوگا؟!

اسی طرح اس ماہِ عظیم میں بظاہر معمولی دِکھنے والی کوتاہیوں کو بنیاد بنا کر بڑی بڑی اَخلاقی برائیوں کی صفائی کر دی گئی ہے۔ مثلاً: غیبت؛ ایک عام مسلمان سات پردوں میں بھی شراب کو ہاتھ نہیں لگاتا، مگر اس کے لیے غیبت کرنا، بیت اللہ میں بیٹھ کر بھی آسان ہے۔ غیبت کے متعلق قرآن وسنت علٰی صَاحِبِہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں واضح ارشادات موجود ہیں، پھر بھی اسے رمضان کے ساتھ خصوصی طور پر نتھی کیا گیا۔ دو صحابیات رضی اللہ عنہما کو روزہ میں حالت غیر ہونے کے باعث قے کروائی گئی اور ان کے اندر سے تازہ گوشت کے لوتھڑے نکلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس حالت کا سبب یہ بتایا کہ وہ دونوں سارا دن لوگوں کی غیبت میں مصروف رہیں۔ (ملاحظہ ہو: عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم أَمَرَ النَّاسَ أَنْ يَصُومُوا يَوْمًا وَلَا يُفْطِرَنَّ أَحَدٌ حَتَّى آذَنَ لَهُ، فَصَامَ النَّاسُ فَلَمَّا أَمْسَوْا جَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيءُ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَيَقُولُ: ظَلْتُ مُنْذُ الْيَوْمِ صَائِمًا، فَأْذَنْ لِي فَلْأُفْطِرْ، فَيَأْذَنُ لَهُ، وَيَجِيءُ الرَّجُلُ فَيَقُولُ ذَلِكَ فَيَأْذَنُ لَهُ، حَتَّى جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ فَتَاتَيْنِ مِنْ أَهْلِكَ ظَلَّتَا مُنْذُ الْيَوْمِ صَائِمَتَيْنِ فَأْذَنْ لَهُمَا فَلْيُفْطِرَا، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: مَا صَامَتَا، وَكَيْفَ صَامَ مَنْ ظَلَّ يَأْكُلُ لُحُومَ النَّاسِ، اِذْهَبْ فَمُرْهُمَا أَنْ كَانَتَا صَائِمَتَيْنِ أَنْ يَسْتَقِيئَا فَفَعَلَتَا، فَقَاءَتْ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا عَلَقَةً، فَأُتِيَ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم، فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: لَوْ مَاتَتَا وَهُمَا فِيهِمَا لَأَكَلَتْهُمَا النَّارُ". [مسند أبي داؤد الطيالسي، الرقم: ٢٢٢١]) ترجمہ: "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو یہ حکم دیا کہ وہ ایک دن روزہ رکھیں اور جب تک میں اجازت نہ دوں اس وقت تک کوئی روزہ افطار نہ کرے۔ لوگوں نے روزہ رکھ۔ جب شام ہوئی تو ایک شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوکر عرض کی: میں سارے دن روزے سے رہا ہوں، آپ مجھے افطار کی اجازت دیں، آپ نے اس کو افطار کی اجازت مرحمت فرمائی۔ پھر ایک شخص حاضر ہو۔ اور اس نے عرض کیا آپ کے گھر کی دو کنیزیں صبح سے روزے سے ہیں، آپ انہیں بھی افطار کی اجازت دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے اعراض کیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کا روزہ نہیں ہے، ان لوگوں کا روزہ کیسے ہوسکتا ہے؟ جو سارا دن لوگوں کا گوشت کھاتے رہے ہوں، جاؤ انہیں جا کر کہو اگر وہ روزہ دار ہیں تو قے کریں، انہوں نے قے کی تو ہر ایک سے جما ہوا خون نکل۔ اس شخص نے جا کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ مر جاتیں اور وہ جما ہوا خون ان میں باقی رہ جاتا تو دونوں کو دوزخ کی آگ کھاتی"۔

گویا قرآن مجید نے جو اس گناہ کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے جیسا قرار دیا ہے، تو روزے کے دوران اس واقعہ سے اس بات کی عملی تشریح لوگوں کے سامنے آ گئی۔ یہ واقعہ اور ایسے ہی کچھ دیگر واقعات کی بنا پر کچھ فقہا یہاں تک گئے ہیں کہ غیبت کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

پھر اتنا ہی نہیں کہ آدمی کسی سے بدزبانی نہ کرے، بلکہ یہاں تک ترغیب دی گئی کہ اگر کوئی تم سے جھگڑنے لگے تو اس سے کہہ دو کہ بھئی میرا روزہ ہے؛ یعنی مجھ سے جھگڑا نہ کرو، یا یہ کہ میں جھگڑنا نہیں چاہتا۔ اس کے ساتھ ساتھ روزے کی اپنی کیفیات میں ایسا تأثر رکھ دیا کہ خود ہی کسی سے زائد بات کرنے سننے کو جی نہ چاہے۔

اس کے علاوہ خصوصی حکم جاری کیا گیا کہ رمضان میں روزہ داروں کی مشقت کم کر دی جائے۔ اس کا معنی محض یہ نہیں ہے کہ اپنے ملازمین کے اوقات کار کم کر دیئے جائیں، بلکہ اس کی وسعت میں تھوڑا غور کر کے دیکھیں؛ باہمی احسان وشکر گزاری، ہمدردی، ایثار، محبت، رشتوں کی قدر وقربت اور احساس کی مٹھاس اس حکم میں پائی جاتی ہے۔ مختصر اشارے سے یوں سمجھیے، کہ اپنے گھر میں اور گھر سے باہر اپنے تمام ماتحتوں سے ان کی ذمہ داریوں کا بوجھ جتنا ہو سکے ہلکا کر دیجیے؛ اور اپنے سرپرستوں سے مطالبات جتنا ہو سکے کم کر دیجیے۔ شاید یہ ہے روزہ دار کی مشقت کم کرنے کا مفہوم، اور اگر یہی ہے تو ان لوگوں کا تصور کیجیے جو ان اخلاق کو اپنے مزاج کا حصہ بنا کر رمضان کلاس سے نکل رہے ہیں کہ وہ کیسا خوبصورت معاشرہ تشکیل دیں گے۔

شریعتِ حَسَنہ کی یہ چھوٹی چھوٹی ترغیبات ہم سے تقاضا کر رہی ہیں کہ ہم یکم شوال سے اپنی زندگی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنت کی روشنی میں

ان صفات کے مطابق ڈھالیں۔

یہ کچھ معروضات اپنے منتشر خیالات میں سے ایک جگہ ترتیب دے دی گئی ہیں۔ یہی نہیں، اہل علم وتقوی تھوڑی سی جستجو کرلیں تو اس سمندر کی تہوں سے اور بھی کئی گوہر نکالے جا سکتے ہیں۔ ہمارا مقصد تو محض اس طرف متوجہ کرنا تھا کہ ہم اس پر غور کریں کہ یہ مبارک ومحترم مہینہ کن کن طریقوں سے ہماری تربیت کرتا ہے۔ اور پھر اس تربیت کی روشنی میں یہ غور کریں کہ اب آئندہ کے زمانہ میں یعنی: رمضان کے بعد اگلے رمضان تک کے زمانہ میں ہم پر عمومی طور پر ہماری انفرادی واجتماعی زندگیوں کے بارے میں کیا کیا ذمہ داریاں ہیں۔

اللہ تعالی ہمیں اپنے دین کی حکمتوں سے آشنا فرمائے اور اخلاص واحسان سے پُر اعمال کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔